اُردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

(جو ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء اور ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء کے درمیان لکھی گئی)

مُصنفہ

فخر دین نظامی

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ لٹ

اُردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مُصنفہ

فخر دین نظامی

(جو ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء اور ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء کے درمیان لکھی گئی)

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ لٹ

اشاعت اول ———— ۱۹۷۳ء

نیا ایڈیشن ———— نظر ثانی کے بعد ۱۹۷۹ء

تعداد ———— ۵۰۰

ناشر ———— ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، گلی عزیز الدین
وکیل، مرزا احمد علی مارگ، لال کنواں دہلی

طابع ———— جے۔ کے۔ آفسٹ پریس۔ جامع مسجد دہلی ۶

قیمت ———— ایک سو تیس ۱۳۰ روپے

کتابت ———— سید سنی الحسن نقوی

سرورق ———— موسیٰ کلیم ٹانڈوی

بابائے اردو کے نام

حق بحقدار رسید

فہرست

نظامی کہنہار جس یار ہوئے
سُننہار سُن نغز گُفتار ہوئے

نظامی

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

تعارف

(نیا ایڈیشن)

اُردو زبان کی پہلی تصنیف "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا پہلا اڈیشن ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع ہوا تھا اور اب اس کا نیا اڈیشن دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس مثنوی کی اشاعت سے نہ صرف اُردو زبان کی تاریخ اور ادبی روایت نویں صدی ہجری تک جا پہنچتی ہے بلکہ زبان کے ارتقاء کی گم شدہ کڑیاں بھی مل جاتی ہیں اور اہلِ علم و ماہر لسانیات کے سامنے فکر و تحقیق کے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔ اس نئے ایڈیشن پر میں نے پھر سے مقدور بھر محنت کی ہے اور اپنے تیار کردہ متن کا مخطوطے سے مقابلہ کرکے جہاں جہاں مجھے سقم نظر آیا دور کر دیا ہے۔

یہ سطور لکھتے ہوئے مجھے مولوی عمر یافعی حیدرآبادی یاد آرہے ہیں۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا مخطوطہ جو دنیا بھر میں اس کتاب کا واحد نسخہ ہے، عمر یافعی صاحب کی ملکیت تھا اور ۱۹۴۹ء میں ان کے ذخیرۂ کتب کے ساتھ انجمن ترقی اردو آگیا تھا۔ عمر یافعی مرحوم کو نادر و نایاب ادبی، علمی و تاریخی کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ ذخیرۂ کتب جو انھوں نے "انجمن" کو دیا، تقریباً ۱۸ ہزار بیش بہا مطبوعات و مخطوطات پر مشتمل تھا۔ "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا یہ وہی نسخہ تھا جو ایک زمانے میں مرحوم لطیف الدین ادریسی حیدرآبادی کے پاس تھا اور جس کا مطالعہ کرکے مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے اکتوبر ۱۹۳۲ء کے "معارف اعظم گڈھ" میں ایک تعارفی مضمون "بہمنی عہد کا ایک دکھنی شاعر" قلمبند کیا تھا۔ جس انداز سے اب یہ کتاب شائع ہو رہی ہے کہ مخطوطے کا عکس دائیں طرف ہے اور میرا تیار کردہ متن بائیں طرف سامنے ہے، یہ نادر و نایاب مخطوطہ اب سب کی ملکیت بن جاتا ہے۔ متن کے ساتھ مخطوطے کا عکس شائع کرنے کی یہ روایت یقیناً مستحسن ہے۔

یہ کتاب میری اجازت سے محمد مجتبیٰ خان صاحب اپنے اشاعتی ادارے "ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس" سے شائع کر رہے ہیں جو معیاری علمی و ادبی کتابیں نہایت سلیقے سے شائع کرنے کی وجہ سے سارے ملک میں خاص شہرت رکھتا ہے۔

جمیل جالبی

۱۷/اگست ۱۹۷۶ء

مقدمہ

"تاریخ ادب اُردو" لکھتے ہوئے میں نے اس بات کا التزام خاص طور پر کیا کہ ادب کو معاشرتی، تہذیبی و سیاسی عوامل کے ساتھ دیکھا اور سمجھا جائے اور ادب کی روایت جن جن اثرات اور رنگوں سے مل کر بنی ہے انہیں واضح کیا جائے۔ قدیم اور جدید کی تقسیم ہم نے اپنی سہولت کے لیے کی ہے ورنہ بنیادی طور پر ایک ہی روایت نئے اثرات قبول کرتی اور از کار رفتہ اثرات کو رد کرتی ہوئی ہر دور میں نئی شکل بناتی ہے۔ ادب کی روایت معاشرت و تہذیب سے الگ رہ کر پروان نہیں چڑھتی بلکہ زمانے کی روح کو اپنے اندر سمیٹتی اپنے خدوخال بناتی ہے۔ اسی لیے کسی دور کی تہذیب کی حقیقی روح اس کے ادب میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ کسی زبان کی روایت بھی ایک دریا کی طرح ہے جو صدیوں سے بہہ رہا ہے۔ اس میں ماضی بھی موجود ہے اور حال و مستقبل بھی۔ کہیں یہ دریا بھرا پُرا نظر آتا ہے۔ کہیں خشک و بے آب دکھائی دیتا ہے۔ کہیں اس سے شاخ در شاخ پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں اس کا پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے۔ کہیں یہ چھوٹا ہو کر ندی نالے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن ہیں یہ ایک ہی دریا کی مختلف شکلیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ادب کی روایت ایک اکائی ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ ادب کی تاریخ کا مطالعہ بھی اسی نقطۂ نظر سے کرنا چاہیے۔ "تاریخ ادب" لکھتے ہوئے دوسرا التزام میں نے یہ کیا کہ صرف سُنی سنائی باتوں کو قبول نہیں کیا بلکہ ہر کتاب کا خواہ وہ قلمی ہو یا مطبوعہ مطالعہ کیا اور اسے پہلے اس کے اپنے دور میں اور پھر پوری روایت کے تعلق سے دیکھا اور سمجھا۔ اس میں وقت بہت صرف ہوا اور کام پھیلتا بڑھتا چلا گیا لیکن صاحبو! ایک طالب علم اپنے علم کی پیاس اسی طرح بجھا سکتا ہے۔ اس تمام عرصے میں میری یہ کوشش رہی کہ نویں اور دسویں صدی ہجری کی وہ تمام تصانیف جو خطی شکل میں طاقِ نسیاں پر دھری تھیں ان کا مطالعہ بھی اسی نقطۂ نظر سے کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ان تصانیف کی لسانی، تہذیبی و ادبی اہمیت کیا ہے؟ کیا انھوں نے اُردو ادب کی روایت کے دریا کو پاٹ دار بنانے میں مدد دی ہے؟ کیا ان کے مطالعے سے اُردو زبان کے ارتقا کا پتا چلتا ہے؟ کیا ان سے اُردو زبان کی ساخت اور اس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا سراغ ملتا ہے؟ یہ یقیناً مشکل اور اہم کام تھا۔ لیکن جب پہلی جلد مکمل ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ اس میں ایسا مواد آ گیا ہے جو ادب کی تاریخ اور مطالعے کو ایک نیا رُخ دے گا ساتھ ساتھ بہت سی ایسی چیزیں بھی جمع ہو گئیں جن کی اشاعت اُردو زبان و ادب کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو سکتی تھی۔ "دیوانِ حسن شوقی"[1]

---

[1] "دیوانِ حسن شوقی"، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی ۱۹۷۱ء

اسی سلسلے کی پہلی کڑی تھی۔ "دیوانِ نصرتیؔ" دوسری کڑی اور مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے۔ اس مثنوی کو زمانی اعتبار سے "دیوانِ حسن شوقی" سے پہلے شائع ہونا چاہیے تھا لیکن یہ ایک ایسا مشکل کام تھا کہ صرف متن کی تیاری میں پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔

"مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا دنیا میں ایک ہی معلوم نسخہ ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانۂ خاص میں محفوظ ہے جس کا سائز ۲ ر ۷ انچ × ۱ ر ۵ انچ ہے۔ یہ واحد نسخہ بھی ناقص ہے۔ بیچ بیچ میں سے اکثر صفحات غائب ہیں اور آخر میں بھی مثنوی کے کم از کم دو تین صفحات کم معلوم ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا بھی پتا نہیں چلتا۔ عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ مصرعوں کے وسط اور دوسرے مصرعوں کے آخر میں یہ نشان (٥) سُرخ روشنائی سے دیا گیا ہے۔ پہلے صفحے پر بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے اپنے ہاتھ سے "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، فخرالدین نظامی" کے الفاظ لکھے ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ "۸۲۵ھ (یہ سنہ احمد شاہ ولی کی تخت نشینی کا ہے) وفات ۸۳۸ھ م ۱۴۳۴ء" ان کے نیچے "عبدالحق" لکھا ہے۔ اسی صفحے پہ یہ بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ "علاءالدین بن احمد شاہ ۸۳۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۸۶۲ھ میں وفات پائی۔ احمد شاہ ثالث بن علاءالدین ۸۶۵ تا ۸۶۷ھ"۔ صفحہ ۲۷ کے حاشیے میں سرخی سے کاتب نے اس شعر کا اضافہ کیا ہے۔

ڈھونڈا دھرے من بہت دشت جاؤ + پسارے اگر پیٹ میں بیس پاؤ

اس نسخے کا رسم الخط نسخ ہے لیکن یہ نسخ اتنا مشکل ہے کہ اسے پڑھنا اتنا ہی دشوار تھا جتنا عہد قدیم کے کسی رسم الخط کو پڑھ کر مفید مطلب باتیں اخذ کرنا۔ مولوی عبدالحق مرحوم کی یہ بڑی خواہش تھی کہ یہ مثنوی کسی طرح پڑھ لی جائے اور پھر شائع کر دی جائے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے ماہرینِ فن کے پاس اس کے عکس روانہ کئے۔ مرحوم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو اس کام پر مامور کیا۔ مثنوی کا مخطوطہ بھی کافی عرصے ان کے پاس رہا۔ کوشش کی یہ داستان چالیس سال سے زیادہ پرانی ہے۔ آخر میں انہوں نے یہ طے کیا کہ اس نادر و نایاب مخطوطے کے ہر صفحے کے بلاک بنوا کر اسے اسی طرح شائع کر دیا جائے۔ اس کے کچھ صفحات انہوں نے "قومی زبان" میں شائع بھی کئے لیکن اس عرصے میں کہ ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا، موت نے نقارہ باج دیا اور وہ اس حسرت کو اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ اب اس بات کو بھی تقریباً بارہ سال ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں میں پہلی بار اس مخطوطے سے متعارف ہوا۔ مہینوں اس کے مطالعے کی کوشش میں لگ گئے۔ آتشیں شیشہ لئے گھنٹوں اسے پڑھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک تو رسم الخط اور اس کے اصول جو کاتب کے پیشِ نظر تھے، سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ دوسرے زبان اور اس میں استعمال ہونے والے الفاظ موجودہ زبان سے بالکل مختلف تھے۔ ڈیڑھ سال کی محنت و کوشش اور لغات کے ساتھ سر کھپانے کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ کسی حد تک میں اسے پڑھ سکوں۔ مجھے اس کا بھی اندازہ ہوا کہ کاتب مختلف حروف اور ان کے جوڑ کی مختلف شکلیں

ٹ "دیوان نصرتی" مطبوعہ سہ ماہی صحیفہ لاہور شمارہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ الگ کتابی شکل میں "توسین" لاہور نے بھی ۱۹۶۲ء میں دیوان نصرتی شائع کیا

کس طرح لکھتا ہے۔ مختلف حروف مثلاً پ، گ، ڑ، ڈ کے لئے وہ کیا عمل کرتا ہے۔ دوسرے حروف وہ کس کس طرح بناتا ہے۔ یہ مشکل بھی ہمیشہ پریشان کرتی رہی کہ لفظ پڑھ لیا تو اس کی تصدیق کے لیے معنی کی تلاش ہوئی۔ یہ کام بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ پھر دو سال کے اندر اندر مجھ میں یہ حوصلہ پیدا ہو گیا کہ میں اس مخطوطے کی پہلی نقل تیار کروں۔ اس نقل کا مقابلہ جب اصل سے کیا تو اس میں اتنی کاٹ چھانٹ ہوئی کہ میں دوسری نقل تیار کرنے پر مجبور ہوا۔ دوسری نقل کا مقابلہ جب پھر اصل سے کیا اور ہر لفظ پر غور کیا تو یہ دوسری نقل بھی اس قابل نہ رہی کہ اسے صاف کہا جا سکے۔ دوسری نقل اور اصل کو سامنے رکھ کر میں نے تیسری نقل تیار کی جو ۲۱ اگست ۱۹۷۰ء کو مکمل ہوئی۔ یہ تیسری نقل مع بلاک سے چھپے ہوئے نسخے کے میں نے جناب قمر صدیقی صاحب کو بھجوا دی کہ وہ براہ کرم میری تیار کردہ نقل کو اصل کے ساتھ ملا کر دیکھ لیں۔ یہ کام انھوں نے دو ماہ کے عرصے میں انجام دیا اور بہت سے الفاظ کی صحت کی۔ میں ان کی اس عنایت بے پایاں کے لئے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت، عمر کے اس حصے میں جب وہ ستتر ویں سال میں ہیں، صرف کیا۔ اور ایسے قیمتی مشوروں سے مستفیض فرمایا کہ اگر ان کی مدد شامل نہ ہوتی تو شاید میں بہت سی فاحش غلطیاں کرتا۔ خدا انہیں سلامت رکھے اور عمر نوح عطا فرمائے۔

اب یہ مثنوی ــــــــ "کدم راؤ پدم راؤ" جو اردو زبان کی پہلی معلوم تصنیف اور تقریباً پونے چھے سو سال پہلے لکھی گئی تھی، اس اہتمام کے ساتھ شائع ہو رہی ہے کہ سیدھے ہاتھ کی طرف مخطوطے کے ہر صفحے کا عکس چھاپا گیا ہے اور اس کے سامنے بائیں صفحے پر میرا تیار کردہ "متن" شائع کیا گیا ہے تاکہ اہل علم و تحقیق دونوں کا مقابلہ کر کے یہ معلوم کر سکیں کہ میں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے اور اس طرح متن کی مزید اصلاح ہو سکے۔ اس مخطوطہ کو انتہائی دیدہ ریزی و محنت سے پڑھنے کی منزل سر کر کے مجھے وہی خوشی حاصل ہوئی ہے جو سرایڈمنڈ ہلاری کو دنیا کی سب سے بڑی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے سے ہوئی تھی اور یہی خوشی میری محنت کا ثمر ہے۔

۲

زمانۂ تصنیف

تاریخ شاہد ہے کہ علاءالدین خلجی نے ۱۳۱۰ء تک دکن، گجرات اور مالوہ کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور ان علاقوں کا انتظام و انصرام بہتر و موثر بنانے کے لیے اس سارے علاقے کو سو سو گاؤں کے حلقوں میں تقسیم کر کے ہر حلقے پر ایک ترک سردار مقرر کر دیا تھا۔ "شمال" سے آیا ہوا یہ ترک سردار جو "امیرِ صدہ" کہلاتا تھا نہ صرف مالیات کا ذمہ دار تھا بلکہ اپنے علاقے کے نظم و نسق اور فوجی ضروریات کا بھی ذمہ دار تھا۔ چند ہی سال کے عرصے میں یہ ترک سردار اپنے اپنے حلقوں میں اپنے لواحقین اور متوسلین کے ساتھ ایسے آباد ہو گئے گویا یہ یہیں کے باشندے تھے۔ یہ امیر اور ان کے لواحقین و متوسلین

اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی بولیاں بولتے لیکن جب بازار ہاٹ میں ملتے اور مقامی باشندوں سے معاشرتی سطح پر لین دین کرتے تو وہ اُس زبان میں جو شمال سے وہ اپنے ساتھ لائے تھے مقامی زبانوں کے الفاظ شامل کرکے بات چیت کرتے تیس پینتیس سال کے عرصے میں یہ علاقے ان کا وطن بن گئے۔ اور وہ نسل جو یہاں پیدا ہوئی اور پلی بڑھی اس کے لیے "شمال" کا تصور ایک دور دیس کے تصور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ خلجیوں کے زوال کے بعد جب تغلقوں کی سلطنت قائم ہوئی اور محمد تغلق (۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء — ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) کا دور حکومت آیا تو اس نے بھی علاء الدین خلجی کے قائم کردہ امیرانِ صدہ کے نظام کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے زیادہ مضبوط و موثر بنایا اور ساتھ ساتھ سلطنت میں مزید استحکام پیدا کرنے کے لئے دولت آباد (دیوگری) کو ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء میں اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اب غور کیجیے کہ جب علاء الدین خلجی نے شمالی ہند کے بے شمار خاندانوں کو دکن گجرات اور مالوہ میں حکمران بنا کر آباد کیا اور محمد تغلق دلی کو اٹھا کر دولت آباد لے گیا تو وہاں تہذیبی، معاشرتی اور لسانی سطح پر کیا کیا تبدیلیاں نہ آئی ہوں گی۔

رفتہ رفتہ دکن، گجرات اور مالوہ میں "امیرانِ صدہ" ایک نئی طاقت بن گئے اور ان کی حیثیت ایک بڑے، متحد اور گُتھے ہوئے خاندان کی سی ہوگئی۔ وہ نہ صرف آپس میں شادی بیاہ کرتے بلکہ وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے۔ محمد تغلق کی سختی مزاج اور جابرانہ روش کے باعث امیرانِ صدہ محمد تغلق سے ناراض ہو کر اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے لگے۔ بغاوتوں کا یہ سلسلہ پھیلتا اور بڑھتا گیا اور یہ سارے علاقے اس کی لپیٹ میں آگئے۔ یہ بغاوت یہاں تک بڑھی کہ جب ملا نظام الدین، ملک احمد چین اور ملک علی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ امیرانِ صدہ فراہم کریں تو امیرانِ صدہ نے، جن میں اسمٰعیل مخ اور حسن ظفر خان بھی شامل تھے، ملک احمد و ملک علی کو قتل کر دیا اور ملا نظام الدین سے قلعہ اور خزانے کی کنجیاں چھین کر قبضہ کر لیا[1] اور اسمٰعیل مخ کو اپنا بادشاہ بنا لیا جو ناصر الدین شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر متمکن ہوگیا۔ دو سال بعد جب دلی کی فوجیں شکست کھا کر واپس ہوئیں تو سب امیرانِ صدہ نے اپنے متفقہ فیصلے سے حسن ظفر خان کو ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء میں اس نئی سلطنت کا تاجدار بنا دیا[2]۔ حسن ظفر خاں، جو علاء الدین خلجی کے مشہور جنرل ظفر خاں کا بھانجا تھا[3] اور ملتان سے چل کر دہلی آیا تھا اور ترقی کرکے امیر صدہ بنا کر دکن بھیجا گیا تھا، "علاؤ الدین حسن بہمن شاہ" کا لقب اختیار کرکے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوگیا۔ اسی کے ساتھ شہنشاہ بابر کی آمد سے تقریباً پونے دو سو سال پہلے، سرزمینِ دکن پر ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد پڑ گئی[4]۔ یہ واقعہ محمد تغلق کی زندگی ہی میں اس کی آنکھوں کے سامنے

---

[1] تاریخ بہمنی سلطنت — عبدالمجید صدیقی ص۳۵-۵۰۔ ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد دکن۔

[2] ایضاً ص۶۱

[3] محبوب الوطن تذکرۂ سلاطینِ دکن حصہ اول۔ عبدالجبار خاں۔ مطبع فخر نظامی حیدرآباد ص۵

[4] برہان مآثر تالیف سید علی طباطبا۔ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن۔

پیش آیا۔ اس زمانے میں شمال انتشار کا شکار تھا۔ تغلقوں کے بعد سیدوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس کے بعد لودھی بادشاہ بن بیٹھے۔ ۸۰۱ھ/ ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور کے حملے نے شمالی ہند کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اگر اس وقت سارے برصغیر میں کوئی قابلِ ذکر سلطنت باقی رہ گئی تھی تو یہی بہمنی سلطنت تھی۔ ان تمام واقعات نے شمال کے بہت سے خاندانوں کو مجبور کیا کہ وہ ہجرت کر کے ان علاقوں میں چلے آئیں جہاں امن وامان اور معاشی خوشحالی میسر تھی۔ اس عرصے میں لاتعداد خاندان، اہلِ ہنر، علما و فضلا گجرات، دکن اور مالوہ چلے آئے[1] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بھی دہلی سے گلبرگہ ۸۰۵ھ/ ۱۴۰۲ء میں پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ اس وقت بہمنی سلطنت کا آٹھواں بادشاہ فیروز شاہ بہمنی تختِ سلطنت پر متمکن تھا اور بانیِ بہمنی سلطنت ـــــ "علاء الدین حسن بہمنی شاہ" کی وفات کو صرف ۵۶ سال کا عرصہ گزرا تھا۔

اس تاریخی پسِ منظر میں اب مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کو دیکھیے۔ اس میں کہیں تاریخ تصنیف درج نہیں ہے لیکن مثنوی میں یہ دو مقامات قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ "نعت رسول" کے بعد "مدح سلطان علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہٗ" کے عنوان کے تحت مثنوی میں مدحیہ اشعار آتے ہیں جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاہ جگ	رہیں سیو تے جس نم تس پائے لگ	(شعر ۵۲)

۲۔ بارہ اشعار کے بعد اسی "مدح" میں یہ شعر ملتے ہیں۔

شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار	پرت پال سنسار کرتار دھار	۶۳
دھنیں تاج کا کون راجا اجھنگ	کنور شاہ کا شاہ احمد بھجنگ	۶۵
لقب شہ علی آل بہمن ولی	ولی تھی بہت بدھ تدآ گلی	۶۶
جہانگیر توں شاہ گڑوا کہیر	سمندر منوکت سمندر سریر	۶۷

ان اشعار سے نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "علاء الدین بہمنی کا انتقال ہو چکا تھا اور اشعار ماقبل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمد شہزادہ تھا۔"[2] پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "مثنوی علاؤ الدین بہمنی کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا ولی عہد احمد تھا۔ خاندانِ بہمنی کے سلسلے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سوائے گیارھویں حکمران علاء الدین ہمایوں شاہ کے کوئی ایسا حکمران نہیں ہوا جس کا لقب علاء الدین ہو اور احمد شاہ اس کے ولی عہد کا نام ہو۔ یہ احمد شاہ ثالث ۸۶۵ھ ـــــ ۸۶۷ھ تک حکمراں رہا ہے۔ اس لئے اس مثنوی کی تصنیف بھی اسی زمانہ میں قرار دی جانی چاہیے۔"[3] پھر خود ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ "اگرچہ تاریخِ فرشتہ میں احمد شاہ ثالث

---

[1] خاتمۂ مرآۃ احمدی مصنفہ مرزا محمد حسن علی محمد خان بہادر ص ۲۴ مطبوعہ بیپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۹۲۸ء

[2] دکن میں اردو ص ۳۴ اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ۱۹۶۰ء

[3] ایضاً ص ۳۵

کا لقب نظام شاہ بہمنی لکھا ہے مگر جو سکے ۸۶۵ھ سے ۸۷۰ھ تک مضروب ہوئے ہیں ان پر بادشاہ کا نام احمد شاہ مسکوک ہے [۱] مولوی عبدالحق کا بھی یہی خیال ہے [۲]

سخاوت مرزا صاحب کا خیال یہ ہے کہ "بہر حال نظامی کا علاء الدین احمد شاہ ثانی (۸۳۸ھ-۸۶۲ھ) کا معاصر ہونا قطعی ہے۔ علاء الدین حسن گنگو بہمنی کے دور سے اس کا تعلق نہیں اس لئے کہ حسن گنگو بہمنی کے بیٹوں میں احمد شاہ نامی کوئی شہزادہ نہیں تھا البتہ احمد شاہ ولی البہمنی اس کا پوتا اور اس سلسلہ کا نواں بادشاہ تھا [۳]"

جناب افسر صدیقی امروہوی کا خیال یہ ہے کہ "نظام شاہ صرف دو سال بادشاہ رہا..... اور اس دو سال کی مدت میں دو جنگیں ہوئیں ..... بادشاہ اور اس کے حواریوں کو اتنی فرصت کہاں ملی ہوگی کہ علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ نظام شاہ کی خُرد سالی میں اس کی والدہ مخدومۂ جہاں اور خواجہ محمود گاواں تمام امور سلطنت کے منتظم و مہتمم تھے۔ نظامی اگر اس عہد میں ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ کا ذکر تو کرتا اور ان شخصیتوں کو نظر انداز کر دیتا جو دراصل مُہماتِ ملکی کی سربراہ تھیں۔ تاریخ فرشتہ کا آغاز ۹۹۸ھ میں بیجاپور میں ہوا۔ کیا اتنی سی مدت میں بہمنی سلاطین کے سکے اس قدر نایاب ہو گئے تھے کہ فرشتہ کو ایک بھی نہ مل سکا جس کے سہارے وہ نظام شاہ کا نام احمد شاہ تحریر کر کے غلط فہمی کی بنیاد چھوڑ جاتا [۴]" اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "ایک وہ احمد شاہ جیسے بڑا شہنشاہ اور ولی کہا گیا ہے۔ دوسرا وہ احمد شاہ جیسے بادشاہ کا کمزور ظاہر کیا گیا ہے [۵]"

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی کو اس بات سے اختلاف نہیں ہے کہ یہ مثنوی بہمنی دور میں لکھی گئی ہے۔ البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ کس بادشاہ کے دور میں لکھی گئی۔ ہاشمی صاحب اور عبدالحق صاحب اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ ۸۶۵ھ اور ۸۶۷ھ کا درمیانی عرصہ بتاتے ہیں اور افسر صدیقی صاحب ۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ کے درمیان کا زمانہ بتلاتے ہیں [۶] فرق صرف چالیس سال کا ہے۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ نئی معلومات کی روشنی میں اصل حقیقت کیا ہے ؟

۱۔ افسر صدیقی صاحب کی یہ دلیل کہ نظامی اگر اس عہد میں ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ کا ذکر تو کرتا

۱۔ دکن میں اردو ص۳۵ اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ۱۹۶۰ء

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم ص۳۳۸ طبع اول ۱۹۶۶ء

۳۔ سہ ماہی اردو ادب علی گڑھ ۱۹۶۶ء شمارہ ۲ صفحہ ۴۴

۴۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص۳۶۷ مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی ۱۹۶۵ء

۵۔ ایضاً ص۳۶۸

۶۔ ایضاً ص۳۶۷

اور ان شخصیتوں کو جو منتظم و مہتمم تھیں یعنی ملکہ مخدومۂ جہاں اور خواجہ محمود گاواں کو نظر انداز کر دیتا اس لیے زیادہ قابلِ قبول نہیں ہے کہ مثنوی ناقص الاوسط ہے۔ مخطوطہ کے ص۱ کے بعد ہی جس پر مدحیہ اشعار ملتے ہیں، تسلسل قائم نہیں رہتا۔ اس نامکمل مدح کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کرنا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

۲۔ ہاشمی صاحب کا یہ کہنا کہ سوائے گیارھویں حکمران علاء الدین ہمایوں شاہ کے کوئی اور ایسا حکمران نہیں ہوا جس کا لقب علاء الدین اور احمد شاہ اس کے ولی عہد کا نام ہو اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے کہ وہ اپنی تردید بھی یہ کہہ کر خود ہی کر دیتے ہیں کہ "اگرچہ تاریخِ فرشتہ میں احمد شاہ ثالث کا لقب نظام شاہ بہمنی لکھا ہے" اور وہ قریب ترین معاصر تاریخ کو چھوڑ کر صرف سکّوں کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ

۱۔ اس دَور کے قریب ترین مورخ فرشتہ کو صرف سکّوں کی بنیاد پر کیوں اور کیسے رد کر دیا جاتا ہے؟

۲۔ برہانِ مآثر کا مصنف سید علی طباطبائی جو فرشتہ کا ہم عصر ہے کہیں نظام شاہ کو احمد شاہ ثالث نہیں لکھتا بلکہ "سلطان نظام شاہ ابن سلطان ہمایوں شاہ"[۱] لکھتا ہے۔ پھر سلطان نظام شاہ کو احمد شاہ ثالث کیسے مان لیا جائے؟

۳۔ بہمنی سلطنت کا پہلا بادشاہ علاء الدین حسن بہمن شاہ (۷۴۸ھ — ۷۵۹ھ) ہے۔ اس کے چار بیٹے تھے — محمد شاہ اول (۷۵۹ — ۷۷۶ھ)، داؤد شاہ (۷۷۹ — ۷۸۰ھ)، احمد خان اور محمود خان۔ علاء الدین بہمنی کے بعد محمد شاہ اول تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد محمد شاہ کا بیٹا مجاہد شاہ (۷۷۶ھ — ۷۷۹ھ) اور پھر محمد شاہ کا بھائی داؤد شاہ۔ اس کے بعد شمس الدین ۷۹۹ھ پھر غیاث الدین ۷۹۹ھ، پھر آٹھواں بادشاہ فیروز شاہ ہوا جو احمد خاں کا بیٹا تھا اور علاء الدین بہمنی، بانیٔ سلطنت کا پوتا تھا۔ احمد خاں کے دو لڑکے تھے — ایک فیروز شاہ اور دوسرا احمد شاہ ولی بہمنی جو فیروز شاہ سے سلطنت حاصل کر کے بادشاہ بنا اور جس پر خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بہت مہربان تھے۔[۲]

اب ان معلومات کی روشنی میں وہ شعر پڑھیے جو مثنوی میں "مدح سلطان علاء الدین بہمنی" کے تحت لکھے گئے ہیں اور جو اوپر نقل کیے جا چکے ہیں۔ ان اشعار میں دو احمد بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ احمد شاہ جسے بڑا شہنشاہ ظاہر کیا گیا ہے اور دوسرا وہ احمد جسے بادشاہ کا کنور ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا لقب احمد ولی بہمنی بتایا گیا ہے۔[۳] اس لحاظ سے تاریخ کی ورق گردانی کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی احمد شاہ ولی البہمنی ہے جو احمد خان کا بیٹا اور علاء الدین حسن بہمنی، بانیٔ سلطنت کا پوتا ہے۔ تذکرہ سلاطین دکن[۴] میں مذکور ہے کہ:۔

---

[۱] برہانِ مآثر۔ ص۹۶ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن۔

[۲] تاریخ فرشتہ (ترجمہ اردو) ص۴۹۵ و ص۵۰۳ جلد اول مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

[۳] مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص۳۶۸ مرتبہ افسر صدیقی امروہوی۔

[۴] تذکرہ سلاطین دکن از عبدالجبار خاں ص۵۳۴ مطبوعہ فخر نظامی حیدر آباد۔

"چونکہ احمد شاہ بہمنی ولی مشہور تھا۔ زندگی میں تمام اس کی ولایت کو مانتے تھے۔ مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ اس کی ولایت کی قدر کرنے لگے۔"[1]

ان تمام شواہد کی روشنی میں اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی احمد شاہ ولی البہمنی کے دورِ حکومت (۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء — ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء) میں اردو زبان کی یہ پہلی معلوم مثنوی کدم راؤ پدم راؤ لکھی گئی۔

مخطوطہ کے مٹہ پر بانیٔ سلطنت "سلطان علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہٗ" کی مدح میں اشعار لکھے گئے ہیں اور ساری الجھن اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ یہ مدح بھی پوری نہیں ہے۔ بیچ کے صفحات مخطوطے سے غائب ہیں لیکن جتنے اشعار موجود ہیں ان میں بھی بانیٔ سلطنت کی تعریف کرتے کرتے احمد شاہ ولی البہمنی اور اس کے والد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ اشعار اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آئندہ اس بادشاہ کی تعریف میں اشعار آئیں گے۔

گمانِ غالب ہے کہ یہ مثنوی بیدر میں لکھی گئی ہو اس لئے کہ احمد شاہ ولی نے ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء میں اپنا دارالسلطنت گلبرگہ کے بجائے بیدر کو بنایا تھا۔ اگر یہ بیدر میں لکھی گئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ نظامی نے اسے ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء اور ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء کے درمیانی عرصہ میں تصنیف کیا۔ یہ علاقہ کنڑی کا علاقہ ہے لیکن مرہٹی کا اثر بھی اس علاقے کی زبان پر موجود ہے۔

مثنوی کا نام

اس مثنوی کا اصل نام کیا تھا یہ بھی اس وجہ سے معلوم نہیں ہے کہ مثنوی کے ابتدائی اور آخری صفحات غائب ہیں۔ مثنوی کے دو کردار ہیں۔ ایک کدم راؤ جو راجہ ہے۔ دوسرا پدم راؤ جو وزیر ہے۔ مولانا نصیر الدین ہاشمی نے انہی کرداروں کی مناسبت سے اس کا نام مثنوی کدم راؤ پدم راؤ رکھ دیا ہے اور یہ مثنوی اب اسی نام سے مشہور ہے۔ ہاشمی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ایک مثنوی جو کدم راؤ پدم راؤ سے موسوم تھی ہم نے لطیف الدین ادریسی مرحوم تاجر کتب کے پاس دیکھی تھی اور اسی زمانہ میں اسکے نوٹ اخذ کئے تھے ممکن ہے نواب سالار جنگ مرحوم کے مخطوطات میں موجود ہو" لیکن کتب خانہ سالار جنگ کی وضاحتی فہرست کی اشاعت کے بعد اب یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ وہاں بھی اس مثنوی کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ہاشمی صاحب کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود تاجر کتب نے اس مثنوی کا نام "کدم راؤ پدم راؤ" رکھ دیا تھا۔ اور یہی نام ہاشمی صاحب نے قبول کر لیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ کتب خانۂ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان کا یہ نسخہ وہی ہو جسے نصیر الدین ہاشمی نے لطیف الدین ادریسی کے پاس دیکھا تھا۔

---

[1] دکن میں اردو ص ۳۴

نام وحالاتِ مصنف

مخطوطہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مصنف کا نام فخر دین اور تخلص نظامی تھا۔ مثنوی میں کئی جگہ اس نے اپنا نام اور تخلص ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے اور التزام یہ رکھا ہے کہ پہلے ایک شعر میں وہ خود کو اپنے پورے نام فخر دیں سے مخاطب کرتا ہے اور ایک یا دو شعر کے بعد وہ اپنا تخلص لاتا ہے۔ کئی جگہ اس نے صرف اپنا نام فخر دین استعمال کیا ہے مثلاً ص۲۴ کا یہ شعر دیکھیے :

کیے فخر دیں ایک ساچا بچن۔ + پہلے پڑ کھنے جے کرے کوئی کن

اسی طرح ص۵۰ پر بھی وہ صرف فخر دیں لاتا ہے۔

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ + پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ۔

ص۵۱ پر پہلے شعر میں فخر دیں اور اس کے فوراً بعد دوسرے شعر میں اپنا تخلص لاتا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

تہیں فخر دیں دیکھ انیاد راد + کرین دو دس دھن پر ہری دُکھ لاؤ

نظامی دھرم دُکھ کیوں راو دے + کرپت ورت گن بات دھن سوکے

ص۵ پر بھی نام اور تخلص دو اشعار میں اوپر نیچے آئے ہیں۔

سنور فخر دیں اب کسی سنورے + الوالامر اپنا اُسی سنورے

نظامی جس اوپر پھیری ایک چپک + رتن لال موتی بھرے تس مکھ

ص۱۲ پر یہ دو شعر ملتے ہیں :

سوئے فخر دیں توں بسر آنکھیا + محمد نبی خاتم انبیا

نظامی کہنہار جس یار ہوئے + سُنہار سن نغز گفتار ہوئے

یہ انداز تخاطب آج بھی پنجاب میں رائج ہے اور اکثر قدیم شعرائے پنجاب اپنے کلام میں خود کو اسی طرح مخاطب کرتے ہیں۔

اسی طرح فخر دیں قسم کے نام آج بھی پنجابی مسلمانوں میں عام ہیں۔ پرت نامہ (قبل ۹۰۳ھ) کے مصنف فیروز کا نام بھی قطب دین تھا جیسا کہ خود اس نے ایک شعر میں ظاہر کیا ہے :

مجے ناؤں ہے قطب دیں قادری + تخلص سو فیروز ہے بیدری

ان شواہد کی روشنی میں کہ جب مصنف نے خود اپنا نام بار بار فخر دیں لکھا ہے اسے "فخر الدین" لکھنا صحیح نہیں ہے۔[1]

---

[1] بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے خود اپنے قلم سے اس مخطوطہ پر مصنف کا نام فخر الدین لکھا ہے اور اپنے مضمون "اردو" مطبوعہ دائرۂ معارف اسلامیہ ص۳۲۳ مطبوعہ لاہور میں بھی یہی لکھا ہے کہ "مصنف کا نام فخر الدین نظامی تھا" جو یقیناً صحیح نہیں ہے۔

نظامی کی زندگی کے حالات کسی تذکرہ و تاریخ میں نہیں ملے۔ مثنوی کی داخلی شہادت کے پیش نظر صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ احمد شاہ ولی البہمنی کے زمانہ میں بیدر میں تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دربار سے وابستہ تھے یا نہیں۔ وہ فارسی داں ضرور تھے اس لئے کہ مثنوی کے سارے عنوانات فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ قدیم شعرا میں بھی کسی اور شاعر کا نام نظامی نہیں ملتا سوائے ایک نظامی کے جس نے "خونامہ"[۱] تصنیف کیا تھا جس میں روزِ قیامت اور میدانِ حشر کے حالات کو بیان کر کے درسِ اخلاق دیا گیا ہے۔ "خونامہ" کے زبان و بیان کو دیکھتے ہوئے بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ خونامہ اس نظامی کا نہیں ہے جس نے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ لکھی ہے۔ "خونامہ" اس دَور کی تصنیف ہے جب اُردو زبان ہندی روایت کے سارے امکانات جذب کر کے فارسی روایت کے راستے پر چل چکی تھی۔

اشعار کی تعداد

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی اشاعت کے بعد یہ بات اب اختلافی نہیں رہتی کہ مثنوی میں اشعار کی تعداد کتنی ہے؟[۲] جیسا کہ متن سے ظاہر ہے اس مثنوی میں اشعار کی تعداد ۱۰۳۲ ہے اور ۱۰۳۳ واں شعر نامکمل ہے۔ اس کے بعد کے اشعار ضائع ہو گئے ہیں۔

مثنوی اور اس کا خلاصہ

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" اپنی ہیئت کے اعتبار سے فارسی مثنوی کی مقررہ ہیئت اور "فعولن فعولن فعولن فعل" کے وزن میں لکھی گئی ہے۔ آخری رکن کہیں کہیں "فعل" کی جگہ "فعول" ہو گیا ہے۔ یہ تبدیلی قانونِ اوزان و بحور کے مطابق ہے۔ حسبِ قاعدہ پہلے حمد آتی ہے۔ پھر نعت رسول اور اس کے بعد بانیٔ سلطنت بہمنی کی مدح آتی ہے۔ چونکہ مدح کے اشعار بھی مخطوطہ میں پورے نہیں ہیں اور مدح کے بعد کے بھی کئی صفحات کم ہیں اس لیے فوراً قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا سوال تھے جو راجہ کدم راؤ نے اپنے وزیر پدم راؤ سے پوچھے تھے۔ مخطوطہ کے صفحات بیچ بیچ میں غائب ہونے کی وجہ سے قصہ کا تسلسل بھی بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔

قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ کدم راؤ (راجہ) اپنے وزیر (پدم راؤ) سے کہہ رہا ہے کہ بغیر سوچے سمجھے بات کرنا

---

[۱] خونامہ (قلمی) مخزونہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی

[۲] ہاشمی صاحب نے اشعار کی تعداد ۵۲۰ بتائی ہے (دیکھیے مقالات ہاشمی) سخاوت مرزا صاحب نے ۹۹۰ بتائی ہے (دیکھیے سہ ماہی اردو ادب علی گڑھ ۱۹۶۰ ص ۳)۔ افسر صدیقی صاحب نے ۱۰۳۹ بتائی ہے (دیکھیے مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص ۲۶۳)۔

اچھا نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ تجھ سے کہا ہے (وہ کیا کہا تھا اشعار کے بیچ میں سے ضائع ہو جانے کے باعث معلوم نہیں کیا جاسکتا) اس پر اچھی طرح غور کر کے مجھے جواب دے۔ اگر تو اپنی خطا بخشوانا چاہتا ہے اور بعد میں پچھتانا نہیں چاہتا تو صحیح صحیح جواب دے۔ یہ بات کہہ کر راجہ محل میں چلا گیا۔ وہ اتنا غصہ میں تھا کہ اسنے یہ بھی نہیں دیکھا کس نے سلام کیا اور کس نے سلام نہیں کیا۔ میں بھرا ہوا راجہ محل میں جا کر سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر محل کی رانیاں اور کنیزیں گھبرا گئیں۔ پہر رات گئے تک اس کی یہی حالت رہی۔ کوئی عورت اُسے رام نہ کرسکی۔ جب رانی نے اس کا ہاتھ ڈرتے ڈرتے پکڑا تو راجہ کدم راؤ نے کہا کہ اور باتیں چھوڑ اور یہ بتا کہ ناگن نے کیا چھند کیا تھا۔ کدم راؤ نے رانی سے یہ بھی کہا کہ کسی غیر عورت کے ساتھ بُرا کام کرنے سے زیادہ بُرا دنیا میں کوئی اور کام نہیں ہے۔ اُسی کا نام دونوں جہان میں روشن ہوتا ہے جو پرائی عورت کو اپنی ماں بہن سمجھتا ہے۔

"پھر گفتن کدم راؤ با ناگنی" کی سُرخی آتی ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ قصّے کے لحاظ سے گفتن پدم راؤ با ناگنی" ہونا چاہیے۔ ناگنی سے بات کرکے پدم راؤ کدم راؤ کو ختم کرنے کے لیے دبے پاؤں جاتا ہے۔ اسنے دیکھا کہ اس کے سرھانے پان پھول رکھے ہیں۔ وہ اس خیال سے اس میں جا بیٹھا کہ جیسے ہی راجہ پھول پان کی طرف رُخ کرے گا وہ اُسی وقت اُسے کاٹ کھائے گا۔ پدم راؤ ابھی اسی خیال میں تھا کہ اتنے میں رانی کدم راؤ کے پاس گئی اور اس کے پاؤں دبانے لگی۔ پاؤں دبانے سے راجہ کی آنکھ کُھل گئی۔ وہ ڈری ہوئی تو تھی ہی۔ کہنے لگی کہ ہماری زندگی تمہاری محبت پر قائم ہے۔ اگر راجہ کُھل کر بات کرے تو میں اس کا صحیح جواب دوں۔

کدم راؤ نے رانی سے کہا ــــ سُنا تھا کہ عورت بہت فریب جانتی ہے۔ ایسا فریب آج پہلے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں اس وقت سے بہت حیران و پریشان ہوں۔ بھلا کہاں اچھی ذات کی ناگن اور کہاں ادنیٰ ذات کا سانپ۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ناگن کوڑیال سے" میل کھا رہی" ہے۔ خدا نے مجھے حاکم بنایا ہے۔ میں اس بات کو برداشت نہ کرسکا۔ اور تلوار لے کر اسی وقت سانپ کو مار ڈالا لیکن ناگن جان بچا کر بھاگ گئی اور میری تلوار سے اس کی دُم کٹ گئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے عورت پر بھروسا نہیں رہا۔ اس واقعہ کے بعد سے اے رانی! مجھے تیرا اعتبار بھی نہیں رہا۔ سونے کی چھُری بھی پیٹ میں نہیں ماری جاتی۔ سانپ کا ڈسا ہوا رسّی سے بھی ڈرتا ہے۔ اور دودھ کا جلا چھاچ کو بھی پھونک مار مار کر پیتا ہے۔ رانی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اگر راجا سُنے تو میں کچھ عرض کروں۔ جو کچھ تو نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اگر میرا کوئی قصور ہے تو میں جان دینے کو تیار ہوں۔ لیکن دوسرے کا قصور مجھ پر نہ ڈالا جائے۔ بُرائی بھلائی دنیا میں ساتھ ساتھ ہیں۔ چاند اتنا حسین ہے لیکن اس میں بھی داغ ہے۔ کون سا مرد ہے جس کا پاؤں نہیں ڈگمگاتا اور کون سا درخت ہے جو ہوا سے بچ رہتا ہے۔ تمام پتھر ایک قیمت کے نہیں ہوتے۔ سب عورتوں کو ایک جیسا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر تو اپاس رکھے گا تو رعایا بھی بھوکوں مرے گی اور محل بھی فاقہ کرے گا۔ کیا تو نے نہیں سُنا کہ جان خوش تو جہان خوش۔ نہ تیرا کوئی عقلمند بیٹا ہے اور نہ کوئی دوست ہے۔ آخر تیرا راج کون سنبھالے گا؟

جو کچھ تو نے دیکھا وہ گزر چکا اور جو نقش و نام ہیں وہ بھی نہیں رہیں گے۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیئے جس کے بدلے میں بھلائی حاصل ہو۔

کدم راؤ نے کہا کہ اے رانی! تو نے شوہر پرستی کی جو بات کہی وہ بالکل سچ ہے لیکن ٹوٹے ہوئے دل کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو کانپ (پتلی سی بانس کی لکڑی) سے باندھا جا سکتا ہے لیکن ٹوٹے ہوئے دل کو کسی چیز سے بھی سہارا نہیں دیا جا سکتا۔ پاپ اگر میرا باپ بھی کرے تو مجھے پسند نہیں۔ مجھے سکھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی کو سچائی پر چلتا ہوا دیکھتا ہوں۔ عورت اسی وقت تک عقلمند رہتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد کو نہ دیکھے۔ مرد عورت کے چھل فریب سے واقف نہیں ہے۔ وہ ظاہر میں محبت جتاتی ہے مگر دل میں دشمنی رکھتی ہے۔ اس عورت کا مر جانا بہتر ہے جو اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد کا تختۂ مشق بنے۔ رانی نے کدم راؤ کی بات سنی ...... (یہاں تسلسل ٹوٹ جاتا ہے)

کدم راؤ نے پدم راؤ سے کہا کہ آج میرا تماشا دیکھ۔ اس وقت وہاں کدم راؤ اور پدم راؤ کے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا۔
کدم راؤ نے اپنے وزیر سے کہا کہ میں دوست اس شخص کو جانتا ہوں کہ جو لالچ کے بغیر دوستی نبھائے۔ تیرا ایک فقرہ بھی میرے لیے سوا لاکھ کے برابر ہے۔ تو سیانا اور عقلمند ہے اس لیے یہ بات اگر میں تجھ سے نہ کہوں تو پھر کس سے کہوں۔ گنوار آدمی سے بات کہنے کی وہی صورت ہے جیسے پنجرے میں سے ہوا اور چھلنی میں سے پانی نکل جاتا ہے۔

پدم راؤ کدم راؤ کی زبان سے یہ باتیں سنکر خوش ہوا اور کہا کہ اگر راجہ مجھ پر پورا بھروسا اور اعتماد رکھتا ہے تو میرے ماتھے پر کستوری ملے تاکہ میں اپنے گھرانے میں عزت کے ساتھ واپس جاؤں اور دنیا میں میرا نام روشن ہو۔ کدم راؤ نے اسکی پیشانی پر کستوری ملی اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پہلے ناگ کے سر پر پدم نہیں تھا۔ یہ اسی وقت سے پیدا ہوا جب کدم راؤ نے اپنا ہاتھ پدم راؤ کے سر پر رکھا۔

پدم راؤ کھڑا ہوا اور راجہ سے عرض کی کہ سنا ہے کل سے آپ فاقہ کشی (اُپاس) کرنے والے ہیں۔ اگر آپ ایک دن بھی کسی رنج سے بھوکے رہیں گے تو ملک خراب اور "ہیرا نگر" (کدم راؤ ہیرا نگر کا راجہ تھا) برباد ہو جائے گا۔ اگر آپ بھوجن کرینگے تو مجھے سکھ ہوگا۔ آج برت رکھنا اچھا نہیں ہے اور جو اس بات کو اچھا کہتا ہے وہ آپ کا دشمن ہے۔ اگر آپ خوشی کے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے تو میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔

کدم راؤ نے کہا کہ اے پدم راؤ! تو اگر سچ مانے تو کہوں کہ میں اب تک پردیسیوں کی خدمت سے محروم ہوں۔ حالانکہ ہمیشہ سے ہمارا یہی قاعدہ رہا ہے۔ ساسان و جم بھی اسی ریت پر چلتے رہے ہیں۔ کسی پردیسی کو لے کر آؤ کہ میں اس کی خدمت کروں اور دان دوں۔

پدم راؤ نے عاجزی سے کہا کہ دنیا کے چلنے پھرنے والوں کو اپنے پاس مت بلاؤ کہ یہ آس دے کر نراس کر جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی عادتیں خراب ہوتی ہیں۔ میں یہ بات ہمدردی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ کدم راؤ یہ بات سنکر بگڑ گیا اور کہا کہ

تو مسافروں اور پردیسیوں کو بُرا کیوں کہتا ہے۔ اُن سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میرے سامنے اُن کی کیا حقیقت ہے۔ تو اِس کی فکر نہ کر اور ایک مسافر کو بلا کر لا۔

پدم راؤ چھت تک اونچا ہوا اور بہر رات تک عاجزی کرتا رہا۔ اُسنے بار بار یہی کہا کہ اے راجہ میری بات مان لے۔ یہ لوگ تیرے سامنے تجھے چاند سورج قرار دیتے ہیں لیکن دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ کسی سادھو کو اپنے پاس نہ بُلا۔ جوگی لوگ بغیر شراب اور گوشت کے نہیں رہتے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے بھی اسی راہ پر نہ ڈال دیں۔ اِس میں گھڑی بھر کا سُکھ ہے لیکن اسکے خمار کا دُکھ زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

پدم راؤ نے کہا کہ میں ایک عرض اور کرتا ہوں۔ کدم راؤ نے جواب دیا کہ تیری بات کو بھی طرح چھپاؤں گا جس طرح سمندر میں موتی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ پدم راؤ نے کہا ہمیں دُنیا سے کیا غرض ہے۔ ہمیں تو صرف آپ سے کام ہے۔ آپ کے سوا ہمیں کون پال سکتا ہے۔
کدم راؤ اِس بات سے بہت خوش ہوا اور اپنے وزیر کو بڑا قیمتی لباس عطا کیا۔ کدم راؤ نے کہا کہ پورے خاندان کو بلا کر انھیں خلعت دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پدم راؤ نے سارے خاندانِ شاہی کو بلایا اور ہر ایک کو مرتبے کے موافق سرفراز کیا۔
اس کے بعد کدم راؤ نے کہا کہ کسی پردیسی کو بلا کر مہمان داری بھی کرنی چاہیے۔ اہلِ دربار میں سے ایک نے کہا کہ باہر سے مچھندر کا بیٹا اگھور ناتھ آیا ہوا ہے۔ بہت بڑا جوگی ہے اور بہت سے علوم سے واقف ہے۔ وہ یقیناً آپ کے دربار کے لائق ہے۔ راجہ نے یہ سنکر جواب دیا کہ اسے فوراً حاضر کیا جائے۔ وہ آدمی اسی وقت اگھور ناتھ کے پاس گیا اور کہا کہ جلدی چل۔ تجھے راجہ نے طلب کیا ہے۔ اگھور ناتھ راجہ کے دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے پوچھا کہ تو نے کون کون سے ملک دیکھے ہیں۔ اگھور ناتھ نے اس بات کے جواب میں بے حد لاف زنی کی اور راجہ کو ایسا مسحور کیا کہ وہ اس کا گرویدہ ہو گیا۔ چند ہی روز میں راجہ کا یہ حال ہو گیا کہ اسے جوگی کے بغیر چین نہ پڑتا تھا۔ جب جوگی نے راجہ سے کہا کہ میں لوہے کو سونا بنا سکتا ہوں تو کدم راؤ نے لوہے کا ڈھیر جمع کر دیا جسے اگھور ناتھ نے سونا بنا دیا۔ کدم راؤ اس کا اور بھی گرویدہ ہو گیا۔ اب وہ جوگی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ اگھور ناتھ نے اس کے بعد راجہ کو "دھنور بید" کی تعلیم دی جسے کدم راؤ نے ایک مہینے میں سیکھ لیا۔ اُدھر رعایا حیران تھی کہ آخر راجہ نے ایک جوگی کی صحبت کیوں اختیار کر لی ہے۔

ایک دن اگھور ناتھ نے کہا کہ اے راجہ! "دھنور بید" تو معمولی بات ہے۔ میں تو آپ کو "امر بید" بھی سکھا سکتا ہوں مگر مجھے قول دینا ہوگا کہ کسی دوسرے کو آپ نہیں بتائیں گے۔ یہ کہہ کر اگھور ناتھ نے راجہ سے کہا کہ اگر عجائبات دیکھنے ہیں تو ایک جانور لے آئیے۔ راجہ محل میں گیا اور وہاں سے ایک طوطا لے کر آیا جسے رانی نے بڑی محبت سے پالا تھا۔ راجہ اُسے پھل کھلاتا، اپنے ہاتھ میں لیے جوگی کے پاس آیا۔ اگھور ناتھ نے کہا کہ اے راجہ اب اس کا گلا دبا ڈال۔ میں ابھی کرامات دکھاتا ہوں۔ راجہ نے ایسا ہی کیا طوطا مر گیا اور سادھو نے اپنی روح طوطے کے جسم میں داخل کر دی اور اڑ کر راجہ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ طوطے نے کہا کہ راجہ! بتاؤ میں کون ہوں۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر اپنے جسم میں واپس آ گیا اور طوطا بھی زندہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر راجہ

ششدرر رہ گیا اور جوگی کا پہلے سے بھی زیادہ قائل اور گرویدہ ہو گیا پھر کہا کہ یہ عمل مجھے بھی سکھاؤ۔
اگھورناتھ نے پہلے راجہ سے قول لیا اور پھر اسے امر بیدسکھا دیا۔ راجہ نے جیسے ہی اس کے منتر سیکھنے شروع کیے محل کا کلس ٹوٹ گیا۔[1]

اگھرنات منتر سکھایا رہس ✦ یکایک پڑیا ٹوٹ مندر کلس

لوگوں نے راجہ کدم راؤ سے بہت کہا کہ یہ بدشگونی کی بات ہے مگر راجہ نے پروانہ کی اور علم سیکھتا رہا۔ جو لوگ غور و فکر کے بغیر کام کرتے ہیں وہ دھن مال راج پاٹ جس چیز کے بھی مالک ہوں گنوا دیتے ہیں۔ جب راجہ نے امر بید بھی سیکھ لیا تو ایک دن جوگی نے کہا کہ اب اس کا تجربہ کر کے دیکھو۔ چنانچہ جیسے ہی راجہ نے اپنی روح کو طوطے کے جسم میں داخل کیا اگھورناتھ جوگی نے اپنی روح کو راجہ کدم راؤ کے جسم میں داخل کر دیا۔ اب راجہ طوطا بن گیا اور جوگی راجہ بن گیا۔
لیکن جوگی کدم راؤ کے روپ میں آکر بہت پچھتایا کیونکہ نہ وہ محلات کی تفصیلات سے واقف تھا اور نہ محل کے آدمیوں میں سے کسی کو جانتا پہچانتا تھا۔ آخر اُسے ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے دربار عام کیا اور اس طرح سب سے متعارف ہونا چاہا۔ ایک دن پدم راؤ نے راجہ (جو دراصل جوگی تھا) سے پوچھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تک اگھرناتھ آپ کے دربار میں نہیں آیا تھا راج پاٹ کا سب کام ٹھیک چل رہا تھا۔ اب یہ سب کام آپ نے چھوڑ رکھا ہے۔ "راجہ" نے کہا کہ جوگی نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے۔ اور میں نے اُسے مار ڈالا ہے۔ دیکھ یہ اس کی لاش ہے۔ لاش کو دیکھ کر لوگ حیران ہوئے کہ آسمان میں تھگلی لگانے والا جوگی کیسے مر گیا؟

جوگی نے سوچا ہوگا کہ اگر راجہ جو طوطے کے بھیس میں ہے زندہ رہا تو پھر اپنے روپ میں آسکتا ہے اس لئے اسے مروا دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر ایک دن "راجہ" نے پدم راؤ سے کہا کہ طوطا مجھے بُرا بھلا کہہ گیا ہے۔ منادی کرا دو کہ جو اُسے پکڑ کر لائے گا اُسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا جائے گا۔

ڈھنڈو ڈھیرائے گلیاں کوچیاں ✦ کہ راواں گیا راؤ دے گالیاں
کہ جے بار دی کوئی آنے تسے ✦ ششتر نگرداں دیوں اسے

پدم راؤ نے سمجھا یا کہ اس طرح بدنامی ہوگی۔ چونکہ کدم راؤ کے روپ میں جوگی نہ محلات کو جانتا تھا اور نہ کسی کنیز باندی کو پہچانتا تھا نہ اُسے صحیح طریقہ سے بات کرنے کی تمیز تھی۔ اس لیے جب وزیر نے بار بار اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ بہت ناراض ہوا اور تلوار لے کر اُسے مارنے کے لیے دوڑا۔ لیکن پدم راؤ اس کا وار بچا گیا اور اسے اپنی گرفت میں

---

[1] یہی بدشگونی اس وقت ہوئی تھی جب محمد بن قاسم کی فوجیں راجہ داہر کی فوجوں کا محاصرہ کئے پڑی تھیں کہ ایک تیر سے شہر کے سب سے بڑے مندر کا کلس ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد شہر کے لوگوں کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ (جمیل جالبی)

لے کر اس کی نگرانی شروع کردی۔ وہ ابھی تک اُسے کدم راؤ ہی سمجھے ہوئے تھا حالانکہ وہ تو کدم راؤ کے بھیس میں اگھور ناتھ تھا۔

اب اصلی راجہ کدم راؤ کا حال سنیے۔ وہ طوطا بنا ہوا اُڑتا رہا اور اپنی جان بچاتا اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ کبھی شکاری پرندوں سے اپنی جان بچاتا۔ کبھی دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ پر جاتا۔ ایک دن وہ طوطوں کا ایک غول دیکھ کر ان کی طرف جارہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اپنے محل پر پڑی اور وہاں اُسنے پدم راؤ کو بھی دیکھا۔ یہ دیکھ کر وہ نیچے اترا۔ اور وہاں گیا جہاں اس کا وزیر پدم راؤ تھا۔ کدم راؤ طوطے نے پدم راؤ سے بات کی اور کہا کہ اے پدم راؤ! کیا تونے مجھے پہچانا۔ پدم راؤ نے انکار کیا۔ بڑے لیت ولعل اور باہمی گفتگو کے بعد کدم راؤ نے جو طوطے کے روپ میں تھا پدم راؤ کو وہ واقعہ یاد دلایا جب ان دونوں کے سوا وہاں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس پر پدم راؤ نے پوچھا۔

ع کدم راؤ توں کیوں ہوا، کھول کہہ

اسکے بعد طوطے نے سارا واقعہ جوگی کے دھوکا دینے اور اپنے طوطا بن جانے کا سنایا۔ یہ سُنکر پدم راؤ نے کہا۔

توئیں ساچ میرا گسائیں کدم + پدم راؤ تجہ پاؤ کیرا پدم

کہ تو سچ مچ میرا آقا کدم راؤ ہے اور میں پدم راؤ تیرے پیر کی خاک ہوں۔ اور کہا کہ اے بنکہ راؤ! مجھے زبان دے کہ یہ بات جو میرے تیرے درمیان ہوئی ہے اُسے تو ویسے ہی چھپا کر رکھے گا جیسے سیپی موتی کو چھپا کر رکھتی ہے۔ کدم راؤ نے زبان دی۔ پھر پدم راؤ نے جوگی کی ساری باتیں بتائیں۔ اسکے بعد رات کے وقت پدم راؤ چپکے سے سیدھا اس جگہ گیا جہاں جوگی کدم راؤ کے روپ میں سو رہا تھا۔

چلیاساندھرے ساندھرے ناگ راؤ + کہ جیوں نیر سد دھن چلے اپ بھاؤ

اور سوتے میں اس کے پاؤں کی انگلی میں کاٹ لیا۔ کاٹتے ہی زہر اس کے جسم میں چڑھنے لگا۔ اور اگھور ناتھ کی روح کدم راؤ کے جسم کو چھوڑ کر پرواز کرگئی۔ اسکے بعد وہ دوڑ کر طوطے کے پاس آیا۔ طوطا اُڑ کر وہاں آیا اور پھر مرید کی مدد سے وہ دوبارہ اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔ پدم راؤ نے راجہ کو یہ بھی بتایا کہ جوگی ایک دن بھی چین سے نہیں بیٹھا۔ نہ محل میں گیا اور نہ رانی سے ملا۔ یہ بات سنکر کدم راؤ بہت خوش ہوا۔ خوش ہوکر اُسنے پردھان پدم راؤ کی عزت افزائی کی اور حکم دیا کہ ساری دُنیا کو دان اور خیرات دو۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

ع طبل ڈھول برغوں نفیراں اُٹھے

جشن منانے کا یہ سلسلہ چھ مہینے تک جاری رہا۔ پھر راجہ اپنے محل میں گیا اور سنگھاسن پر بیٹھا۔ اس کے بعد کا حصہ مخطوطے میں نہیں ہے ضائع ہوگیا۔

یہ خلاصہ ہے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا۔ کدم راؤ انسان ہے۔ اور بیر نگر کا راجہ ہے جیسا کہ مثنوی کے شعر ۲۸۲ اور اور ۲۸۳ سے ظاہر ہوتا ہے۔

رہیا بھوک ن لیں توں گمنت ملیہ ۔ تل اوپر ہوا لوک ہیرا نگر
اکا ایک کیوں کیوں لیس ناز ہوں ۔ کدم راؤ ہیرا نگر کا سوہوں

پدم راؤ اس کا وزیر ہے جو "ناگ راجہ" ہے۔ یہ بات بار بار مثنوی میں آئی ہے۔ پدم راؤ ارادہ کرتا ہے کہ کدم راؤ کو مار ڈالے تو یہ شعر آتے ہیں۔

چلیا سانڈیے سانڈیے ناگ وات ۔ سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
بچارن گیا جیو سوں ناگ راؤ ۔ کہ جب بھول لے راؤ تب دیوں گھاؤ

ایک اور جگہ جب کدم راؤ خوش ہوتا ہے تو پدم راؤ کہتا ہے کہ اے راجہ میرے سر پر کستوری مل تاکہ میں عزت سے گھر جاؤں اور میرے سر پر ہاتھ پھیر۔ جیسے ہی کدم راؤ نے ہاتھ پھیرا پدم راؤ کے سر پر پدم ظاہر ہوگیا۔ اس سے پہلے ناگ کے سر پر پدم نہیں تھا۔

نہتا آدھیں ناگ کے سر پدم ۔ تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم

پدم راؤ بہت لمبا ناگ تھا۔ جب کدم راؤ اصرار کرتا ہے کہ وہ مسافروں اور جوگیوں کی خدمت کرے گا تو پدم راؤ اتنا اونچا اٹھتا ہے کہ چھت سے لگ جاتا ہے۔

پدم راؤ اوبھا ہوا چھات لگ ۔ بناتی گئی تن میہر رات لگ
کہیا راؤ دھرناگ رادہ ڈروں ۔ کہ جے راؤ انگیں بناتی کروں

ایک اور جگہ جب پدم راؤ کو معلوم ہوا کہ طوطا تو اصل میں کدم راؤ ہے تو اسے پھن زمین پر بچھا دیا۔

سنیا راؤ یہ بول اکوڑ کر ۔ بچھا دیا پدم راؤ پھن کیہہ پر

"عذر خواہی کردن پدم باکدم" کے عنوان کے تحت یہ شعر پڑھیے:

پدم راؤ اٹھیا ہبا کر دین ۔ کنڈل پھیر اوبھا ہوا سردین
کھڑا تیر ہو جیوں رہیا تھا اڈھل ۔ کماں ہو پڑیا پنکھ کے پانے تل

غرض کہ یہ بات مثنوی سے بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ پدم راؤ ناگ راجہ تھا اور کدم راؤ کا وزیر تھا۔ ایسی کہانیاں جن میں انسان کے وزیر یا مشیر جانور یا چرند پرند ہوتے تھے ہم نے آپ نے سب نے سنی اور پڑھی ہیں۔ اور یہ بھی ایسی ہی کہانیوں میں سے ایک ہے۔

مماثلات

حضرت سلیمانؑ نہ صرف جن و انس کے بادشاہ تھے بلکہ چرند پرند بھی اُن کے مطیع تھے۔ الف لیلہ میں بھی جانوروں کے قصے اس انداز سے آتے ہیں کہ وہ انسان معلوم ہوتے ہیں۔ انوارِ سہیلی میں بھی جانور انسان کی طرح چلتے پھرتے بولتے چالتے

نظر آتے ہیں۔ تمثیلی کہانیاں عام طور پر اسی انداز میں مشرق و مغرب میں ملتی ہیں۔ خارجی روح کا قصہ مختلف صورتوں میں برصغیر سے لے کر ہیبریڈیز تک آریائی نسل کی تمام قوموں میں ملتا ہے[1] عقلی مذاہب کے آنے سے پہلے جادو اور سحر ہی انسان کے لئے مذہب کا درجہ رکھتے تھے۔ جادو یا سحر کے اثرات ساری مقدس کتابوں میں نظر آتے ہیں۔ سحر سامری، معجزات اور عصائے موسوی سب ذہنِ انسانی کے اسی اندازِ فکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جادو، مذہب اور پھر سائنس۔ ان تین درجوں سے انسان نے اب تک سفرِ ارتقاء طے کیا ہے۔

روح کی تبدیلی اور ایک روپ سے دوسرے روپ میں منتقل ہو جانے کے قصے اُس دَور سے تعلق رکھتے ہیں جب انسان طلسم، سحر اور جادو پر ایمان رکھتا تھا اور اس معاشرے میں جادوگر کا وہی درجہ ہوتا تھا جو آج ایک عالم یا ڈاکٹر کا ہوتا ہے۔ سر جیمس فریزر نے اس موضوع پر جو مواد جمع کیا ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔ ہیڈا کے طلسم گر کے اوزاروں میں ایک ہڈی شامل ہوتی ہے جس میں وہ رخصت ہونے والی روحوں کو بند کر لیتا ہے۔ اور جن لوگوں کے جسموں سے وہ نکلی ہوں ان میں واپس ڈال کر انھیں دوبارہ زندہ کر دیتا ہے[2] روحوں سے متعلق ان تصورات نے جب قصہ کہانیوں کے روپ دھارے تو وہاں بھی یہی طلسم نظر آنے لگے۔ قصہ کہانیاں کسی قوم کے عقیدہ اور فکر کا اظہار ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں سر جیمس فریزر نے چند مثالیں دی ہیں[3]۔ ایک ہندوستانی قصہ میں ایک راجہ اپنی روح کو ایک برہمن کی لاش میں منتقل کر دیتا ہے اور خود اس کے خالی جسم میں ایک کبڑا اپنی روح کو داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح کبڑا راجہ اور راجہ برہمن بن جاتا ہے۔ تاہم کبڑے کو اس بات پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرے ہوئے طوطے میں اپنی روح ڈال کر اپنی مہارت کا ثبوت دے۔ ادھر راجہ جو موقع کی تاک میں رہتا ہے اپنے جسم پر دوبارہ قبضہ کر لیتا ہے۔ اسی قسم کی ایک کہانی فروعی اختلاف کے ساتھ ملایا والوں کے ہاں بھی ملتی ہے۔ کسی بادشاہ نے بلا کسی وجہ کے اپنی روح ایک بندر میں منتقل کر دی۔ اس پر چالاک وزیر نے جھٹ اپنی روح بادشاہ کے جسم میں پہنچا دی اور اس طرح سلطنت اور ملکہ پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران میں اصلی بادشاہ بندر کے روپ میں پڑا غم کھاتا رہا۔ لیکن ایک دن نقلی بادشاہ، جو جوا کھیلا کرتا تھا، مینڈھے لڑوا رہا تھا کہ وہ مینڈھا جس پر اس نے بازی لگائی تھی مارا گیا۔ اس میں جان ڈالنے کی بہتیری کوششیں کی گئیں لیکن ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ تا آنکہ بنے ہوئے بادشاہ نے ایک سچے کھلاڑی کی طرح اپنی جان مینڈھے میں ڈال دی اور وہ جی اٹھا۔ اتنے میں اصل بادشاہ جو موقع کی تلاش میں تھا بڑی ہوشیاری سے اپنے پرانے جسم میں منتقل ہو گیا جسے وزیر بے سوچے سمجھے چھوڑ گیا تھا۔ اس طرح بادشاہ تو اپنے اصلی روپ میں آ گیا اور غاصب وزیر مینڈھا بنا کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ ایسا ہی،

---

[1] شاخِ زریں مصنفہ سر جیمس فریزر ترجمہ سید ذاکر اعجاز جلد دوم ص ۹۵۹، مجلس ترقی ادب لاہور۔

[2] ایضاً جلد اول ص ۳۶۵

[3] ایضاً ص ۳۴۳-۳۴۴

ہرموٹمس کلے زومنے نامی ایک شخص کا یونانی قصہ ہے جس کی روح اپنے جسم کو چھوڑ کر دُور دُور کی خبریں لاتی تھی جنھیں وہ اپنے دوستوں کو سنایا کرتا۔ ایک دن اتفاق سے جب اس کی روح گھومتی پھر رہی تھی دشمنوں نے اس کے جسم پر قبضہ کرلیا۔ اور اُسے جلا ڈالا۔[۱] مثنوی گلزارِ نسیم میں بھی تبدیلیِ جسم کی مثال موجود ہے۔ اپی لی یس (APELIUS) کا زریں گدھا (GOLDEN ASS) یورپ کا پہلا طویل قصہ کہا جاتا ہے۔ یہ قصہ یونان کے آخری دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں بھی ایک لڑکے کی روح ایک گدھے میں ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس روپ میں مارا مارا پھرتا ہے۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ بھی فردی تبدیلی کے ساتھ ہندوستان اور ملایا کے ان ہی قصوں سے مماثل ہے اور مزاجاً اسی دَور کے تصورات کا حامل ہے جب انسان جادو اور سحر پر ایمان رکھتا تھا۔ "دھنور بید" اور "امر بید" جو جوگی نے کدم راؤ کو سکھائے ہیں جادو کے انتہائی مدارج ہیں اور نقلِ روح اسی کا ایک حصہ ہے۔ اسی وجہ سے پردیسیوں کے ساتھ میل جول سے گریز کی احتیاط بھی کی جاتی تھی۔ اس دَور کے انسان کا خیال تھا کہ پردیسی عام طور پر جادوگر ہوتے ہیں۔ اسی لیے بادشاہوں کو پردیسیوں سے دُور رکھا جاتا تھا۔ بادشاہ چونکہ اپنی قوم کا محافظ ہوتا تھا اس لیے اُس کی حفاظت ساری قوم سے زیادہ ضروری بھی جاتی تھی۔ اس دَور کے تصورات میں جو چیز سب سے زیادہ خطرناک ہو سکتی تھی وہ جادو یا سفلی علم تھا۔ کدم راؤ پردیسیوں سے ملنے پر اصرار کرتا ہے۔ پدم راؤ اسے منع کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ پردیسی اچھے نہیں ہوتے۔ یہ سامنے تجھے چاند سورج قرار دیتے ہیں لیکن ان کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اور آخر میں ہوا بھی یہی کہ بادشاہ منع کرنے کے باوجود جوگی سے ملا اور جوگی نے اُسے اپنا گردیدہ بنا کر طوطا بنا دیا اور خود بادشاہ بن کر تخت پر بیٹھ گیا۔ اجنبیوں کے مضر اثرات کے خلاف پیش بندی اس زمانہ میں اسی لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ جب وہ سفیر جنھیں مشرقی روما کے شہنشاہ جسٹن دوم نے ترکوں کے ساتھ صلح کے شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا تھا، اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے تو انھیں لینے کے لیے شامن (آئمہ مذہب) وہاں موجود تھے جنھوں نے ان سفیروں کے مضر اثرات دُور کرنے کے لیے باضابطہ ایک رسمِ تزکیہ ادا کی۔[۲] جیمس فریزر نے لکھا ہے کہ ایک سیاح جس نے وسطی بورنیو کا سفر کیا تھا بیان کیا کہ آس پاس بسنے والی خبیث روحوں سے زیادہ لوگ ان روحوں سے ڈرتے ہیں جو دُور دراز ملکوں سے سازوں کے ہمراہ آتی ہیں۔[۳] یہ جادو کے دَور کے انسان کا ایک عام رویہ اور طرزِ فکر تھا اور وہ واقعی ان پر اسی طرح ایمان رکھتا تھا جیسا آج کا انسان اپنے عقلی مذہبی عقائد پر رکھتا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ کے قصے کی بنیاد بھی انسان کے اسی فکری و تہذیبی مزاج پر قائم ہے۔

املا اور کاتب

ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے کاتب کے نام کا پتا نہیں چلتا۔ انجمن ترقی اُردو میں اسی کاتب کے قلم سے لکھا ہوا ایک اور

---

[۱] شاخِ زریں ص ۲۹۳ جلد اول

[۲] ایضاً ص ۲۹۳

نسخہ "سیف الملوک بدیع الجمال" ہے لیکن ترقیمہ اس کے آخر میں بھی نہیں ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا رسم الخط اور املا اصل میں ساری مشکلات کا ذمہ دار ہے۔ دکن میں نسخ کو ایران کی پیروی[1] میں اختیار کیا گیا تھا اور کم و بیش سارے قدیم دکنی مخطوطات اسی رسم الخط میں ہیں لیکن مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا نسخ کچھ اتنا عجیب اور مسخ ہے کہ بس ظاہرا مشابہت میں اسے نسخ کہا جا سکتا ہے۔ املا کے سلسلے میں یہ چند باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ املا کا کوئی معیار کاتب کے پیشِ نظر نہیں ہے وہ ایک ہی حرف کو مختلف طریقے سے لکھتا ہے۔ کاتب بدخط ہے اُسے اپنے فن پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

۲۔ وہ آوازیں جو عربی و فارسی کے علاوہ صرف اردو زبان سے مخصوص ہیں ان کے لئے بھی کوئی اصول وضع نہیں ہوئے ہیں۔ کاتب نے اپنی مخصوص علامتوں سے ان آوازوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ طُرفہ یہ کہ کہیں ان علامتوں کو ظاہر کر دیا ہے اور کہیں انھیں پڑھنے والے کی عقل و ذہانت کے امتحان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

۳۔ اعراب کا استعمال بڑی کثرت سے کیا گیا ہے اور اس میں بھی احتیاط نہیں برتی گئی جس کی وجہ سے پڑھنے والا غلط فہمیوں کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

۴۔ جزم کے لیے " ہ " کا نشان ہے اور ایسے سہ حرفی الفاظ کے تیسرے حرف کو جن کا صرف پہلا حرف متحرک ہو زیر کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ مثلاً " درد " اس طریقے کے مطابق " دَرْدِ " لکھا جانا چاہیے۔ یہ طریقہ اس وقت بھی سندھی زبان کے رسم الخط میں موجود ہے۔ یائے معروف و مجہول میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ اکثر ہائے دوچشمی کو الفاظ کے شروع میں استعمال کیا ہے اور ہائے ہوز کو درمیانِ ابیات ہائے مخلوط کی جگہ لکھا ہے[2]

۵۔ قدیم مخطوطات میں اکثر " ٹ " " کوتٹ " کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ اسی طرح گ کے لئے ک لکھ کر اس کے نیچے تین نقطے لگا دیتے تھے[3]۔ یہی اصول اکثر الفاظ میں کدم راؤ پدم راؤ میں بھی برتا گیا ہے۔ مثلاً " ناکبنی " (ناگنی)۔ لیکن یہ اصول بھی یکسانیت کے ساتھ نہیں برتا گیا۔ سارا کام پڑھنے والے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس مخطوطے میں عیسیٰ لکھ کر موسیٰ پڑھنے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ انہی نقائص کی وجہ سے اسے پڑھنا جوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا۔

۶۔ اب ہم ذیل میں کچھ الفاظ کی فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ اس سے اندازہ ہو سکے کہ مخطوطے کا املا متن میں کس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اوّل ص۲۰
[2] مخطوطات انجمن ترقی اردو حصہ اوّل ص۳۴۳
[3] علمی نقوش۔ غلام مصطفےٰ خان ص۱۱۱ علمی کتب خانہ، ناظم آباد کراچی ۱۹۵۷ء

نمبر شعر	املائے مخطوطہ	املا متن
۱	کُپساَ ہِیَن	گُساَ میں
	ماٹہ	
۱	مَنہَ	مَنہ ۔ میں
۱۰	تھار تھار	تھار تھار
۱۱	جگ مگاتا	جگمگاتا
۱۲	ۃ	ن
۱۵	کر	کرے
۲۸	آنِ کَی یَا	آنکھیا آنکھیاںیعنی کہا
۳۴	دِیتیؔ	دیتا
۴۰	پچھاوۃ	پچھاویں
۴۲	تھَا	تہا
۴۴	نیہ	نہ ہے
۸۳	جگنہ	جگیں
۸۷	کھوری	کھورا
۱۰۰	دُنیٰ	دُنیا
۱۹۶	کاتنَہ	کانٹھ (کاٹھ، لکڑی)
۱۸۹	تھاسی	تھاسنا
۲۰۹	کاسن نہ	کاسنا
۲۶۳	نھُوای	نہوئے
۲۹۳	حمت	ہمّت
۲۸۸	جھرِنی	جھڑی
۳۲۳	کھریِ تھیے	کھڑا تھا
۳۴۸	جاآن	جان

۴۴۸	آندھلا بتر	آدھلا بشر
۴۵۵	اکھوڑراتی	آگھوڑراتے
۴۵۶	پو پتنہ	پوپتاں
۵۷۸	سَو	سواد
۵۸۲	منجکوں	منجکوں
۶۳۱	ڈرِ	ڈرے
۶۴۹	مرُ	مرد
۶۵۸	پگرریا	کڑریا
۶۶۹	آن نا	آننا

اسی طرح شعر ۴۱۴ لیجئے۔ اس میں "گن" کو ایک مرکز سے لکھا ہے۔ "نہ بولے" کو لیئے معروف و مجہول کا فرق کئے بغیر "ہوں" لکھا ہے۔ "کسی سوں" کو ملا کر لکھا ہے۔ "پن" میں پ کے نیچے صرف ایک نقطہ لگایا ہے جو بن پڑھا جاتا ہے۔
شعر ۴۰۹ کے پہلے مصرع میں اکھر کو کاف سے لکھا ہے دوسرے مصرع میں اکھر کے کاف کے نیچے تین نقطے لگا کر گاف بتایا ہے۔

شعر ۴۲۸ کے پہلے مصرع میں "جب" کی جگہ "جن" لکھا ہے اور "سکی" کو "سکی" کی صورت میں تحریر کیا ہے۔

اسی طرح کاتب نے لکھتے ہوئے بھی بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً

شعر ۳۰۵ کے پہلے مصرع میں لفظ "بچا" دو بار لکھ دیا ہے۔

شعر ۳۰۸ میں یہ مصرع یوں لکھا ہے ـــ کہ جی جا جانے آ جیسے کسی پنک پاس۔ اس میں بھی ایک "جا" زیادہ ہے۔
میں نے اپنے متن میں مصرع یوں لکھا ہے۔ کہ جی جائے جیسے کسی پنکھ پاس۔

شعر ۳۰۲ کے دوسرے مصرع میں "پیچھے" کے لفظ کو دوبار لکھ دیا ہے۔ جب کہ ایک بار لکھنا چاہیئے تھا۔

شعر ۳۴۴ کے دوسرے مصرع میں "جے" کو مصرع کے آخر میں لکھ دیا ہے جب کہ قافیہ کے لحاظ سے بھی اور وزن کے اعتبار سے بھی "جے" کو "کہ" کے بعد آنا چاہیئے تھا۔ آد کا قافیہ واد درست ہے نہ کہ "جے"۔ مخطوطہ میں شعر یوں ہے۔

کہیا راذکوں دھات بنیاد آد ✦ کہ زور کس نہ کہے دھات واد جے

میں نے اپنے متن میں اس طرح کر دیا ہے۔

کہیا راذکوں دھات بنیاد آد ✦ کہ جے زور کس نہ کہے دھات واد

پدم راؤ میں کہیں "کے" کو "کہ" کے معنی میں استعمال کیا ہے اور کہیں اس کے برعکس "کہ" کو "کے" کے معنی میں استعمال

کیا ہے۔ یہ دو مثالیں دیکھئے :

سنیا تھا کے ناری دھرے بہت چھند
سو میں آج دیٹھا تری چھند بند ۱۵۵

میاں "کے" "کہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اب دوسری مثال دیکھیے :

جو کرتار محبکوں کیا ہوئے راؤ
اسنگت کر کیوں دیکھ سکوں انیاؤ ۱۵۶

غرض کہ اس قسم کی الجھنوں اور تضاد سے اس مخطوطہ میں قدم قدم پر واسطہ پڑتا ہے اور پڑھنے والا رسم الخط کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے۔ میں نے جتنی کوشش اور محنت اس مخطوطہ کو پڑھنے میں کی ہے اس کا اندازہ اہلِ علم اس مخطوطہ کے عکس پر ایک نظر ڈالنے سے لگا سکتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مجھے ماؤنٹ ایوریسٹ سر کرنے کی خوشی حاصل ہو گئی اور اُردو زبان کی تاریخ گیارھویں صدی ہجری سے نکل کر نویں صدی ہجری تک پھیل گئی۔ اور اب اُردو زبان کے ارتقا، اس کی ساخت اور اس کی لسانی تبدیلیوں کا مطالعہ بھی آسان ہو گیا۔

اُردو زبان کی پہلی تصنیف

اس سوال کے جواب کے لیے کہ مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کو اُردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کیسے کہا جاسکتا ہے اس مثنوی سے پہلے کی تحریروں کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہ مثنوی، جیسا کہ میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں، ۸۲۵ھ اور ۸۳۹ھ کے درمیانی زمانے میں لکھی گئی۔ اس سے فوراً پہلے کی جو تصانیف ہمارے سامنے آتی ہیں اُن میں ایک مختصر "رسالہ" ہے جسے سید محمد اکبر حسینی (م ۸۱۲ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے اور دوسری تصنیف "معراج العاشقین" ہے جس کے مصنف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بتائے جاتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں ہمیں شیخ باجن کی "جکریاں" ملتی ہیں اور اُن سے پہلے امیر خسرو کی "خالق باری" کے علاوہ دوہرے، کہ مکرنیاں اور پہیلیاں بھی ملتی ہیں۔ امیر خسرو سے پہلے ہماری نظر بابا فرید گنج شکر کے کلام پر پڑتی ہے اور اُن سے پہلے کتبِ تواریخ میں مسعود سعد سلمان (م ۵۱۵ھ) کے "دیوان ہندوی" کا ذکر ملتا ہے۔ آیئے اب ایک ایک کر کے "ان تحریروں" کا جائزہ لیں۔

مسعود سعد سلمان (۴۳۸ھ ــــ ۵۱۵ھ) کے دیوانِ ہندوی کے وجود کا پتہ دو ذرائع سے چلتا ہے۔ ایک

امیر خسرو کے "دیباچۂ غرۃ الکمال" سے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"پیش ازیں شاہانِ سخن کسے را سہ دیوان نبودہ مگر مرا کہ خسرو ممالک کلامے مسعود سعد سلمان را اگر ہست اما آں سہ دیوان در عبارتِ عربی و فارسی و ہندوی است و در پارسی مجرد کسے سخن را سہ قسم نکردہ جز من" [۱]

اور دوسرے عوفی کی "لباب الالباب" سے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"او را سہ دیوان ست۔ یکے بتازی و یکے بپارسی و یکے بہندوی" [۲]

لیکن ان مستند حوالوں کے باوجود یہ "دیوانِ ہندوی" اب ناپید ہے اور جب تک یہ دستیاب نہ ہو جائے اس وقت تک اظہارِ افسوس کے ساتھ اس کا ذکر تو کیا جا سکتا ہے لیکن اولیت کا سہرا اس کے سر نہیں باندھا جا سکتا۔

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (۵۶۹ھ ــ ۶۶۴ھ) کے کلام کا کچھ حصہ سکھوں کی مقدس کتاب "گرو گرنتھ" میں محفوظ ہے [۳]۔ ان کے دو چار دوہرے اور اقوال "خزائن رحمت اللہ" [۴] میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن ان متفرق اور بکھرے ہوئے تبرکات کو باقاعدہ تصنیف کے ذیل میں نہیں لایا جا سکتا۔

اس بات کا پورا ثبوت موجود ہے کہ امیر خسرو (۶۵۱ھ ــ ۷۲۵ھ) نے ہندوی میں بھی طبع آزمائی کی تھی خود غرۃ الکمال کے دیباچے میں امیر خسرو نے لکھا کہ "جزوے چند نظم ہندی نذر دوستاں کردہ شدہ است" [۵]۔ لیکن اس زمانے کی سیاہ اور رکھی۔ فارسی منہ چڑھی تھی اور اردو گری پڑی۔ لکھنے والے نے تفننِ طبع کے لئے لکھا اور پڑھنے والوں نے وقتی طور پر اس سے لطف اٹھایا۔ پھر لکھنے والا بھی بھول گیا اور لطف اٹھانے والے بھی۔ لیکن عوام نے جن کی زبان میں یہ لکھا گیا تھا، اسے سینے سے لگایا اور سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتے رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ اس کلام کی نہ صرف شکل بدل گئی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو گیا۔ اور پھر جب اردو کے بھاگ پھرے تو یہ جاننا مشکل ہو گیا کہ اس میں امیر خسرو کا کلام کتنا ہے اور الحاقی عنصر کتنا ہے۔ "خالق باری" امیر خسرو کی تصنیف ضرور ہے لیکن اولاً تو یہ لغت کی کتاب ہے۔ ثانیاً ان کے دوسرے ہندوی کلام کی

---

[۱] دیباچۂ غرۃ الکمال: امیر خسرو، ص ۲۶، مطبع قیصریہ۔ دہلی

[۲] لباب الالباب، جلد دوم ص ۲۴۶، مطبوعہ کیمبرج ۱۹۰۲ء

[۳] اورینٹل کالج میگزین میں موہن سنگھ دیوانہ کے مضمون کی پہلی قسط فروری ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی اور آخری قسط فروری ۱۹۳۹ء میں۔

[۴] خزائن رحمت اللہ (فارسی) قلمی مخزونہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی۔

[۵] دیباچۂ غرۃ الکمال

طرح اس میں بھی الحاقی عنصر اتنا شامل ہو گیا ہے کہ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میں خود امیر خسرو کا کلام کتنا ہے اور الحاقی کلام کتنا ہے۔

شیخ بہاء الدین باجن (۹۰۰ھ ــــ ۹۱۲ھ) سے ایک فارسی تصنیف "خزائن رحمت اللہ" یادگار ہے جس میں صوفیائے کرام کے اقوال کے علاوہ اُن کے اپنے پیر و مرشد شیخ رحمت اللہ کے ملفوظات و اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ ساتھ ساتھ شاہ باجن نے اس کے بابِ ہفتم میں اپنے دوہرے اور "جکریاں"[1] بھی جمع کر دیئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ فارسی کی کتاب ہے۔ اس سے اُردو زبان کے قدیم ترین نمونے تو اخذ کئے جا سکتے ہیں لیکن اسے اُردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

سید محمد اکبر حسینی (م ۸۱۲ھ) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے تھے جو اُن کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ عمر یافعی مرحوم نے تین صفحات پر مشتمل ایک رسالہ دریافت کیا تھا جس میں پندرہ سطریں نثر میں اور اڑتیس ابیات ہیں۔ رسالے کے شروع میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"ہذا رسالہ بندہ نواز گیسو دراز"

اور خاتمے پر

"من تصنیف سید محمد اکبر حسینی بندہ نواز"

کے الفاظ ملتے ہیں۔ عمر یافعی نے لکھا کہ "حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کو اُردو کا مصنف تسلیم کر لیا جاتا ہے تو پھر یہ تصنیف ان کی یا اُن کے بڑے صاحبزادے سید محمد اکبر حسینی کی تسلیم کر لینی پڑے گی۔ لیکن بندہ نواز گیسو دراز کے نام سے جو معراج العاشقین شائع کی گئی ہے اس سے اس کی زبان صاف معلوم ہوتی ہے۔"[2] رسالے پر نہ سالِ تصنیف درج ہے اور نہ سالِ کتابت۔

---

[1] "خزائن رحمت اللہ" (قلمی) "خزینۂ ہفتم" میں شیخ بہاء الدین باجن نے "جکری" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"در ذکر اشعار کہ مقولۂ ایں فقیر است بزبان ہندوی جکری خوانند و قوالانِ ہند آں را در پردہائے سرودی نوازندی سرایند۔ بعضے در مدح پیر دستگیر و در صفت روضۂ ایشاں و در صفتِ وطنِ خود کہ گجرات است و بعضے در ذکر مقصد خود و مقصوداتِ مریدان و طالباں و بعضے در ذکر عشق و محبت۔"

[2] ۔ مجلۂ مکتبہ جلد ۲، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۲۸ء ص ۲۳ ۔ حیدرآباد دکن

[3] مجلۂ مکتبہ جلد ۲، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۲۸ء ص ۲۳ حیدرآباد دکن

آغاز اور خاتمے کی عبارتوں میں بھی تضاد ہے۔ پھر اس امر کا اعتراف سب نے کیا ہے کہ اکثر مریدان گرامی اپنی تصنیف کو اپنے پیر و مرشد کے نام نامی سے منسوب کرتے رہے ہیں۔ اہلِ دکن نے دکنی ادب کی تلاش و جستجو کے جوش میں بلاتحقیق تین صفحوں کے اس مختصر رسالے کو نویں صدی ہجری کے دکنی ادب کے دامن میں ٹانک کر یقیناً "تحقیقی ستم ظریفی" کا ثبوت دیا ہے۔ یہی صورت معراج العاشقین کے ساتھ پیش آئی۔

"معراج العاشقین" کو پہلی بار مولوی عبدالحق مرحوم نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔ اس کے بعد اہلِ علم و ادب لے اڑے اور کاہ کو "کوہ" بنا دیا۔ پھر کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی کہ یہ تصنیف جسے گیسو دراز سے منسوب کیا گیا ہے درا صل ان کی ہے بھی یا نہیں۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ اب تو ایم اے کے طالب علموں کو بھی اساتذۂ کرام یہی بتاتے ہیں کہ یہ اُردو زبان کی پہلی تصنیف ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ معراج العاشقین کو مرتب کرتے وقت خود مولوی عبدالحق مرحوم بھی تذبذب کا شکار تھے۔ ان کی تحریر میں ایک طرف قیاس آرائی ہے اور دوسری طرف بے یقینی۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔

"چونکہ حضرت (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) کو تصنیف و تالیف کا خاص شوق تھا اور آپ کے قلم سے ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں نکلی ہیں اس لئے یہ قیاس کچھ بے جا نہیں کہ عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے آپ نے بعض رسالے دکھنی اردو میں بھی تصنیف کئے ہوں"[۱]

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"میرے پاس حضرت کے متعدد رسالے اس زبان میں تصنیف کئے ہوئے موجود ہیں لیکن مجھے ان کے شائع کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہمارے یہاں قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ لوگ اپنی تصنیف کو بعض مشاہیر اور نامور بزرگانِ دین سے منسوب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری، غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی کے نام سے فارسی دیوان شائع اور رائج ہیں..... اس بنا پر مجھے ہمیشہ یہ شبہ رہا کہ جو رسالے میرے پاس موجود ہیں وہ حقیقت میں حضرت بندہ نواز کی تصنیف ہیں یا نہیں کیونکہ بعض رسالے جن کی نسبت متعدد ذرائع سے اور متواتر روایتوں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حضرت نے دکھنی میں لکھے تھے تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ اصل فارسی میں موجود ہیں اور یہ اُن کا ترجمہ ہیں"[۲]

اسی لئے انہوں نے ڈرتے ڈرتے "معراج العاشقین" کو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے نام سے شائع تو کر دیا لیکن زندگی بھر

---

[۱] معراج العاشقین مرتبہ مولوی عبدالحق ص۲ (بمبئی با اہتمام غلام محمد انصاری دفا مدیر تاج) ۱۳۴۳ھ

[۲] معراج العاشقین مرتبہ مولوی عبدالحق ص۵ (بمبئی با اہتمام غلام محمد انصاری وفا مدیر تاج) ۱۳۴۳ھ

اصرار نہیں کیا۔ آئیے اب دیکھیں کہ "معراج العاشقین" خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ہے یا نہیں؟ اس امر کی تلاش و تحقیق میں جب ہم نکلتے ہیں تو ہماری نظر "سیر محمدی" نامی ایک تصنیف پر پڑتی ہے جسے شاہ محمد علی سامانی نے، جو خواجہ بندہ نواز کے مرید و خادم تھے، ۸۳۱ھ میں تالیف کیا تھا۔ گویا یہ کتاب خواجہ بندہ نواز کی وفات کے چھ سال بعد تالیف ہوئی۔ اس تالیف کے باب پنجم میں خواجہ بندہ نواز کی ۳۶ چھوٹی بڑی، اہم و غیر اہم تصانیف کا ذکر ملتا ہے جن میں ایک بھی کتاب دکنی اردو میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ معراج العاشقین نام کی بھی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اب اس کے بعد یہ کہنا کہ خواجہ صاحب کی عمر ۱۰۵ سال تھی اور ان کی تصانیف کی تعداد بھی ۱۰۵ ہے یا ان کے قلم سے ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں نکلی ہیں" یقیناً نیازمندانہ خوش فہمی ہے۔ شاہ محمد علی سامانی نے حضرت گیسو دراز کی جن "تصانیف" کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل[1] یہ ہے۔

" در تصانیف حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ بدانکہ تصانیف حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ بسیار است۔ ملتقط تفسیر[1] در قالب سلوک و تفسیرے[2] دیگر آغاز کردہ بودند بر طریق کشاف۔ موازنہ پنج سپارہ شدہ بود، بیشتر تمام نشدہ بود۔ حواشی[3] کشاف، شرح[4] مشارق در قالب سلوک، ترجمہ[5] مشارق، معارف[6] شرح عوارف[7]، ترجمہ عوارف، شرح[8] تعرف، شرح[9] آداب المریدین، عربی و پارسی شرح[10] نصوص، شرح[11] تمہیدات قاضی عین القضاۃ[12]، ترجمہ[13] رسالہ قشیری، و آں کتابے بزرگ است۔ خطائر[14] القدس و آں را عشقنامہ[15] ہم میگویند، رسالہ[16] استقامت الشریعۃ بطریقۃ الحقیقۃ۔ ترجمہ[17] رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی، رسالہ[18] سیر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، شرح[19] فقہ اکبر دو عدد یکے عربی، دوم[20] فارسی، حواشی[21] قوت القلوب، اسمار الاسرار[22]، حدائق الانس۔ ضرب[23] الامثال، شرح[24] قصیدہ امالی، شرح[25] عقیدۂ حافظیہ، عقیدۂ[26] چند ورق، رسالہ[27] دربیان آداب سلوک، رسالہ[28] دربیان اشارت محبان، رسالہ[29] دربیان ذکر، رسالہ[30] دربیان معرفت، رسالہ[31] دربیان رویت ربی فی احسن صورۃ، رسالہ[32] دربیان بود و هست دباشد، و خلافت[33] نامہ مخصوص برائے خدمت مولنا علاء الدین گوالیری نویسانیدہ بودند، و خلافت[34] نامہ برائے قاضی اسحاق چہترہ خلافت نامہ برائے خدمت قاضی سلیمان برادر قاضی اسحاق، و خلافت[35] نامہ مخصوص بجہت شیخ صدر الدین خواند میر، و خلافت[36] نامہ بجہت خدمت مولانا ابوالفتح علاء الدین گوالیری نویسانیدہ بودند۔ کاتب ایں سیر محمدی راجی برحمت ربانی محمد علی سامانی در فترت مغل برابر حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ در گوالیری بود۔"

خواجہ بندہ نواز کی یہ تصانیف سب کی سب فارسی، عربی میں ہیں۔ ربط و تعلق اور زمانی اعتبار دونوں سے شاہ محمد علی سامانی سے زیادہ مستند ماخذ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب جب کہ یہ بات واضح ہو گئی کہ

---

[1] سیر محمدی مولفہ شاہ محمد علی سامانی، مطبوعہ یونانی دواخانہ پریس سبزی منڈی الہ آباد ۱۳۴۷ھ ص ۲۰ و ص ۲۱

معراج العاشقین خواجہ بندہ نواز کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے پروانوں نے جوشِ عقیدت میں آپ سے منسوب کردی ہے تو سوال سامنے آتا ہے کہ آخر پھر یہ تصنیف کس کی ہے اور کس زمانے میں لکھی گئی ؟

"معراج العاشقین" دراصل "تلاوۃ الوجود" کا خلاصہ[1] ہے اور یہ رسالہ اور اس کا خلاصہ دونوں مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری کی تصنیف ہیں۔ مخدوم شاہ حسینی، پیر اللہ حسینی کے مرید و خلیفہ تھے جو میراں جی خدانما کے مرید و خلیفہ تھے۔ میراں جی خدانما کا سالِ وفات ۱۰۷۰ھ ہے۔ یہ حضرت امین الدین اعلیٰ کا سلسلہ ہے اور "تلاوۃ الوجود" میں، جس کا خلاصہ "معراج العاشقین" ہے، "سلسلۂ امینیہ" کے مخصوص تصوف کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف گیارھویں صدی ہجری کے اواخر اور بارھویں صدی ہجری کے اوائل کی تصنیف ہے جبکہ حضرت گیسو دراز کا سالِ وفات ۸۲۵ھ یعنی تقریباً پونے تین سو سال پہلے کا ہے۔

اس جائزہ کے بعد اب لے دے کر "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" رہ جاتی ہے جسے اردو زبان کی پہلی تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے اور جب تک کوئی اور تصنیف سامنے نہ آجائے اولیت کے "تختِ سلطنت" پر کدم راؤ پدم راؤ کی حکمرانی رہے گی۔

۳

لسانی مطالعہ

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی اولین اہمیت یہ ہے کہ یہ اردو زبان کا قدیم ترین ادبی و لسانی نمونہ ہے جسے ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۵ء کے درمیانی عرصے میں، آج سے تقریباً پونے چھ سو سال پہلے، بہمنی دورِ حکومت میں فخر دین نظامی نے تصنیف کیا۔ اس وقت شمال سے دکن پہنچے ہوئے اُردو کو تقریباً سوا سو سال ہو چکے تھے اور مغل شہنشاہ بابر کے ہندوستان آنے میں ابھی سوا سو سال کا عرصہ باقی تھا۔ یہ مثنوی اس زبان کا نمونہ ہے جو شمال سے دکن گئی اور وہاں بازار ہاٹ کی عام زبان بن کر پھلی پھولی۔
یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ شمال سے کوئی ایک بولی دکن نہیں پہنچی بلکہ علاء الدین خلجی کی فوجوں کے ساتھ، پھر امیرانِ صدہ اور ان کے لواحقین و متوسلین کے ساتھ اور اس کے بعد محمد تغلق کے زمانے میں، جب دارالحکومت دِلّی سے دولت آباد منتقل ہوا اور دِلّی خالی ہوگئی، جو لوگ دکن پہنچے وہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ بھانت بھانت کی بولیوں کے درمیان یہ زبان ہی ایک ایسی زبان تھی جو اُن کے اور مقامی آبادی کے درمیان ربط، اشتراک، اتحاد اور ابلاغ کا ذریعہ تھی۔ اسی لیے وہ زبان جو کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہے اس میں نہ صرف ضمائر اور افعال کی شکلوں میں تنوع پایا جاتا ہے بلکہ ایک ہی اسم کے لیے مختلف الفاظ اور مختلف املا بھی ملتے ہیں۔ یہ اثرات اس مثنوی میں خصوصیت کے ساتھ اس لیے زیادہ اور واضح ہیں کہ ابھی تک دکنی، جو اُردو کے ایک علاقائی روپ کا نام ہے، اپنا معیاری رنگ قائم نہیں کر سکی تھی۔ اس مثنوی میں بیک وقت کھڑی، پنجابی، راجستھانی، برجی، گجری، سندھی، سرائیکی اور مرہٹی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ میں نے جب پنجابی، سندھی، کھڑی، راجستھانی، برجی

---

[1] معراج العاشقین کا مصنف از ڈاکٹر حفیظ قتیل۔ نیشنل پرنٹنگ پریس چار کمان حیدرآباد ۱۹۶۳ء

اور گجراتی بولنے والوں کو الگ الگ اس مثنوی کے اشعار پڑھ کر سنائے تو انھوں نے جہاں اور کئی باتیں کہیں وہاں یہ بات مشترک تھی کہ یہ زبان ان کی اپنی زبان سے قریب ہے اور آج بھی اس کے بہت سے الفاظ ان کے گھروں میں بولے جاتے ہیں۔ اس تجربے سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ قدیم زبان، جو اس مثنوی میں استعمال ہوئی ہے، اس میں صدیوں کے میل جول سے متعدد زبانوں کا خون شامل ہے اور اسی خاندانی مشابہت کی وجہ سے مختلف زبانیں بولنے والے اسے اپنی زبان سے قریب تر پاتے ہیں۔ معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی حالات کے ساتھ اُردو کا ذخیرۂ الفاظ، لہجے اور اسالیب تو بدلتے رہے لیکن یہ ہمیشہ سب ہند آریائی زبانوں کی ایک زبان بن کر پروان چڑھتی رہی۔ اسی لیے میں اس زبان کو برصغیر کی ساری ہند آریائی زبانوں کا عادِ اعظم مشترک کہتا ہوں۔

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس مثنوی میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس میں روزمرہ اور محاورے کی ایسی رچاوٹ ہے کہ اسے دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مثنوی اس زبان کا پہلا نمونہ نہیں ہے بلکہ اس سے قدیم تر نمونے بھی ہوں گے جو یا تو ضائع ہو گئے یا ابھی تک ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ پروفیسر محمود شیرانی نے احمد دکنی (گجراتی) کی "لیلیٰ مجنوں" کا تعارف کراتے ہوئے لکھا تھا کہ "احمد کے ہاں جو نظم کی حالت دیکھی جاتی ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ مثنوی کا ابتدائی نمونہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسے وقت کی یادگار ہے جب کہ نظم نے معتدبہ حد تک ترقی کر لی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلاطین بہمنیہ کے دَور میں بھی اُردو شعرا موجود ہوں"[1] یہی بات کدم راؤ پدم راؤ کی زبان کی حالت دیکھ کر کہی جا سکتی ہے۔ "کدم راؤ پدم راؤ" میں فارسی عربی کے اثرات بھی ہیں، اسلوب میں، ذخیرۂ الفاظ میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اس مثنوی میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے صرف سوا سو کے قریب الفاظ عربی و فارسی کے ہیں۔ ان میں بھی بہت سے الفاظ بگڑی ہوئی شکل میں آئے ہیں۔ مثلاً یہ چند مثالیں دیکھیے۔

شعر ۲	ع	مشالا ایک سُورا جیا یا سرشت	(مشالا = مشعل)
شعر ۵۰	ع	کہ جو زا دھرے بہت دُر باش کر	(دُرباش = دُورباش)
شعر ۶۳۵	ع	ہری ہنکھ کا نون جگ تھیں اُچاؤ	(کانون = قانون)
شعر ۲۲۳	ع	کہ بہت بن ہوئے اور جمّت بن ہوئے	(جمّت = ہمّت)
شعر ۹۲۲	ع	پڑیا یوں دسے جیوں طبیلا ترنگ	(طبیلا = طویلہ)

ان کے علاوہ عربی و فارسی کے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

قلم، سرشت، فلک، فرشتے، توحید، نغز گفتار، نور، بنیاد، شرع، کسریٰ وکے، درویش، خدا باصفا، اُولوالامر

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول ص ۲۱۶۔ مجلس ترقی ادب۔ لاہور۔

نعت، مدح، سلطان، شاد، شادی، عطارد، مُسخّر، عَلَم، بغول، طَبل، جوزا، بارگ، شہ، گنج، دُر، گُل، تاج، شہنشہ، آل، دلی، لقب، جہانگیر، سبق، دُون، تفنگ، گشتہ سر (یعنی سرگشتہ)، وے، برائے، سلام، دُنیا، ذکر، اردگان، زنب، راہ رو، دل، بَد، نایاب، نقش، قضا، خَر، فاختا (فاختہ)، جفت، عدل، قبا، وزارت، شہر، نقش باز، پائے بند، بادنی، اُمت، ان شاء اللہ تعالیٰ، فراش، سقا، مطبخ، سخی، حلال، جلال، میزبانی۔

ایک آدھ جگہ پورا کا پورا مصرع فارسی کا آگیا ہے۔ مثلاً

شعر ۴۲۱ ؎ مُرصّع مکلّل قبا سر کلاہ

لفظ "برائے" (کے لیے) کا یہ استعمال بھی دیکھیے:

۳۹۲ ؎ ہمارے رب رائے ترقی برائے

اُردو زبان اپنے ارتقا کے دوران، اسلوب، لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے دو منزلوں سے گزری ہے۔ اس کی پہلی منزل خالص ہندوی روایت ہے۔ اس دور میں، اور یہ دور مسلمانوں کی آمد اور ان کے تہذیبی اثرات کے ساتھ شروع ہوتا ہے، اس نے اپنے اظہار کے لیے پراکرت و سنسکرت کے علاوہ شورسینی اپ بھرنش کی بولیوں سے فیض حاصل کیا اور عربی و فارسی کے الفاظ خال خال استعمال کیے۔ اس دور کی زبان، فکر اور تصوف پر ہندوی اسطور کا رنگ گہرا ہے۔ امیر خسرو کا کلام ہو، بابا فرید یا شاہ باجن کا وہاں ہمیں یہی رنگ دکھائی دیتا ہے۔ وہ اہلِ علم و ادب جو اُردو ادب و شاعری کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اسنے صرف فارسی و عربی ادب اور اسلامی اثرات کو اپنایا اور ہندوی روایت و فکر کو نظر انداز کیا یہ بھول جاتے ہیں کہ اُردو شاعری کی پہلی روایت خالص ہندوی اسطور، اصناف اور اوزان پر قائم ہوئی۔ اور ہندوی تصوف کے اسی رنگ کو قبول کیا جو برِصغیر میں ناتھ پنتھیوں، بھگتی کال اور نرگن واد کی شکل میں رائج تھا۔ اس دور کی شاعری کی اصناف وہی ہیں جو برِصغیر میں بھجن، گیت اور دوہروں کی شکل میں زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھیں۔ لیکن جب اس روایت کو استعمال میں آتے آتے تقریباً پانچ صدیاں گزر گئیں اور اس روایت میں نئی نسلوں کے نئے ذہنوں کی تخلیقی پیاس بجھانے کی صلاحیت باقی نہیں رہی اور اس روایت سے تخلیقی سطح پر جو کچھ لیا جاسکتا تھا لیا جاچکا تو نئے ذہن نے نئے راستوں کی تلاش شروع کی۔ بدلے ہوئے معاشرتی و تہذیبی حالات کے پیشِ نظر انہوں نے اب اُس ادب کی طرف دیکھا جو دربار سرکار میں پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ اور جو نہ صرف اُن سے قریب تھا بلکہ ادب و شعر کی پختہ قدیم روایت کا بھی حامل تھا۔ اسی کے ساتھ فارسی ادب کی طرف رجحان بڑھنے اور پھیلنے لگا۔ ہمارے زمانے میں جو حیثیت نئے تخلیقی راستوں کی تلاش میں انگریزی و مغربی ادبیات کو حاصل ہے وہی حیثیت پہلے ہندوی روایت، اصناف و فکر کو حاصل رہی۔ اور پھر پانچسو سال بعد یہ حیثیت فارسی ادب و اصناف کو حاصل ہوگئی۔ رد و قبول کا یہ فطری عمل ہے۔ امیر خسرو سے لے کر شاہ باجن اور نظامی تک اور نظامی سے لیکر میراجی شمس العشاق برہان الدین جانم بلکہ ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو تک ہندوی روایت ہی کا دَور دورہ رہتا ہے۔ نویں صدی ہجری میں فارسی

اثرات بہت دبے دبے داخل ہونا شروع ہوتے ہیں اور فارسی بحور و اصناف بھی خال خال استعمال میں آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلوب، لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ پر اب بھی ہندوی چھاپ گہری بلکہ غالب رہتی ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ فارسی مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ اس کی بحر بھی "فعولن فعولن فعولن فعول" فارسی ہے لیکن بحیثیت مجموعی اسلوب و ذخیرۂ الفاظ پر ہندوی رنگ اتنا غالب ہے کہ فارسی بحر اور فارسی و عربی الفاظ کے وجود کا احساس مشکل سے ہوتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر اور گیارھویں صدی ہجری کے ابتدائی پچیس سال فارسی اثرات کے پھیلنے، بڑھنے اور مقبول ہونے کے سال ہیں۔ اس وقت فارسی ادب سے خوشہ چینی کرنے کا رجحان اتنا بڑھا کہ گیارھویں صدی ہجری کے ختم ہونے تک یہ واحد ادبی رجحان بن گیا۔ اور اسی کے ساتھ یہ طے ہو گیا کہ اُردو زبان کا نیا اسلوب اب اسی اسلوب و روایت سے مل کر پیدا ہوگا۔ اسی رجحان کے ارتقا نے آگے چل کر اُردو زبان کے اس عالمگیر معیار کو جنم دیا جسے آج ہم "ریختہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جس کا سب سے بڑا نمائندہ "ولی دکنی" ہے۔ اسی کے ساتھ اردو زبان کا یہ نیا اسلوب برصغیر کے سارے علاقوں میں یکساں طور پر مقبول ہو گیا اور اُردو زبان کے علاقائی روپ مثلاً گجری و دکنی وغیرہ اسی کے ساتھ تاریخ کی جھولی میں جا گرے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں یہ رجحان اپنی ابتدائی شکل میں نظر آتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مثنوی میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس کا بنیادی ڈھانچہ، فاعل، فعل، مفعول کی ترتیب، مصرعوں کی ساخت، ضمائر اور افعال کا استعمال وہی ہے جو آج بھی اردو زبان کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ مثنوی اردو زبان کی پہلی روایت کی نمائندہ ہے جس کا ذخیرۂ الفاظ، اسلوب، لہجہ آج کی زندہ اور بولی جانے والی زبان سے مختلف ہے۔ لیکن اگر اس کا مقابلہ آج کی اس زبان سے کریں جو ہندوستان کی ادبی کتابوں میں نظر آتی ہے اور جسے "ہندی"[1] کا نام دیا جاتا ہے اور جس میں سنسکرت کے تت سم الفاظ دوبارہ زندہ کئے جا رہے ہیں تو اس کا اسلوب جدید ہندی اسلوب سے مشابہ نظر آتا ہے۔ لیکن سوائے اس کے اس کی زبان وہی ہے جو آج ہم بولتے ہیں اور جسے اُردو کے نام سے پکارتے ہیں مثلاً جب ہم یہ شعر پڑھتے ہیں تو ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم کسی بالکل مختلف زبان کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

جو کچھ کال کرنا سو توں آج کر ✦ نہ گھال آج کا کام توں کال پر
بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہ ہوئے ✦ بُرے کوں بھلائی کرے ہوئے تو ئے
نجے کی نمی بُدھ مانے نہ کوئے ✦ نخاں سو نخاں جے نبی پوت ہوئے

---

[1] ڈاکٹر سری رام شرما نے لکھا ہے کہ "حالیہ زمانے میں انقلابی تغیر یہ ہوا کہ تمام آریائی زبانوں میں پھر سے قدیم ہند آریائی الفاظ (سنسکرت کے تت سم الفاظ سے مراد ہے) کا چلن ہوا"۔ دکنی زبان کا آغاز اور ارتقا ترجمہ غلام رسول ص۹ مطبوعہ اندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی، حیدر آباد۔

کدم راؤ کہیا پدم راؤ سُن	+	کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گن
نہ اگلا سنبھالے کہ پچھلا کہاں	+	نہ پچھلا سنبھالے کہ اگلا کہاں
کہ جے بول میرا سُنے تیس کہوں	+	کہ جے نہ سُنے تِل گھڑی نہ رہوں
کہیا راؤ سُن دشٹ پڑھاں ابول	+	اٹھیا گرج یوں جیوں اُٹھے گرج ڈھول
جے جیبے کا جو ہوئے سو کر سکے	+	نہ بڑھی کیسرا کام باندر سکے
دھریں دھر پھرے لوک کہنا پکار	+	دونا ہوا راؤ آکھور مار
نہ روو ے کدھیں چوہر کی ماں پکار	+	رووے گھال کر مکھ کو کھٹی منجھار
کدم راؤ جب بھول راداں ہوا	+	ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا
بچاریا ہری پنکھ کیتا اڑوں	+	کہاں لگ اڑوں جائے کیدھر پڑوں
ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ ہوئے	+	پدم راؤ جانے نہ یہ کون کوئے
اکایک کہوں کیوں الپس ناٹو ہوں	+	کدم راؤ ہیرا نگر کا سوہنل
جو جس گئے کا دُود جیوے سو گئے	+	ہوئی دیکھ باکھر اسے کاٹ کھائے
نہ فراش سقا نہ توں مطبخی	+	سکی نانو دھر کیوں کہاوے سکی
دو چِتا نگر ساچ یک بول کہہ	+	کدم راؤ توں کیوں ہوا کھول کہہ
سبھی کھیل اُس کے کرن ہار وہ	+	کرنہار جوگی نہ کرتار وہ
پدم راؤ من میں دھریا ایک بات	+	کہ جس بات تجھے چڑھیا ناگ ذات
جو نیت کرے کام جے کچھ کوئے	+	اُسی کا بھلا بھی اُسی سات ہوئے

اس زبان میں اتنی خلیج بھی حائل نہیں ہے جتنی انگلش اور اولڈ انگلش میں حائل ہے۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں روزمرہ اور محاورہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جس سے زبان کے ارتقار اور چاؤ کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ٹھکائی کرنا ــــ کہیں ہیں تجھے دیوں بار جگ	+	ٹھکائیں کروں جو کرے جگ ٹھگ	۵۰۹
گانٹھ باندھنا ــــ ستم ایک ے گانٹھ باندھے جیکوئے	+	کہ اس بدھ تھیں کیوں ..... ہوئے	۵۰۳
کان پٹی لگی دھرنا (دینا) ــ جو آکھور کیرے بھوں کھول گُن	+	تہیں کان انگل دھرے بات سُن	۵۵۲
پھول پھل ہونا ــــ بھلا دیکھ سنبھل بڑا دیکھ جھانٹ	+	کہ پھر پھول پھل ہوئے سکی کانٹ کانٹ	۹۰
باد ہونا ــــ گیا باد ہوا جیو تن چھوڑ بوجھ		کھونا چلیا کرن لاگا اسوجھ	۷۳۶

ہوا ہونا ______ کدم راؤ جب کھول راواں ہوا + ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا ۷۳۵

آنکھ بھر دیکھنا ______ جو بونٹ اُس دکھادے ..... + جو بھر آنکھ دیکھے کہوں آنکھ پھوڑ ۸۴۴

میاں میں منھ ڈالکر دیکھنا ____ نہ پڑ آج تھیں توں اس ابھمان منہ + تہیں دیکھ مُکھ گھال کر میاں منہ ۸۶۰

بول اُٹھنا ______ گیا راج تجہ جب اُٹھیا بول یہ + جو سیوٹ اٹھیا لوگ یہ بول کہہ ۶۹۰

جوگ پڑنا ______ بجانوں کہ تجہ جوگ یہ کیوں پڑے + کہ یہ جوگ تجہ راؤ راجن اڑے ۶۹۶

باسی تواسی ______ سو جوگی نہ ہوں ہوں جو باسی دھروں + نہ باسی دھروں نہ تواسی دھروں ۳۹۴

کل کل ہونا ______ جہاں سُو ملیں پُرکھ کل کل نہ ہوئے + تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے ۲۴۳

سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا ____ نہ سر باد کر دُود کوں ہین تاک + سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک ۲۰۶

آسمان کے تارے توڑ لانا ____ گھرا بھی بہت جھونٹ نہ بول جوڑ + جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ ۸۵۸

آنکھ پھوڑنا ______ 〃 جو بھر آنکھ دیکھے کہوں آنکھ پھوڑ ۸۵۴

کھول کر کہنا ______ 〃 کدم راؤ توں کیوں ہوا کھول کہہ ۸۹۴

ناک کاٹنا ______ 〃 بتولی دیا پو کچھتے کاٹ ناک ۸۷۰

سر چڑھنا ______ 〃 سو کھیں آج منجہ سر چڑھیا پائے دھر ۸۷۴

ناک اونچی کرنا ______ 〃 جناں ناک اونچی کرے باؤ بل ۷۶۱

یہ صرف چند مثالیں نمونے کے طور پر میں نے پیش کی ہیں۔ ورنہ اس قسم کے سینکڑوں روزمرہ محاورات کے موتی پوری مثنوی میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہی صورت ضرب الامثال اور کہاوتوں کی ہے۔ کچھ کہاوتیں ایسی ہیں جو فارسی سے ترجمہ ہو کر عام ہوگئی ہیں اور کچھ کہاوتیں ایسی ہیں، جو صدیوں سے سینہ بہ سینہ چل کر ہم تک پہنچی ہیں۔ ذیل میں جو مثالیں میں دوں گا وہ آج بھی کم و بیش اسی طرح بولی جاتی ہیں۔

۱۔ آج کا کام کل پر مت چھوڑ

جو کچ کال کرناں سو توں آج کر + نہ گھال آج کا کام توں کال پر ۱۲۲

۲۔ چھری سونے کی بھی ہو تو کوئی پیٹ میں نہیں مار لیتا

چُھری ات کندن سی کہ جے ہوئے + اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے ۱۷۰

۳۔ سانپ کا کاٹا رسّی سے بھی ڈرتا ہے۔

ڈودھا سانپ کا ہوئے جے کا دڑی + ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی ۱۷۱

۴۔ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک مار مار کر پیتا ہے

بڑے سلاچ کہہ کر گئے بول اچوک + دودھا دُودکا چھاچھا پیوے پھوک ۱۶۲

۵۔ چور کی ماں کوٹھی میں منہ ڈال کر روتی ہے۔

نہ رووے کدھیں چور کی ماں پکار + رووے گھال کر مُکھ کوٹھی منجھار ۱۷۶

۶۔ کُتے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔

جنتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے + نہ سیدھی کدھیں کوتری پُچ ہوئے ۱۹۸

۷۔ پانچوں انگلیاں کبھی ایک سی نہیں ہوتیں۔

منہو سی کدھیں پانچ انگُل سمان ۲۰۲

۸۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

جیسا اوچتا دیہہ دے پیٹ بھر + لے بِلی بھل چھینکا پڑیا ٹوٹ کر ۲۴۹

۹۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔

بڑے ساچ کر گئے گُن سگن + گھیوں پیتے پیسیا جائے گھُن ۲۷۵

۱۰۔ سانپ بھی اپنے بل میں سیدھا چلتا ہے۔

سبھی ٹھاؤ جے سانپ کوڈھا چلے + اپس ٹھاؤ دھبی سو سیدھا چلے ۵۶۲

۱۱۔ بغل میں چھری منہ پر رام رام

مردوہ دو لنگی جو ہوتے دھرستیں + شکر در دہاں اُستزہ آستیں ۶۲۵

۱۲۔ (۱) چھوٹا منہ بڑی بات (۲) چادر دیکھ کر پیر پھیلانا

نھیں منہ بڑا نہ نوالا اُچار + پسار آپنا اوڑنا دیکھ پاؤ ۸۳۶

۱۳۔ تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے زبان کا گھاؤ نہیں بھرتا

کھڑگ مار یا اوپری کے مرے + سبد ماریا جنم تپیا کرے ۸۶۶

۱۴۔ ایک در بند دستر در کھلے

سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس + تسے دوار بند ایک دے کھول دس ۸۹۲

۱۵۔ اپنا ہی سکّہ کھوٹا تو پرکھنے والے کو کیا دوش

جب اپنا ہوا دام کھوٹا کپنگ + کہیا پارکھی دوس دینا کاھنگ ۹۰۶

۱۶۔ جن کا منھ نہ دیکھا تھا اُن کے پاؤں دیکھنے پڑے۔

جنھیں مُکھ دیٹھا تھا بات راج + تنھن پائے دیکھین پڑے منجھ آج — ۸۷۳

۱۷۔ سب کھیل اُس (اللہ) کے ہیں۔

سبھی کھیل اُس کے کرنہار وہ + کرنہار جوگی نہ' کرتار وہ — ۸۷۵

۱۸۔ دُور کے ڈھول سہانے

بھلی جاسنے دور تھیں ڈھول ناد + برا وہ جو نیڑے کرے ڈھول ساد — ۸۹۹

۱۹۔ مٹی میں ہاتھ ڈالے تو سونا بن جائے

جسے دیہہ سر بھاگ تو تس سرے + جو ماٹی پکڑ ہت سُنا کرے — ۷۷۲

۲۰۔ بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑ دیا

جو پاتھر اپس بھی اُٹھے تس اُٹھائے + اپس جو اُٹھے نا' تسے چوم جائے — ۷۷۹

ضرب الامثال اور کہاوتوں کی ایسی چند مثالیں جو فارسی سے جوں کی توں یا ذرا سی تبدیلی کے ساتھ اردو زبان کا حصہ بن گئی ہیں اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہیں۔

(۱) خشتِ اول گر نہد معمار کج + تا ثریا می رود دیوار کج

جو نیکا اُٹھے ترن بن رُکھہ کوئے + سو سیدھا کدھیں رُکھہ بدھن نہ ہوئے — ۱۹۷

(۲) جان خوش تو جہان خوش

نہ سینا ہونگ کر اُس ورمان + سُکھی آپنا جیو تو سب جہان — ۲۱۴

(۳) کند ہم جنس با ہم جنس پرواز + کبوتر با کبوتر باز با باز

پنکھیرو اڑے دیکھ کر آپ ونس + چڑی ل چڑی را ور ل، ہنس ہنس — ۲۳۱

(۴) خلق خدا تنگ نیست + پائے مرا لنگ نیست

نکل جاؤں سر ہانہ منج تنگ نہ + جہاں جاؤں سینار تو تنگ نہ — ۱۵۵

(۵) نیکوئی با بداں کردن چنان است + کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہ ہوئے + بُرے کوں بھلائی کرے ہوئے توئے — ۸۴۹

(۶) چاہ کندن را چاہ در پیش۔

کرے کوئی کس تا بکھوٹے جے کود + بی پڑ مرے کود تس کر دروہ — ۸۷۸

تلمیحات

جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ہندو اسطور کا رنگ غالب ہے لیکن تلمیحات میں جہاں ہندو اسطور سے فیض اٹھایا گیا ہے وہاں اسلامی تلمیحات بھی موجود ہیں۔ ذیل کی یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

کھلے تیں کہیا آج راماں منجہ ، کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ		۱۴۲
براہیم ادھم کہ جیوں چھوڑ راج ، گیا راج تھل دے سنور آپ کاج		۲۱۵
کہ جے رام کے یار ہنونت تھا ، نہ تجہ سارکا اوہ ہنونت تھا		۵۸۰
نہ منجہ دھیر ایوب نہ نوح نانو ، نہ منجہ درب قاروں رکھوں کت پانو		۶۸۵
دھرم بھیم سہدیو ارجن چگل ، اکنکل کروں پانچ پانڈو کھکل		۹۶۱
کروں بن کتک توں سونچ تجہ کام ، نہ ہنونت سے نہ لکھن نہ رام		۹۹۸

مرہٹی زبان کے اثرات

"چ" تاکیدی اور حرف انکار "نکو"

شمال سے جب اردو زبان اپنی قدیم شکل میں دکن پہنچی اور وہاں کی مقامی زبانوں سے اس کا واسطہ پڑا تو اس میں ان زبانوں کے الفاظ اور لسانی خصوصیات بھی در آئیں۔ اس پر سب سے زیادہ اثر مرہٹی کا پڑا اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مرہٹی ہند آریائی زبان تھی اور اس کے الفاظ اس میں آسانی سے گھل مل کر ایک ہو سکتے تھے۔ "چ" کا لاحقہ (ہی کے معنوں میں) مرہٹی میں استعمال ہوتا ہے۔ وہاں سے اردو میں آگیا اور دکنی اردو کی پہچان بن گیا۔ کدم راؤ پدم راؤ میں مجھے دو شعر ایسے ملے جن میں یہ لاحقہ (چ تاکیدی) نظر آیا۔

گھرے کوئی اُپچار نا چار پاپ ، نہ بھاوے مجھے وہ جو میراج پاپ		۲۲۸
اکایک کہیا تو تجہ میراج سیکھ ، دھنور بدیا میں دیا تدھ بھیک		۵۵۴

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دکن میں قدیم اُردو نے "چ" کے لاحقے کو اپنے ابتدائی دور ہی میں قبول کر لیا تھا۔

اسی طرح لفظ "نکو" جو حرفِ انکار ہے، مرہٹی سے اُردوئے قدیم میں آیا اور آگے چل کر "چ" تاکیدی کی طرح دکنی اردو کا کلیدی لفظ بن گیا۔ نظامی کے ہاں بھی یہ ایک جگہ ملتا ہے۔

ڈھٹائی نکو کر..... جیو دھیٹ ، نہ جیو تے بہن ڈرنپٹ جتے ایٹ		۸۳۵

مرہٹی کے اور بھی بہت سے الفاظ اس مثنوی میں موجود ہیں۔ ایک جگہ نظامی نے مرہٹی سبد کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دد

شعر ہے۔

سبد مرچ جے کبیا ایک چت ۔ کرجے آپ سے داس داوان گت ۔ ۴۰

پنجابی کا اثر

اُردو اور پنجاب کا تعلق ابتدا سے ندرت گہرا رہا ہے ملکہ پنجاب اردو کا پہلا گہوارہ ہے۔ اسی لئے پنجابی کا اثر قدیم اُردو پر بہت نمایاں ہے۔ ندرت اسما، افعال وغیرہ پر یہ اثر واضح ہے بلکہ اردو کے پہلے بنیادی لہجہ کی تشکیل میں بھی پنجابی نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں بھی یہ اثرات گہرے اور نمایاں ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں جن سے اردو، پنجاب اور پنجابی کے قدیمی رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔

آنیں ـــ آنا ، لانا	ع	ہتیں ساکھ ہوکر نہ آنیں دوئی	۳
	ع	بڑا دُکھ آنیا شرع کی ادان	۳۴
دِسے = دکھائی دے	ع	جو مجہ انک دِسے سومندان تجہ	۵
سنوئے ۔ پنجابی طرزِ تخاطب	ع	سنوئے فخر دیں تو بسر آ نکھیا	۳۸
کیتا ۔ ماضی مطلق کی شکل	ع	نبی بیر منڈ دند کیتا ہنار	۳۸
لوڑے ـــ لوڑنا = ضرورت کھنا ، تلاش کرنا	ع	فلک بیچ لوڑے جے سر سنجری	۱۰۴
	ع	بھلا لوڑیے کوئی جے دے ادھار	۱۲۳
نیکا = چھوٹا	ع	جو نیکا اُٹھے ترن بن دُکھ کرے	۱۹۷
چھوڑسی	ع	نہ تھک تھک پنا چھوڑسی جگت لگ	۲۰۰
ہنوسی	ع	ہنوسی کدھیں پانڈر ہنک لگ	۲۰۰
کدھیں	ع	ہنوسی کدھیں پانچ انگل سمان	۲۰۲
رہسی ۔	ع	نہ رہسی جو دسے کچھو نقش نانو	۲۱۷
اَگ = آگ	ع	کپٹ بھاؤ تھیں مجہ اُٹھے سبس اَگ	۲۲۹
دوجا = دوسرا	ع	جو دوجا نہ دیکھے پُرکھ تب لگ	۲۳۰
آکھے	ع	کدم راؤ آکھے سنی بات دھن	۲۵۱
آن	ع	کوئی جے بہے بھوک گر آن روس	۲۸۱
سوں = قسم	ع	نرا دھار کی سوں اُدھر نہ کھول	۲۳۷

بھر۔ باہر	ع	نہ آنوں بہر سکہ تجہ سک بول	٣٣٧
آدسی	ع	نہ پرگورمیں توں رہن آ دسی	٣٩٧
بدل و بادل	ع	پڑے کیوں نہ بجلی بدل سہیں ٹوٹ	٥٢١
نکرسوں	ع	نکرسوں تدر دان دیوں اتال	٥٩٠
جاسوں	ع	ترے پائے تیوں چھوڑ جاسوں کہیں	٦٣٨
بارسی	ع	رہے راج تیں دیکھ کیوں بارسی	٧٩٢
پچھیں	ع	اُچاسیں پچھیں سر یا دوسے پلٹے	٨٠٩
گراس	ع	جو اکاس لاگے دپی منجہ گراس	٨٧٥
اکھیاں ۔ آنکھیں	ع	جو اکھیاں تجے ہوئے آکھوں تجے	٨٣٩
ڈیل ۔ وقت	ع	سہاروں تسی ڈیل کے سب بجن	٩١٥

یہ میں نے یہاں چند مثالیں دی ہیں ورنہ مثنوی کے مطالعے سے ان اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ یہ اثرات شاعری کے مزاج میں، لہجہ میں، ذخیرۂ الفاظ میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔

گجراتی اثرات

اسی طرح اس مثنوی کے زبان و بیان پر افعال و ضمائر، واحد جمع کے طریقوں پر مختلف زبانوں مثلاً کھڑی بولی، برج بھاشا، ہریانی، راجستھانی وغیرہ کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں جن پر ماہرین لسانیات کو کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اردو زبان پر مختلف زبانوں کے اثرات اور ارتقا کی تصویر سامنے آسکے لیکن یہاں میں صرف گجراتی، سرائیکی اور سندھی کے اثرات کی نشاندہی کروں گا۔ ذیل میں گجراتی اثرات کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

جے	ع	تری ایک میں جے لکھ کھوں ہوتی	٢٣٩
سہدیس نا		جو کچھ میں کہیا بھید سہدیس نا	٣١٨
پردیس نا		کہوں اب یکے بھید پردیس نا	
انے	ع	بجرانگ انجن انے بند ھار	٣٨٣
مانہہ	ع	کھلیں جانیا راڈ تس ڈیل مانہہ	٩٠٧
باپڑا ۔ غریب بیچارہ	ع	کہیں باپڑا نا رہوں میں تکال	٩٥٠
بیجو ۔ دوسری مرتبہ بعدہ	ع	نہ بیجو کیرا ہیں جھگڑ دھروں	٩٧١

پونگڑا = لڑکا، بچہ	ع	پچھو پونگڑا کھاتے جن بیچ مائے	۹۵۰

اسی طرح 'ترت' 'دوجے' 'پچھو اور بہت سے دوسرے الفاظ اس مثنوی میں ملتے ہیں۔

سرائیکی، سندھی اثرات

اس مثنوی میں آخری حرف پر "زبر" عام طور پر لگایا گیا ہے یعنی آخری حرف متحرک آواز دیتا ہے۔ اردو زبان نے اس قاعدہ کو بعد کے دور میں ترک کر دیا اور اب "ہندی" میں بھی اسے تیزی سے ترک کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے لیکن سندھی میں یہ قاعدہ آج بھی رائج ہے۔ سندھی اثرات کی یہ چند مثالیں دیکھئے:

کے (سندھی کھے) بمعنی کو =	ع	گلن کے کیا اونچ تل بھر کھیں	۲۱۰
گھرے بمعنی مانگے، چاہے =	ع	گھرے کوئی اُچپار ناچار باپ	۲۲۸
	ع	دھنی راج کوں بیونان تد گھرے	۳۲۵
کے بمعنی سے	ع	اکھرنات پرمان سے راو کے	۴۷۳
اچہ بمعنی ہو، آؤ	ع	سکھی راج توں آچہ ھتر راج کر	۶۰۷
منجھار = میں، درمیان میں	ع	رودے گھال کر مکھ کو بھی منجھار	۷۱۷
ڑلی	ع	ڑلی کیوں کرے وہ دوانا کبھال	۸۴۰
تلہار = نیچے	ع	نہ منجھ سدھ اوپر نہ تلہار سدھ	۹۴۰
منجھار	ع	تدھاں تھیں رہیا راؤ بیچے منجھار	۱۰۱۷
باہ = آگ	ع	کہ مکھ پھول دے جیئے باہ ہول	۲۹۵
گال = بات، گالی	ع	کہ راوان گیا آج منجھ دیہہ گال	۵۱۱
ہیئں = دل	ع	نہ میرے ہیئں سدھ نہ سیس بدھ	۹۴۰
اوبھا = سندھی میں اُبھا	ع	کنڈل بھیر اوبھا ہوا سرو بن	۹۳۳
اُچایہ = اونچا، اونچا کیا	ع	اُچا سیس باہر کئی یک نہ بات	۹۳۵

کدم راؤ پدم راؤ کا ایک مصرع ہے

ع نہ چنتا کریں ناگ اُس بھاؤ توں

"کریں" یہاں صیغۂ امر ہے اور "کر" کے معنی دے رہا ہے۔ کریں بمعنی کر آج بھی سندھی میں مستعمل ہے۔

جس طرح ان زبانوں سے، جن کی مثالیں میں نے اوپر دی ہیں، اُردو کا تعلق قدیم رہا ہے اسی طرح برج بھاشا،

کھڑی بولی، ہریانی، راجستھانی اور دوسری بہت سی زبانوں کے اثرات بھی اس مثنوی میں ملتے ہیں۔ اب جب کہ یہ مثنوی شائع ہو رہی ہے اور آسانی کے ساتھ سب تک پہنچ سکتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ علم اور ماہر لسانیات اُردو زبان و ادب کے اس قدیم ترین نمونے کا تجزیہ کرکے اردو زبان کے ارتقا کی داستان سنائیں۔ اس کے تجزیہ اور مطالعہ سے زبان کے ارتقا کی بہت سی گم شدہ کڑیاں مل سکیں گی۔

اسم فاعل

قدیم اردو میں مصدر پر "ہار" یا "ہارا" لگانے سے اسم فاعل بناتے ہیں۔ اس کی سب سے پہلی شکل کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہے۔ سندھی و پنجابی میں اب بھی یہ صورت رائج ہے جیسے منگہارو یا منگہار، دینہارو یا دینہار۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

دینہار = دینے والا	ع	بر دبر دنہ جگ تہیں دینہار	۱
رچنہار = بنانے والا، خالق	ع	رچنہار انچھے جینہار توں	۳
رہنہار = رہنے والا	ع	رہنہار بچھیں رہنہار توں	۳
کہنہار = کہنے والا	ع	نظامی کہنہار جب یار ہوئے	۲۸
سنن ہار = سننے والا	ع	سنن ہار سن نغز گفتار ہوئے	
کرنہار = کرنے والا	ع	کرنہار توں، باج تجہ کس کہوں	۷۸۳
		سبھی کھیل اُس کے کرنہار دو	
		کرنہار جوگی نہ کرتار دو	۸۷۵

لاحقے

اُردو نے سابقوں اور لاحقوں کے سلسلے میں فارسی کے علاوہ برصغیر کی بہت سی زبانوں سے فیض حاصل کرکے اپنے دامن کو وسیع کیا ہے۔ اس مثنوی میں "پن" لگا کر بہت سے لاحقے بنائے گئے ہیں۔ بعض علما کا خیال ہے کہ پن سنسکرت سے آیا ہے لیکن اُردو میں یہ سنسکرت سے نہیں بلکہ اپ بھرنش کے ذریعہ داخل ہوا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں اس کی یہ شکلیں ملتی ہیں۔

بھاؤپن	ع	کہیا ناگ دھرتن گیت بھاؤ پن	۱۰۷
دھتورت پنی	ع	کرے گھات کا کام دھتورت پنی	۳۱۱
ترن پن	ع	ترن پن بھلا کچھ جگ جت ہوئے	۳۹۳

ٹھک ٹھک پنا	۶	نہ ٹھک ٹھک پنا چھوڑسی جگت ٹھگ	۲۰۰
سنگت پنی	۶	ملاوے سبھاوک سنگت پنی	۳۱۲
میتر پنا (دوستی)	۶	سرب نول میترپنا جد گھرے	۳۲۵
جان پن	۶	جو انحبان کوں دیبہ توں جان پن	۱۰۰۳
بال پن	۶	سو کوئی جان جانے نہ بجھہ بال پن	۱۰۰۳

سابقے

قدیم اردو میں "سابقوں" کی کئی شکلیں ملتی ہیں۔ بعض الفاظ پر "پر" لگا کر، بعض پر "نر" لگا کر، بعض پر صرف "ن" لگا کر، بعض پر "ک" لگا کر بامعنی لفظ بنائے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ سنسکرت میں بھی رائج رہا ہے اور پراکرتوں اور اپ بھرنشوں میں بھی۔ ان کی چند شکلیں جو مجھے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملیں، یہ ہیں:۔

"پر" لگا کر

پرنار	۶	دُنیا میں بُرا کام پرنار سنگ	۱۰۰
پردوار	۶	کہوں آن پردوار کہلا کروں	۸۶
پرمکھ	۶	نہ پرمکھ کھائیں کوئی تن اگھلائے	۵۹۴
پرچال	۶	جو چال آپی چھوڑ پرچال جائے	۷۴۳
پردیس	۶	کہوں اب پکے بھید پردیس نا	۳۱۸

"ک" لگا کر

کڈھنگ	۶	کہ اس تھیں بُرا کچنا ہیں کڈھنگ	۱۰۰

"ن" لگا کر

نروپ	۶	نروپ یوں دیا رائے پردھان کوں	۷۴
نرس	۶	سوا جتر کھلا کد نہ دیسیں نرس	۶۱۴
نسنگ	۶	بناتی کئی پنکھ طوطے نسنگ	۸۴۰
نکھنڈ	۶	پرن دیبہ چک آج نکھنڈ رات	۱۳۲

"نر" لگا کر

نردھار	۶	جسے ایسا گوسائیں نردھار ہوئے	۸۹۵

ا؎ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے "زیر عنوان حرف "ک"۔

نراسی ۔ سو یہ باؤ آندھی نراسی کب ان ۸۸۴

نرجیو ۔ گھڑی کھانڈ تگ دیکھ نرجیو کر ۹۹۳

نرملا ۔ سدا..... تھا بول تجہ نرملا ۶۳۹

"کو" لگاکر

کوبنگ ۔ جب اپنا ہوا دام کھوٹا کوبنگ ۹۰۶

کوبھیس ۔ کہ دیس آپنا دیکھ منڈوں کو بھیس ۸۹۶

"الف" لگاکر (نفی کے لئے)

ادگھر طبغیر گھڑا ہونا، ناتراشں ؎ پرا ادگھر طسد تجہ سُنی کیوں رہوں ۶۴۷

اچل ۔ نہ چلنے والا ؎ اچل ہے ..... راتے تجہ راتے پہ ۶۹۹

ابھاگ ۔ بدقسمتی ؎ تہیں دیہہ ابھاگ توں دیہہ بھاگ ۷۷۱

اکھاں ۔ نہ کھانا ؎ اکھاناں رہے تیوں نہ تجہ سنور کر ۷۷۰

اسی طرح ادچنا، اچیت، اپار، اچوک، اڈھل، اسنگت، اکھاڈ، ادشکن وغیرہ الفاظ بھی مثنوی میں آئے ہیں۔

نون غنہ کا استعمال

اس مثنوی میں فعل، حرف، اسم وغیرہ کے آخر میں ن کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ یہ استعمال کم ہوتا گیا نہ صرف ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے ہاں نون غنہ کا استعمال (گو دورِ قدیم کے مقابلہ میں بہت کم) ملتا ہے بلکہ محبت خان کی مثنوی "اسرارِ محبت" تک یہ استعمال نظر آتا ہے۔ جدید اردو میں اسے ترک کر دیا گیا ہے اس سے الفاظ کی ادائیگی نسبتاً آسان ہوگئی اور بولنے میں روانی پیدا ہوگئی۔ کدم راؤ پدم راؤ سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

؎ سوں توں شاہ گھنبیر گرُدو اکھیسر ۶۸

؎ اچنتیں توں بولساں بُدھ نہ ۶۹

سو بولیا تجے جو نہ تھا بولناں ✦ اتاں ایک سنجری رہیا کھولناں ۱۲۶

کہی بات رانیں کہ تجہ چھاؤ بل ✦ ہمیں جیوناں جبرم تجہ چپاؤ تل ۱۵۲

نہ اب بھٹیں کسی نار چپاؤ ناں ✦ نہ چپاؤناں نہ تسے راؤ ناں ۱۹۵

گھڑی کھانڈ کا سکھ مد پیوناں ✦ تھاری کیرا دکھ لے جیوناں ۳۲۳

اگر ہیں تن راؤ چپاؤ ناں ✦ کرکت ڈھنگ اپ راج چلاؤناں ۱۸۵

ہاں ایک اپکار کرتاں لگے ۔ کہ جس تھیں سنبھال آپ رہتاں لگے

اسی طرح انفی آوازیں بھی تلفظ کا حصہ بن کر استعمال میں آئی ہیں۔ کھڑی بولی، برج بھاشا، اودھی میں عوام کی زبان پر یہ آج بھی چڑھی ہوئی ہیں لیکن جدید اردو نے انفی آواز کو ترک کر کے تلفظ کو سہل کر لیا ہے۔ یہ چند مثالیں مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" سے ملاحظہ ہوں:

گھانس ۔ گھاس	؏	روئی گھانس تھیں اُگ جھانپی نہ جائے	۱۸۳
اُڑنتا ۔ اُڑتا	؏	اُڑنتا پکھیرو دھرے دل اودس	۲۳۱
جھونٹ ۔ جھوٹ	؏	اُڑائے گئے دھرجری جھونٹ کر	۵۷۲
شنک ۔ شک	؏	نہ اس بھاؤ شنکا دھروں ہوں نہ شنک	۱۸۴
پونچھتے ۔ پوچھتے	؏	تبولی دیا پونچھتے کاٹ ناک	۸۷۰
ڈھانک ۔ ڈھاک	؏	نہ پرچیاک کا چند کوں آؤ ڈھانک	۳۰۷
منجہ ۔ مجہ، مجھ	؏	کر اب بھین تھیں منت منجہ لیہ بھاگ	۲۵۶
بُونٹی ۔ بوٹی	؏	نہ جھاڑی نہ بونٹی ڈرے باؤ کوں	۳۱۶

جمع کی شکلیں

نظامی کے ہاں جمع بنانے کی ایک شکل تو وہی ہے جو قدیم اُردو میں عام طور پر ملتی ہے یعنی آں لگا کر جمع بنائی جاتی ہے۔ اس کی چند مثالیں اس مثنوی سے درج کی جاتی ہیں۔

؏	جو اپڑے پکھو دیس جیاں اکھائیں	۱۲۹
ڈھنڈورا پھراوے گلیاں کوچریاں ۔	کہ راواں گیا راؤ دے گالیاں	۵۸۷
بڑی کھلبلی سندریاں رانیاں ۔	تل اوپر ہویاں داسریاں چیریاں	۹۵

اس کے علاوہ چند شکلیں یہ بھی ملتی ہیں۔

کھیلتیں	؏	اسنگت دیٹھے کھیلتیں لانپ جھانپ	۱۵۸

قدیم اردو کے لحاظ سے یہاں جمع "کھیلتیاں" کے بجائے بالکل اسی انداز سے ملتی ہے جیسے آج بھی اُردو میں رائج ہے۔

ایک اور شکل یہ ہے کہ "گنوار" (جاہل، گاؤدی) کی جمع "گنواریں" بنائی گئی ہے۔

؏	گنواریں کرے کن میں مُدھ کوں	۲۶۵

اس کے علاوہ ایک شکل یہ ہے کہ "ن" لگا کر جمع بنائی گئی ہے۔ مثلاً پردیسی کی جمع پردیسین :۔

۳۰۱	جو پردیسین کتی ڈرے وہ نڈان	۶

اسی طرح "اکھر" (لفظ) کی جمع "اکھرن" ملتی ہے۔

ایک اور جگہ "کاندھا" (کندھا/شانہ) کی جمع "کاندھے" ملتی ہے :

	چلیا پالکی جاتے کھاندے کہار	۶

زبان کا یہ وہ دور ہے جب مختلف زبانوں کے اثرات ایک ساتھ کام کر رہے تھے اور سب کے سب زبان میں رائج تھے۔ اسی لیے یہاں بھی پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج بھاشا وغیرہ کے اثرات ساتھ ساتھ نظر آرہے ہیں۔

ضمیر، اسم ضمیر اور دوسری شکلیں

یہی صورت ضمیر اور اسم ضمیر میں نظر آتی ہے یہاں بھی مختلف اثرات ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں۔ کدم راؤ پدم راؤ سے ضمائر کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

سوں (سو) = وہ	۶	سوں توں شاہ گنبھیر گڑھا کہیر	۶۸
تیں، توں = تو	۶	قلم گیان سوں تیں لکھیا جگ جگ	۵
تمھوں = تم	۶	تمھوں بہت دے پان بہت آپ کر	۴۱۱
ہموں، میں = میں	۶	نہ نایک ڈروں ہوں نہ پایک ڈروں	۸۶
	۶	جو میں پائے دھر یا نتھا ہمیں اُپر	۸۶۴
ہمیں = ہم	۶	ہمیں کون مانس جو کارن ہمن	۳۴۴

چند اور مثالیں

تس	۶	بگھیٹیں پڑے پائے تس کا پتال	۲۶
تمھن	۶	جو میں سچ کہیا تو تمھن دور کر	۸۰
ہمن	۶	ہمن بل بنے گا نبی بل سوا	۳۹
تمھوں	۶	کہ ہتوں نہ تمھوں میں تجے لیکھیا	۸۹
ایہہ	۶	ہرا کر ذکر ایہہ کدم رائے تئے	۱۰۸
ہمن۔ تمن	۶	کہ کارن ہمن بھوگ رہنان تمن	۳۴۴

تن ۶ بناتی کی تن بہسر دات گھے ۳۰۲
تہاں ۶ تہاں باج ہم پال سکے سوکوں ۳۰۵
جے ۶ کر جے ولساں ہوتے نہ یوں دوں ۶۲

حرف کی چند مثالیں

لگ = تک ۶ سکا یا قلم بھاگ لکھ جرم لگ ۵
تھیں = سے / تھی، تی = سے ۶ کیا جگ منگا تا اُدھک سور تھیں ۱۱
تے = سے ۶ نہ پورن لکھن تد توحید تے ۴۳
منہ / مانہ / ماں | میں ۶ بنی ہیر منہ دند کیتا جنار ۳۹
تے = پر ۶ بنی یار سکھے یار تے جھار جھار ۴۳

اسی طرح حرف کی اور بھی مختلف شکلیں ملتی ہیں۔

سیتی = سے ۶ چلو پیار سیتی جو پر کور دِشٹ ۱۶۹
ستیں = سے ۶ مرد وہ دو لنگی جو ہوتے دھر ستیں ۴۲۵
لگوں = تک ۶ رہیا پا لگوں کال ہو کر بجبار ۱۱۵
تد = تب بھی، پھر بھی ۶ نہ پورن لکھن تد توحید تے ۲۳
جد = جب ۶ تنرپ نول میتر پنا جد گھرے ۳۲۵
جد کد = جب کبھی ۶ کر ہنکار سی راؤ منجھ جد کد ۲۶۹
جدھاں = جب کہ ۶ جدھاں سمند سر جیانہ تھا تد تھیں ۳۸۱
سے = سے ۶ سنور فخر دیں اب کسی سنور سے ۵۰
کیرا = کا (مذکر) ۶ مچھندر کیرا پوت آکھور نات ۳۶۶
کیری = کی (مونث) ۶ ڈھنڈورے کیری شدھ چندگا وجانے ۴۰۶

جِنے = جو، جن جو ایک سیت پاکر نجانے جِتنے ؎ نہ کچا نہ پکا بجھانے جِتنے ۴۰۷

صفتِ عددی (گنتی) کی یہ شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر معمولی تغیر کے ساتھ آج بھی رائج ہیں :

یکس = ایک ؎ یکس مبتّ گھنڈا، یکس بتّ دان ۳۷

یکس کے علاوہ ایک اور یک بھی ملتے ہیں۔

دَس ؎ تپے دوار بند یک ٹے دس کھول ۸۱۳

سنتر = سّتر ؎ جو سنتر جگا لیمہ اسی جگ بس ۸۸۳

سسنتر = سّتّر ؎ سسنتر نگر دان دیوں اِ سے ۵۸۸

سو = سَو ؎ جو جوبن گئے یہ لیبے سو برس ۶۱۴

سہس = ہزار ؎ کون جیئو ساگر سہس رائے ڈے ۳۴۳

دس لاکھ ؎ کبوں ایک نہ جے سنوں دس لاکھ ۷۰۰

دس لک = دس لاکھ ؎ جہاں دس لک دھر .... کھتری ۶۴۵

سہسر = ہزار ؎ سہسر پائے منہ جائے جے ایک پائے ۸۴

ایک اور جگہ لاکھوں کے لئے لکھاکوں آیا ہے :

؎ تری ایک میں جے لکھاکوں ہوئی ۲۳۹

فعل و متعلقاتِ فعل

جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کدم راؤ پدم راؤ کی زبان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ زبان شمال سے گئی اور دکن میں پھیل کر عام زبان بن گئی۔ اور تقریباً سوا سو سال کے عرصے میں وہاں کی زبانوں کے اثرات کو اس طرح جذب کر لیا کہ وہ خود اس کا حصہ بن گئے۔ دوسرے یہ کہ یہ اثرات کدم راؤ پدم راؤ میں ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ صورت اسماء میں بھی نظر آتی ہے، حروف، ضمائر میں بھی اور یہی صورت فعل و متعلقاتِ فعل کے ساتھ ہے۔ اب اُردو مصدر کی عام پہچان یہ ہے کہ مادّہ سے مصدر بنانے کے لئے "نا" لگا دیتے ہیں جیسے کرنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ کدم راؤ پدم راؤ میں مصدر "ناں" کے ساتھ ملتے ہیں۔ یہ شکل آج بھی پنجابی میں رائج ہے۔ چند مثالیں کدم راؤ" سے دیکھئے :

بولناں = بولنا ؎ سو بولیا تجھے جو نہ تھا بولناں ۱۲۶

کھوناں = کھونا ؎ اتال ایک سنجری رہیا کھوناں ۱۲۶

کرناں = کرنا ؎ اتال ایک اپکار کرناں لگے ۵۰۷

رہناں = رہنا	؍	کو جس تھیں سنبھال آپ رہناں لگے	۵۰۷

دوسری صورت مصدر کی یہ ملتی ہے کہ مادّہ کے ساتھ صرف "ن" کا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ شکل برج بھاشا میں بھی ملتی ہے۔ اور پنجابی وغیرہ میں بھی۔ مصادر کی یہ شکل مثنوی کدم راؤ میں کثرت سے نظر آتی ہے۔ اس صورت سے مصدر بھی بنائے جاتے ہیں اور مضارع وامر بھی۔ ملی جلی مثالیں یہ ہیں:۔

پڑھاون = پڑھانا	؍	کوا کھیب راواں پڑھاون کہائے	۵۸۵
مرن = مرنا	؍	ہری پنکھ کا ہوئے کت گن مرن	۵۹۳
اُڑن = اُڑنا	؍	نکل آج ہوں توں کر سودھیں اڑن	۵۹۳
کرن = کرنا	؍	نہ مرباد توں چھوڑ ادگن کرن	۵۹۶
دھرن = دھرنا	؍	کنک لے چلیا سات رداں دھرن	۵۹۷
گمن = جانا	؍	نہ ہوں چھوڑ تجہ پائے کرسوں گمن	۶۲۴
بچارن = سوچنا	؍	بچارن جتے راے ایسا بچار	۵۹۸
ترن = تیرنا	؍	کدم کون گندا جو سکے ترن	۶۸۱

اسی طرح "امر" و مضارع کے صیغہ کی یہ شکلیں ملتی ہیں:۔

ساکھ = قیاس کر	؍	سیوا ساکھ اس بول جو مچ کہیا	۲۹۶
دھرے	؍	کھوندا دھرے من بہت دشت بھاؤ	۲۹۳
کریں بمعنی کر	؍	نہ چنپا کریں ناگ اس بھاؤ توں	۳۰۵
بچاوں = حاصل کریں	؍	بچاویں نبی مال دھر ردم رے	۴۰
بیویں کھائیں	؍	ہیں کیا جو اس کا نہ بیویں نہ کھائیں	۱۱۴
کر	؍	گسائیں ہمیں جیب تجہ سنوذ کر	۲۵
دیہہ = دے	؍	چلے جگت اس تھیں ایسے دیہہ دھیر	۳۵
دیوں = دے	؍	کہوں بول کا بول دیوں اُتر	۱۵۳
دکھلاؤ	؍	کسی اونچ دکھلاؤ تل کھینچ لے	۱۸۰

٭ کدم راؤ پدم راؤ" میں سی کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ یہ استعمال بعد کے دور میں کم ہو گیا۔ پروفیسر

محمود شیرانی کو سب رس میں "سی" مستقبل کا استعمال باوجود تلاش کے صرف چار جگہ مل سکا۔[۱] ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے لکھا ہے کہ لاہور کی پنجابی میں آج بھی "سی" بجائے مستقبل کے ماضی مطلق کے امدادی فعل "تھا" کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔[۲]
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں "سی اور سوں" کی چند یہ شکلیں ملتی ہیں۔ اس میں امر و مضارع کے صیغے بھی شامل ہیں اور فعل مستقبل بھی۔

چھوڑسی = چھوڑتا ہے، چھوڑے گا ؎ نہ تھک تھک بنا چھوڑسی جگ تھگ ۲۰۰
رہسی = رہے گا ؎ نہ رہسی جو دلیسے کچھو نقش ناؤ ۲۱۷
دھکسی = بھڑکتا ہے، غصہ کرتا ہے۔ ؎ کہ جے دھکسی راے دھن منجہ پہ ۲۶۶
سانچسی = سچ سمجھے ؎ نہ مد بیچ کر کوئی دھن سانچسی ۳۲۹
کرسوں = کروں، کر سکتا ہوں۔ ؎ نہ موں چھوڑ تجہ پاتے، کرسوں گمن ۶۲۴
نکرسوں = نہ کروں گا۔ ؎ نکرسوں تدر دان دیوں اتال۔ ۵۹۰
نہوسی = نہ ہوگا۔ نہیں ہوتا۔ ؎ نہوسی کدھیں .... پنک کک ۲۰۰
ہنکارسی = بلائے۔ بلاوے گا، بلاتا ہے ؎ کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد ۲۶۹
ہارسی = ہارتا ہے، ہارے۔ ؎ رہے راج توں دیکھ کیوں ہارسی ۶۹۳

مضارع و امر کی دوسری شکلیں

نکھن = نکھیں ؎ نہ پورن نکھن تد توحید تے ۲۳
سنن = اگر سنیں۔ اگر سنیں گے ؎ سنیں راتے نو کھنڈ تجہ راے پن ۵۹۷
جلو = جلے (جلنا سے) ؎ جلو جیب منجہ جو بُرا تجہ کہوں ۶۳۷

فعل حال کی یہ شکل بھی عام طور سے ملتی ہے۔

کہوں = میں کہوں ؎ کہوں جے سنے راؤ اُن کا بچار ۱۷۷
کہوں = کہتا ہوں ؎ دلے ہوں کہوں دیکھ اُس کا نیاؤ ۱۷۸

فعل کی ایک اور شکل یہ ہے:

---

[۱] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول ص ۲۳۳ مجلس ترقی ادب لاہور
[۲] جامع القواعد (حصہ صرف) ص ۲۹۶ مرکزی اردو بورڈ۔ لاہور

کہن نہ سکے	۶	کو کہوں.... بجلی کہن نہ سکے	۷۰۵
رہن نہ سکے	۶	اپس بھاؤ تے تیں رہن نہ سکے	۷۰۵
بولن سکے۔	۶	نہ بولیا جو ہے بول بولن سکے	۷۸

فعل جمع

اچھیں = اچھی کی جمع (بمعنی تھی)	۶	جو جو بن اچھیں پرت	۱۹۴
اہیں = اہے کی جمع (بمعنی ہے)	۶	جہاں تجہ پسیو انکھ بہتے اہیں	۹۳۸

مرکب افعال

کدم راؤ پدم راؤ میں اس کی عام شکل یہ ہے کہ دیسی زبانوں کے الفاظ ـــ اسم، حاصل مصدر وغیرہ کے ساتھ فعلِ امدادی لگا کر مرکب فعل بنایا گیا ہے۔ مثلاً

دکھاون سکوں	۶	دکھاون سکوں بول وہ نہ منہ جود	۴۵۹
کرن لاگا۔	۶	بھوندا چپلیا کرن لاگا اسو جھ	۷۳۹
بنتی کرن۔	۶	بن انکھیں ہنکاریں نہ بنتی کرن	۶۱۰
بلنداکرن (دو منزلہ بنانا)	۶	بلنداکرن گھر کہن تس کٹانوں	۸۴۰
دیکھن پڑے۔	۶	تخن پائے دیکھن پڑے مجہ آج	۸۷۳
ہنکارن کرول۔	۶	برس پانچ (لگ) نا ہنکارن کرول	۵۱۳
چمکن لگے۔	۶	چمکن لگے جب کتک ہت پہ	۵۶
اروگن کرن۔	۶	کہوں لوڑنے تھی اروگن کرن	۱۰۷
دیکھ سکوں۔	۶	اسنگت کر کیوں دیکھ سکوں اپناؤ	۱۵۹

لیکن ساتھ ساتھ ایسے مرکب افعال کی مثالیں بھی ملتی ہیں جن میں "اردو" فعل کو فارسی عربی الفاظ کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ یہ رجحان آئندہ دور میں بہت عام ہوا۔ سب رس میں ایسے مرکب افعال کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ اس عمل نے اردو زبان کی قوتِ اظہار کو بہت آگے بڑھایا ہے۔ اس سلسلے میں بھی کدم راؤ پدم راؤ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

مسخر ہوا۔	۶	عطارد مسخر ہوا لے قلم	۵۴
مسخر کیا۔	۶	مسخر کیا سور دے ہت علم	۵۴

ماضی مطلق

ماضی مطلق بنانے کے لئے مصدر کا "نان" گرا کر "یا" لگایا گیا ہے۔ یہ صورت بعد تک قدیم اُردو میں رائج رہی۔ پنجابی میں آج بھی رائج ہے۔ کدم راو پدم راو سے یہ چند مثالیں دیکھیے:

سریا = پیدا کیا	۶	تہیں اُنچ انبر سریا باج اُدھار	۱۰
سرجیا = پیدا کیا	۶	رتن سرجیا تیں جیلا بکور تھیں	۱۱
کہیا = کہا	۶	کہیا ناگ دھرتن گپت بھاؤ پن	۱۰۷
ماریا = مارا	۶	کرن دوس پنچ کہہ کہ ماریا اُچاتے	۱۰۸
رہیا = رہا	۶	رہیا پانگوں کال ہو کر بچار	۱۱۵
اٹھیا = اُٹھا	۶	گیا راجہ تجہ جب اُٹھیا بول یہ	۶۹۰

"کر" فعل کا استعمال

محمود شیرانی نے لکھا ہے کہ "کر" دو فعلوں میں عطف کے لئے آتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ فاعل نے پہلا فعل کر کے دوسرے فعل پر عمل کیا۔ اس کا دائرۂ عمل بہت وسیع رہا ہے۔[1] اس کی چند مثالیں "مثنوی کدم راو پدم راو" سے ملاحظہ فرمایئے:

	۶	نشنے کوئی بُدھ میں کر بچار	۱۸
	۶	سپت سُند پانی جو تس کر بھرن	۲۲
	۶	سرے دوئے تیں جگ توڑ آد کر	۳۰
	۶	کرتے دلی بلگت کرن راج کر	۳۱
	۶	تمھن دور کر کر مجھے دے اُتر	۶۰
لے دے کر	۶	گئی نھاس ناگن پران آپ لے	۱۶۱

چند اور دلچسپ خصوصیات

۱۔ ایک جگہ "کر" بمعنی "یا" استعمال ہوا ہے جو اردو کا جدید استعمال ہے لیکن اس جدید کا قدیم ترین استعمال کدم راو

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول ص ۲۳

پدم راؤ میں اس طرح ملتا ہے:

۶	کدم راؤ ہو کہ پدم راؤ ہو	۳۴۳

اسی طرح کئی مصرعوں میں "کہ" اور "کے" ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں مثلاً

۶	کہ کے یوں ہوا توں ددی بھاؤسوں	۶۱۸
۶	نکل بیگ چپل توں کہ کے راج کر	۶۳۷
۶	بجیتن کہ رادن کہ کے کنبھ کرن	۶۷۰

۲۔ دکنی اردو میں عام طور پر جب ایک ہی لفظ کو دوبار استعمال کیا جائے تو بیچ میں "ے" کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ جیسے گھرے گھر، ردمے ردم، چپنے چمن، ٹھاسے ٹھار۔ لیکن نظامی کے ہاں یہ شکلیں ملتی ہیں۔

دھک دھک	۶	نہ تیسا کچھو بولتے دھک دھک	۹۳۱
پھاٹ پھوٹ	۶	پون کی نہ کیتا بدل پھاٹ پھوٹ	۵۲۱
برسا برسیں	۶	سولادے کسی بھاگ برسا برسیں	۷۷۹
ٹھار ٹھار	۶	دھرت مارگ آسن دھرے ٹھار ٹھار	۱۰
تل تل	۶	سیوا سیو تل تل کرے دن مان	۳۷
جھار جھار	۶	نبی یار تھے یار تے جھار جھار	۴۳
کانٹ کانٹ	۶	کہ پھر پھول پھل ہوئے تھی کانٹ کانٹ	۹۰
گھر گھر		پھر کیوں نہ سب لوگ گھر گھر بسار	۵۳۶

ایک جگہ یہ شکل بھی ملتی ہے۔ یہاں "ہی" کا اضافہ کیا گیا ہے:

۶	دھری دھر بھرے لوک کہتا پکار	۶۸۸

۳۔ "ر" کے بجائے "ل" کے استعمال کی مثالیں:

دوال بمعنی دوار	۶	کھڑا آت تادے جو دوہا دوال	۵۶۱
دوال بمعنی دیوار	۶	کہ سر تھیں ٹھوا پائے لگ جیوں دوال	۶۲۳

۴۔ "ل" کے بجائے "ر" کے استعمال کی مثالیں:

چیرا بمعنی چیلا	۶	نہ یوناں نہ تا من نہ چیرا کروں	۴۰۲
جر جر بمعنی جل جل	۶	بسادے الپس کیوں رنہ) جر جر مرن	۷۸۹

۵۔ ھکاری تلفظ ــــ ان الفاظ میں ھ کا استعمال جن میں اب ھ استعمال نہیں ہوتی:

گاڑھ = گاڑ ۶ علم گاڑھ کھن شور جلی ستر اجاؤ ۵۵

لابھ = لاب (فائدہ) ۶ کہ جیتا کہوں لابھ نہ باج ہان ۳۳۰

لیکن ایک جگہ "لاب" بھی استعمال میں آیا ہے:

۶ کرتس بول تمیں لاب بن ہان ہوئے ۷۹

پچھتے = پچھتے (دور ہوا اترے) ۶ نہ باپ پچھتے کدھیں سیس تھیں ۵۰۲

مندھر = مندر ۶ کہ چودہوں بھاؤں مندھر راؤ اس ۴۹۱

بجلی = بجلی ۶ کہ کہوں بجلی کہن نہ سکے ۷۰۵

جھار = جار (ہمیشہ) ۶ تہاں کیوں کرے راج .... جھار ۸۲۳

کنجھال = کنجال (کائی) ۶ مکہ اچھا ہئیں سمند پکڑیا کنجھال ۹۲۲

۶ - وہ الفاظ جہاں ہ استعمال ہوئی ہے لیکن کاتب نے استعمال نہیں کی۔ مثلاً

کبی = کبھی ۶ کبی دو پہر رات رام اور رام ۱۳۷

لیک = لیکھ (لکھ) ۶ کہ بے ہوتے پر تیو تو منجھ لیک ۴۰۹

مورک = مورکھ ۶ سو مورک نہوں جن جو لابھ آپ دیکھ ۹۹۵

لیکن لفظ "گانٹھ" ــــ گانٹ اور گانٹھ ــ کی دونوں شکلیں ملتی ہیں۔

گانٹ = گانٹھ ۶ رتن کوئی نہ مول لے گانٹ کھول ۲۰۵

گانٹھ ۶ گلی گانٹھ دیتا موا کت جسن ۵۰۷

۷ - حرفِ رابط یا حرفِ اضافت کے بغیر دو لفظوں کو جوڑنا۔ نظامی کے ہاں اس عمل کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اسلوب میں اختصار کے لئے ضروری ہے کہ اس عمل کو پھر سے زندہ کیا جائے اور کثرت سے استعمال کیا جائے۔ نظامی نے اس عمل کو دیسی زبانوں کے الفاظ ملا کر کیا ہے بعد کے دور میں یہ عمل فارسی عربی کے الفاظ کے ساتھ بھی ملتا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

بھگت جگ = دنیا کی تقدیر ۶ قلم گیان سوں تیں لکھیا بھگت جگ ۵

آپ بل = اپنی قوت سے ۶ بل اوپر جتیں کر سکے آپ بل ۴

پُوردھر ۶ بچھایا امولک رتن پُوردھر ۳۱

گلی ڈال تھان ۶ دھرت پیر بھڑے گلی ڈال تھان ۳۹

بِنی یار ۶ بِنی یار کتے یار تے جھار جھار ۴۳

پاؤتل ۶ دوئی آن میں سر دھرے پاؤتل ۴۷

تبت علم	۶	مُسوڑ کیا سُود دے تبت علم	۵۴
مُکھ پانیں	۶	کدیں مکھ پانیں اپس نہ گنواؤں	۸۹۸
بنی پت	۶	نخاں سونخاں ہے بنی لپت ہوئے	۶۹۴

۸ ۔ آج کل "لپیٹ" (لپٹینا ہے) کا لفظ استعمال میں عام ہے لیکن نظامی کے زمانہ میں اس لفظ کو "پلیٹ" کے تلفظ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ قریشی کی بھوگ بل" میں بھی پلیٹ بمعنی لپیٹ استعمال ہوا ہے۔ نظامی کے ہاں اس شکل میں یہ لفظ دوبارہ استعمال ہوا ہے۔ ایک مثال یہ ہے:

۶	کر جس بجینت تھیں راج سب بے پلیٹ	۳۰۴

۹ ۔ حرفِ علت "نے" کا استعمال مجھے کدم راؤ پدم راؤ میں نہیں ملا۔

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کی اشاعت سے بعد اردو زبان اور اس کے ارتقاء کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے فکر و تحقیق کے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ علم و ماہرینِ لسانیات اس موضوع پر جلد دادِ تحقیق دیں گے۔ اس مثنوی سے زبان کا وہ بنیادی ڈھانچہ سامنے آتا ہے جس پر اردو زبان نے اپنی روایت کی دیوہیکل عمارت تعمیر کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات بھی طے ہو جاتی ہے کہ اردو زبان ہمیشہ سے عوام اور معاشرے کے ہر طبقے کی مشترک زبان رہی ہے اور اس وجہ سے آج تک ساری سیاسی بدبختیاں بھی نہیں ہٹا سکی ہیں۔ یہ دنیا کی وہ زبان ہے جو آج بھی دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی کے لئے ابلاغ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے اور جس میں آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے ادب کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ لوگ جو دنیا کی مختلف زبانوں کی تاریخ سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ یہ سعادت دنیا کی معدودے چند زبانوں ہی کو حاصل ہے۔

جمیل جالبی

۲۰ مارچ ۱۹۷۳ء

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مُصنّفہ

فخر دینؔ نظامی

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

متن میں یہ علامات استعمال کی گئی ہیں:۔

۱۔ جہاں مصرع کو وزن میں لانے کے لیے کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کیا گیا ہے وہاں یہ بریکٹ استعمال کیا گیا ہے ( )

۲۔ جہاں مصرعے میں لفظ یا الفاظ زائد تھے وہاں ان زائد الفاظ کو اس بریکٹ میں دکھایا گیا ہے۔ [ ]

۳۔ جہاں مصرع میں کاتب سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے اور کوشش کے باوجود اُس لفظ کا اضافہ نہیں کیا جا سکا وہاں سوالیہ نشان بنا دیا گیا ہے ؟

۴۔ جہاں کرم خوردہ یا مشکوک ہونے کی وجہ سے لفظ نہیں پڑھا جا سکا وہاں مصرع میں نقطے لگا دیے گئے ہیں ....

(جمیل جالبی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گسائیں تہیں ایک دُنہ جگ ادار — بر و بر دُنہ جگ تہیں دینہار

اکاس اُنچہ پاتال دھرتی تُہیں — جہاں کُچہ نکوئی تہاں ہے تُہیں

رچنہار اَ نکھے رچنہار توں — رہنہار تجھیں رہنہار نوں

تُہیں رچیا جگت اُپار تل — تل اوپر تُہیں کر سکے آپ بل

قلم گیان سوں تیں لکھیا بھگ جگ — ۵ — رکایا قلم بھاگ لکھ جرم رگ

سرانپ تیری جب اگنتی ہوئی — ہئیں ساکھ ہو کر نہ آئیں دوئی

کون سوہ بن ندا اپنی درشت — مُشا لا ادِھک سو اُپایا سرشت

دھرت سات رو چندا کاس سات — رچے دیر جیہ مے فلک نو سنگھات

جو مُجہ انک دِلیسے سو مندان تُجہ — جو منہ امنہ میں ہوئے بندان تُجہ

تُہیں اونچہ انبر سرپا باج آدھار — ۱۰ — دھرت مارگ آسن دھرے ٹھار ٹھا

رتن سر جیا تیں جلا نگور تھیں — کیا جگ مگا تا ادِھک سُور تھیں

بھڑیں باتوں نہ تھیں دیتی سورتیں جنھیں مکھ آپنی بد آرت بجھو؟
پکڑیں دھرم کی تھیں رغبت، جو کت کسنے ہوئی تیں سمجھ
کریں آکلا بچ کرتی سبو کوئی نہ جب نکر سیو بجھ کم سہو کی
نہ بوجھی نکر جی بن سنگی نور کے دہ ہورت سینس اجادن ندیاں گرد دو
رچیا جب سینسار نیلا بجوت، نہ یا تھر نہ ماہیں سانی اور ہ
بون ایک مائی آدھک دھات آرہ نہ ملتی ملائیں رکھے لیکھا
کون جتری جتری ای لکار نسبکی کو نہی بد میں کرنہار
تھت جوسی جو مائیں سو دھنے بنجائی کرتیں کیا کیا سمجھائیں
ہویا آن سمند مکھ کہاں مانک بجن جوہری بجی کر دیتیں دوئی کیں
وتو بھیں آدھک تیں کیا مکھ بجی بجی مکھ پلد تیں کیا جگ رتن
سبت سمند باپی جو میں گز بعون محمد رکر کر یا آن پیتن گرے نہ!
جماری لکھیں سب فرشتی اکری نبو تر نہ لکھنہ محمد توحیدی
سمقند بھی سمقند بجز اکھ بند ا جو ازہیں سوپی نیر نکلی سمند

یہیں باترن کھیں دیتے سو رتن
جنھے مکھ اپنے پدارت بچن

گگن دھرت سکے تہیں رچنے
نہ جو کِت کسی ہوئے تِس سمجھنے

کرے آگلا تجہ کریں سیو کوتے
کہ جب نہ کرے سیؤ تجہ کم نہوتے

نہ برہے نہ کرجے بن اُسکے نروپ ۱۵
دھرت سیس اُچاون ندے ایک رُو پ

رچیا سب سینسار نیکا بجور
نہ پاتھر نہ ماٹی نہ پانی نہ آور

پون آگ ماٹی اَدھک دھات چار
نہ ملتی ملاتیں رکھے ایک ٹھار

کون چتری چترے اے نگار
نسکے کوئی بدھ میں کر بچار

بہت جو نیسی جو ملیں سو دھنے
نجانے کہ تیں کیا کیا سمجھنے

ہیاں سمند لکھ کھان نانک بچن ۲۰
جو ہیرے بچن کر دیں دوئے کن

رتن کھیں ادھک تیں کیا لکھ بچن
بچن مکھ تل تیں کیا جگ رتن

سپت سمند پانی جو مس کر بھرن
قلم رُک رُک پان پتر کرن

جمارے لکھیں سب فرشتے کہ جے
نہ پورن لکھن تند توحید تے

سمندر تہیں سمن تجہ ایک بُند
جو اوبھے سوئی نیر نکلے سمند

تیں ہمیں جیب تجہ سنور کرنہ نہ جنتیں بُرا کیجہ تجہ کام پڑنہ
کرے کوی تجہ تھیں اُجاڑی کیا لہ نہ کھستیں بوی پای تنلا پیال لہ
کسی رای سیر نوں دھری مکتھن لہ نہ پای کسی پای تل دھر بہن لہ
سنوی فخر دین نوں بستا کی باہ محمد نبی خاتم انبیا
نظامی کہ ہنسا رجس یا زہویہ سنہار سن نعت گفتار ہوی ما

نعت رسول اللہ صلّی علیہ و سلّم

تھیں ایک سا جا گسائیں آمر سری دوی تیں جل تو را دکر
بیتہایا اموگل رتن نور دھر کہی ویل بلکت گرن راجکن
اموگل ملت سینس سنسار کا کری کام نِت دھار گر تار کا
محمد جرم ادبنیا دبو رشد دو یہی جگ سری دی پرسا دنور
نہ آکاس دھرتی نہ دہنو نہ چند نہ ہورا کہو ادیتی نو سند
مثال لا اسنکا جو دیسی کہیں جلی جگ اشتہین السی دیہ دہینہ

گُسائیں ہمیں جیب تُجہ سنور کر ۲۵ نہ چنتیں بُرا کُچہ تجہ کام پر

کہے کوئی تجہ بِھیں اُچاوے کپال نہ گھسیں پڑے پائے تِس کا پتال

کسی رائے سر توں دھرے مُکٹ من نہ پائے کسی پائے تَل دَھر سَہن

سنوئے فخر دیں توں بسر آنکھیا محمد نبی خاتِم انبیا

نظامی کہنہار جس یار ہوئے سُخن ہار سُن نغز گفتار ہوئے

نعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم

تُہیں ایک سا چا گُسائیں اَمَر ۳۰ سَرے دوے تیں جگ تو آد کر

پچھایا امولک رتن نور دھر کہ تے دیل بلگت کرن راج کر

امولک مُکٹ سیس سنسار کا کرے کام نِر دھار کرتار کا

محمد جرم آد بنیاد نور دوے جگ سَرے دے پرساد نور

نہ اکاس دھرتی نہ دنبو نہ چند نہ بھر یا کُچھوا دیتا نُور سند

مثالا اسی کا جو دیسے گہیر ۳۵ جلے جگ اِس تھیں ایسے ذہیتہ دھیر

ٻڌا ڙکا اُٿا شروع ڪي آر آن دهوت پئي بکري لڪن دال ٿيا آن
سيما سيوتلند ڪري دن مان آن يڪ ڇوٽ ڪهڻا بکسر ماڻ ڪا آن
نيا بڻي دهون جرم ڪا هم هو آهمن بڌبني ڪانبي بل سيتو آهه
نبي ٻيو منه ڏند ڪيتا بنا آر ا نهاڪ هٿ ڪر جند ڪيتا ڏو ڀها ڙ ه
پيتها وَ نه نبي مال ڌور ڍوم ري لپيتها و نه نبي ڀيند ڪشي و ڪي
سڱوا ڙين رتن دا آن ڏين ڏڙ سڙ اگهوڙا مار بيري ڪري سنهو
محمد بوارا وٿ جڪه ٿهليه ڪه شجرا جر نه راتين جڪ مڪه ٿها
نبي يار تهين يارين جها جهار ا بجار ن نبي ڪام ڪوتي بجار ر
رتن چار تهين لي ڪيني ڪا رجنه رتن بشجتين ڪجم رکي جو ڳهن
ابابڪر ثنا چا عمر ڪا نيا وا اڪ عثمان بهندا ري علي ڪهو ڳل دا و
ڪجهت بس را آدو دتر وشش ڀهيني بتڪ مو ل لي را و مجي بد بيس
اود ڙامنت لڪ را آدا بشي را و بڪه دو سکي آن ٻين سر ڏهي باذن
جڪا جوت د نبر ڪري اند ڪار ا اجالا ڪيا تين دهون جرم ٿهار

بڑا دکھ آنیا شرع کی آران ۔۔۔ دھرت پیر بکرے گگن ڈال تھان
سیوا سیو نِل تِل کرے دِن مان ۔۔۔ یکس ہت کھنڈا ئکس ہت دان
میاں جے دہوں جرم کا ہسم ہوا ۔۔۔ ہمن بل بنے گا نبی بل سوا
نبی بیرین دند کیتا بنار ۔۔۔ انگل ہت کر چند کیتا دو پھاڑ
پچھاون نبی مال دھر دم دے ۔۔۔ ۴۰ پچھاون نبی بھینٹ کسری دگے
سنواریں رتن دان دے در بسر ۔۔۔ کھڑگ مار بیری کرے ستبر
محمد بڑا اراوتِ جگت تھا ۔۔۔ کہ شجرا چرن رائے جگ مکٹ تھا
نبی یار تھے یار تے جھار جھار ۔۔۔ بچارن نبی کام کرتے بچار
رتن چار تھے لے گئے چار جن ۔۔۔ رتن بیچتیں جسم رہے جیوکھن
ابا بکر ساچا، عمر کا نیاو ۔۔۔ ۴۵ کہ عثماں کھنڈاری علی کھڑگ راو
نہ کچھ ہت تسں راو، درویش بھیس ۔۔۔ پتک مول لے راو بھیجے بدیس
او دو انت لگ راو اپس راو بل ۔۔۔ دوئی آن میں سر دھرے پاو تل
جگا جوت ڈنبر کرے آندکار ۔۔۔ اجالا کیا تیں دہوں جرم ٹھار

خدا سنوریا مصطفیٰ سنوں یالا خدا یا صفا مصطفیٰ سنوریا ۔
سنوار نحرہ نبی آبر کسیے سنور سبے الوالا مرا بینا آسی سنور سیے ۔
نظالجیس اونکے یعنی لیک جگہ دتن لال موتی بھفریں یتس مکہ ۸

مدح سلطان علاءالدین بہمنی نور اللہ مرقدہ

برا شاہ وہ شاہ جس شاجکہ دھتن سیوتی جر تیس پای لگ ۔
انفیل ملہ کیا شادر کہتی دھرتا لگن دل دھوت دل مسخر کرن ۔
عطارد مسخر ہوالے قلم مسخر کیا سوردی ہت علم ۔
علم کارہ کہتی سور چل مسرا جا وطبل دھول بوجون بدل توہ بجاو
جمکن لگی جب کتک ہتیں جڑھا و اکیا دھرت کا نبی بر ۔
جمک بجلی بتون علم مجہ جیون علم سنگ توں کرنج کہتی جیو توں تا ۔
فلک لیہ چودول کہنداپ چلا ادہل راکہ کہنداپ چودول تلک ۸
جتر میک د نبر دھری سیس پر کہ جوزا دہرہت دریاش گر
چہتر

خدا سنوریا مصطفیٰ سنوریا — خدا با صفا مصطفیٰ سنوریا

سنور فخر دیں اب کسی سنورے — ۵۰ اُلوالامر اپنا اُسی سنورے

نظامی جس اُدپر پھری ایک چک — رتن لال موتی بھرے تِس مکھ

مدح سلطان علاء الدین بہمنی نوّر اللہ مرقدہٗ

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاہ جگ — رہیں سیو تے جرم تِس پائے لگ

اُنھیں شہ کیا تا دکھن دھرن — گگن دَل دَھرت دَل مُسخّر کرن

عُطارِد مُسخّر ہوا لے قلم — مُسخّر کیا سُور، دے ہت علم

عَلَم گاڑھ گھن سُور چل سر اُچاؤ — ۵۵ طبل ڈھول بر غوں بَدل توں بجاؤ

چمکن لگے جب کنک ہتیر — چڑھا وا کیا دھرت اکاس پر

چمک بجلی تیوں عَلَم مجہ جیوں — عَلَم سنگ توں گرج گھن جیو توں

فلک لیہ چوڈول کھند آپ چل — اَڈھل راکھ کھنڈ آپ چوڈول تَل

چھتر مگ ڈنبر دھرے سیس پر — کہ جوز ادھرے تبت دُرباش کر

نجد سمارا

گگن مو تبسم بار کر نان دیہ دھرت پیلو سا او آسنو ر سیس لیا،
رتن لگن سمند تون کنج تبتہ دھرینہ دھرت جیو پی کر سمند تھوی
کو نکا ر تون برس جیون سانپ بھو جو چھر بھت بندلی کان جک سنیکن،
ہین سمند تھی دزکا رھوئن سدھا کی کلہ تاج جو کر دھرون شہ کال
شہنشہ بادشاہ احمد کنو آرا پرتبال سینسا کر تار ادھار،
دھنین تاج کا کون راجا آ بھنک کنور شاہ کا شاہ احمد بھنگ،
لقب علی آل بھمن ولیہ ولی بھی بھت بدہ تد اکلپ،
جہانگیر تون شاہ کر وا کھیر، سمند منو کت سمند رسر بر،
جومن بھین سمند رسمند ر سویر، سون تون شاہ کنبھی کروا کھیر،
مہان بلد با دیہ، تدآت بدہ جہاجوت راجا کنور شاہ نہل،
آ ادھل سوت تھین مک دیپی سو سر للہا تی دیپی جند جگ جوت کر
برس کون ستا ... لوہ تھینہ تراحت برس سون برس بہ نیمین،
تھرت جیو پی تن کینی دان بلہ کر جانو کیا لوب بج دان تل ہ
جنمی ترس سہا دیپی سو تزک منو نی کیا جھو د بہ ھستی ا بھنک
پڑی

گگن موتینہ بارگہ تا ن دے ۶۰ دھرت ساوساوا سنور سیس لے

(رتن) گگن سمند توں گنج تیتا دھرے دھرت جیوتی کر سمند ر بھرے

کرت کار توں پرس جیوں سانپ بھر جو بھر بندلے کان جگ سیپ کر

چھیں سمند بھی دُر کاڑھوں سُدھال کُلہ تاج جڑکر دھروں شہ گپال

شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار پِرت پال سنسار (ر) کرتار اَدھار

دَھنیں تاج کاکون راجا ابھنگ ۶۵ کنور شاہ کا شاہ احمد بھجنگ

لقب شہ علیؒ آلِ بہمن دلی ولی تھی بہت بُدھ تد آ گلی

جہانگیر توں شاہ گڑدا کہیر سمندر منوکت سمند رسر یر

جو من تھیں سمند رسمند رسر یر سوں توں شاہ گنبھیر گڑدا کہیر

جہاں بل دِیا دیہہ تداَت بل جگا جوت راجا کنور شاہ تھل

اُدِھک سور تھیں مُکھ دیپے سو سَر ۷۰ لَلھاٹی دیپے چند جگ جوت کر

پَرس کون اُستتا کرے لوہ تھیں ترا ہت پرس سوں پرس پہ تھنیں

دھرت جیوتے تہیں کئے دان بل کہ حاتم گیا لوپ تجہ دان تل

جنھے ترس نہ تھا دیے سو ترنگ سوئی کیا کچھو دیہہ ہستی ابھنگ

نردپ یوں دیا راو پودھاں کوں حکم توں نچے مھوا ایک پروار سوں ؛
آسنکت نھت بول نہ دیک بول پو آبت سبد کی سمت بار دیک توہ ل ما
کیت بول نھیں جس پری کا منہ نھو بکہ جی بولنا ھوی نہ بول دوں ،،
غلولی گوری جیوں تنگ سلہ نہ یا ● جتیاں توں بولناں بدنہ ؛
نہ بولیا جو ھے بول بولن سکے ،، اودہر بولناں کیوں سمیں سکے ،،
سو بی بول جس تہیں ورا س ای گوی ،، کہ تس بولتیں لاب بن ھاں ھوی ؛؛
جو من بجہ کھیا توں تس ھن دزرگوں ستھن ندر گر کر مجنھے دی اگر سر ؛؛
سیواکی میا ھوری جس سزا مت ، تس کہر ملی پای جکا گہت ،،
بھری سمند میں چیو بھریا الکمات ! نہ کھالیں آدھک ھوں کہر بن نہ گھات ؛؛
پری تھسعند الکی سور کوں ،، کہ ناری جکنہ کشتہ سر سنور سوں ،،
ستھنت ھای منہ کا لیے جی ایک بای ! کھجوری کیری تجال جھیلی نہ جائے ،،
نہ کلا اللہ مجکوں سدا سیو لک ، تن لو جہد نکر ناں پلک دھا ند جگ ،،

. . . .

(یہاں سے تسلسل قائم نہیں رہا) ج۔ ج

. . . .

نروپ یوں دیا راؤ پردھان کوں — کہ توں بھی ہوا ایک پروار سوں

اسنگت بہت بول نہ دیکھ بول ۷۵ — پراپت سبد کی سب بار دیکھ تول؛

کپٹ بول تھیں جس پڑے گانٹھ کھوں — کہ جے بولنا ہوئے نہ بول دُدل

غلولے گرے جیوں تفنگ سُدھ نہ — اَچنتیں تویں بولناں بُدّھ نہ

نہ بولیا جو ہے بول بولن سکے — اَو گھڑ بولناں کیوں سمیین سکے

سوئی بول جس تھیں وراس آئے کوئے — کہ تس بول تیں لاب بن ہان ہوئے

جو میں تج کہیا توں تنھن دور کر ۸۰ — تنھن دور کر کر مجھے دے اُتر

سیوا کی میا ہوئے جس سر اُمت — تسی گھر ملے پائے جگ لگت مت

بھرے سمند میں تو بھریا ایک مات — نہ گھالیں اَدھک ہوئے کھرین نہ گھاٹ

پڑے تھیپ چندا گگن سُور کوں — کہ تارے جگیں گشتہ سر سُور سوں

سہسر پائے میں جائے جے ایک پائے — کھوراکیری چال جھیلی نہ جائے

نہ گل لاؤ مجہ کوں سدا سیو لگ ۸۵ — تن ادھل نہ کرنا پلک ڈھانک جگ

نہنا یک دو دون ھوئیاں نہ پایک دیعں ۔ کھو ناآہ موواد کھلا کرون
کھوں لیے میٹھی آت نہ ہوئی گیا جو ماکھے کیری تلکہ تپ لگ رہی
ھو آت میٹھا جو کابلا اکھیر نے کھاتاں تس جای سب بر جب
تجھے مینں بھلے اد شہت کر دیکھیا کہ ھوں نہ تنہوں مینں تجھے لیکھا
بہ لا دیکہ سنبھل برادیک جہانت کر بھتر پھول پھل ہوے پھر کاند کا
کہ جی لوں تا دوس بجھتا و نیں بھتو تہ بری دیکہ بجھتا و نیں
کتک دیہ جا دھیں جیوں نجہ بہا و دلی مجنوں نے آج نکو گساو
یتھے پھول کہ راو منڈپ کیا ندیتھا سلام ایک کن کن کیا
کیا را ور نو اس مینں کھنت کو اسکھا سن جرت جابتہا کو بکر
بری کھلبلی سوندر کا آنہ رانیاں تلاویر ھو یان دا اسریا جریاں
نہ کچ کٹ کسن ھوی تس جا یا پس دھیا گفت کر راو کھکا اپا سن

۔لھو کھنت

نہ نایک ڈروں ہوں نہ پایک ڈروں
کہوں آن پر دار کھلا کروں

کھری بھی میٹھات .... ہوئے
جو ماکھی کیرے مکھ .... سب کوئے

ہُوا اِت میٹھا جو گانڈا اگھر
نہ کھاناں تسے جائے سب بیر جر

تجھے میں کھبلی دِشٹ کر دیکھیا
کرموں نہ تھنوں میں تجھے لیکھیا

بھلا دیکھ سنبھل بُرا دیکھ چھانٹ
۹۰ دکنہ پھیر کھیول کھیل ہوئے ہتی کانٹ کاٹ

کرے لوڑتا دوس بخشا دنیں
پھتر نہ پڑے دیکھ بچھتا وئیں

کتنک دیہہ جا دِھیر جیوں تجہ بھاؤ
ولے مُجہ سوں آج نہ کر کساؤ

یہی کھیول کہہ راؤ مندر گیا
نہ دیٹھا سلام ایک کن کن کیا

گیا راؤ رنواس میں گھنٹ کر
سنگھاسن جڑت جا بیٹھا کوپ کر

پڑی کھلبلی سندریاں راتیاں
۹۵ تل اوپر ہویاں داسریاں چیریاں

نہ جوکت کیسے ہوئے تس جائے پاس
رہیا گھنٹ کر راؤ کہہ کا اُپاس

بہر

بہر کات کدریں ھو آپ دریا مھو نسکیے کو کمی نا د کر دای رام ،،
بکر بات دھن آئی جی من لرکیہ کریں جت بر دیکہ دہ بندری ،،
ابھین راکہ یہ بات وہ بات کہ ،، جو نا لین کیا جہند سو جہند کہ ،،
دیئیں برا کام ہونا رسنکسا کر اشتھین براکجھ نا آیں کدھند ،،
اجکر دھون جک سو ھوی جن جو بر نا آر دیکھت کہے مائی بھن ،،
سوئی فخر دین کون دیا دی جس محبوب نا رسو دھن لگھا اس خبر ،،
جو اداد بھین دجلی یون کوی نظامے کدھین تن برس ھوئی ،،
فلک بھیج لوری جی سر سنجری کہ کی جیولی کی رسوا کری ،،
کئی نار جندال نا گرا دھال ھوا نا بوک چھوڑ اپنا آن سبھال ،،
کنو اکر کئی بوجھ نا کن لنارا مکھ کر بوی پائی با مسک بھار ،،
کھا نا کہ دھرتن کبت بھاوین کہ ھون لوڑی تجے ار دکن کرن ،،
ھدا کر ذکر ایہ کلام نا یا آئی ،، کہ بن دس مجھ کھ رمادیا اجائی ،،

پھر رات گذری ہوا آپ ورام | نہ سکی کوئی نار کر رائے رام

بچھڑ بات دھن رائے جے من لڑے | کرے چت پر دیکھ وہ بی (بد) ڈرے

یہیں راکھ یہ بات وہ بات کہہ | جو ناگن کیا چھند سو چھند کہہ

دنیا میں برا کام پر نار سنگ ۱۰۰ | کہ اس تھیں برا کچھ ناہیں کڈھنگ

اجگر دہوں جگت سو ہوتے جن | جو پرنار دیکھت کہے مائی بہن

سوئی فخر دیں کوں دیا دے جس | جو پر نار سو دھن کہاوے اپس

جواد آدتھیں نا چلے یوں کوتے | نظامی کدھیں تس پرسن نہ ہوتے

فلک بیخ لوٹے جے سر سجزی | کہ کئی جیوے کئی رسوا کری

کئی نار چنڈال ناگرا ڈھال ۱۰۵ | برا نا پرکھ چھوڑ اپناں سنبھال

گنوا کر گئی توپچھ ناگن کنار | مگر گر پڑی پائے باسک بھتار

کہیا ناگ دھر تن کپٹ بھاؤ پن | کہ ہوں توڑنے تھی اردگن کرن

برا کر ذکر ایہہ کدم رائے آئے | کہ بن دوس منجھ کہہ کہ ماریا اچلائے

بہت وآیی تھے جک انیکی انیک ‌ نہ دیتھا کوئی بجین رکہ ایک

کریہ گونہ ماتس جو بجہ ربجبن ‌ سستا تھا نو بجہ آیی سودھے ابن

نِلاّ دیکہ جک ہند کر آب انکہ ‌ انہ ساوچ رہیا بججبن مین نہ بنک

کوئی نبسکی باد کسن جہار کانت ‌ نہ آراج تھا نک کیا لیہ جہانت

کہری جی ہوئی پوبجہ اکلی تلہار ‌ آرائی اپس انکہ ماکہے جو کہ ار

ہمین کیا دوا سکانہ بہوین نہ کہامینہ ‌ جو اپنا ہمین دکہا سکا سہانہ

ہماری یہ تلادلاج منکا سنجار ‌ رہیا یا لگون کال ہوکر بجار

کہ جیے آج منکا نہ موندی تلاوہ ‌ تلاابہے بال سر جای سنوار ہوا

لسیے کوی جیے آج بولی تمہین ‌ کہ جی سن رہی کال ماری بکہن

سنوار آج اپنان سنواری نکالح ‌ انہ آبری درب بجہ نہ کو ضیراج

تبرآیت سکی کوی کس جانب کہو ‌ تہ کدم چتوہ کیا بجبن جای ہوت

دبرا

بہت رائے تھے جگ انیکی انیک — نہ دیٹھا کوئی بچّپن رکھ ایک

کہ یہ کون مانس جو بجہ بچّپن — ۱۰ سنا تھا نو تجہ آئے سُود ھے اپن

نکل دیکہ جگ ہنڈ کر آپ انکھ — نہ ساوج رہیا بچّپن میں نہ پنکھ

کوئی نہ سکے پار کس جھاڑ کانٹ — تُراواج تھانگ کیا لیہہ چھانٹ

کھڑی جے ہوئی پُوچھ اگلی نکھار — اُڑائے اپس انگ ماکھی جو کھار

ہمیں کیا جو اُس کا نہ پیویں نہ کھائیں — جو اپنا ہمیں دُکھ اُس کا سہائیں

ہماری تلاواج منکا سنجار — ۱۵ رہیا پانگوں کال ہو کر بجار

کہ جے آج منکا نہ مونڈے تلاؤ — بہے پال سر جلنے سرور بہاؤ

کسی کوئی جے آج بولے تھپن — کہ جے سُن رہے کال مارے بدھن

سنوراج اپناں سنوارے نہ کاج — نہ انپڑے درب تجہ نہ کر... راج

پراپت سکے کوئی کس جانب کھوت — کدم جیوں کیا بچّپن ہاتے ہوت

دبک

دبک دی نکل دند کا رہ آند بندا، بجھوریں کدم سوں گدم اندہ کندہ
کرچی ساتنج توں نکوی پینترا، بہا نیں کوی ہیچ بن ہی سترا،
جو کچ کمال کرنا سو توں اجکر، نہ کھال آج کا کام توں کالین،
سکیا آج بس توں کوی بار بت، بلہھری جکمیں بجھ سکرت آت کت،
جیے نہ سکی ساہ ہو بیس کرہ، کہ کی جور ہومار بس بنس کہر،
نہ سنیا کتا را لکو ساہ ہوئیہ، دو کن جور کوں لا بجالاہ ہوی،
سبھو لیا نجھے جو نسہا بولنا نا، اتال ایک سنجری دفیا کھولنا نا،
نہ تیسیے گردن چیب جس تیں دردوں، جو سینوت اسیے جیب بہا گھونا،
سو کچ نخر دین جو بہ نا کنی، کدھیں ہوی جو جسو کیوں کرین نا کنی،
بھری نا لنی جیو تاں آن رات کھاین، جو ابری کجھو دیس چیلا گی آہا تین پن،
دو دنی باک بھو کی میلے ایک جا آئی، جو یکو نذی دو منہ سو نیہار کھائی۔

دَبکٹ دے نکل دند کاڑھ اَندبَند ۱۲۰ نہ چھوڑیں کدم سوں کدم اندا[ھ]کند

کبے سانچ توں نہ کرے پبیترا بہانیں کوئی بیچ بِن [بے] استرا

جو کُچ کال کرنا سو تُوں آج کر نہ گھال آج کا کام تو کال پر

سکے آج لِس توں کرے پار پت بھرے جگ میں تُجہ سکرت اَت کت

جیبے نہ سکے ساد ہو بَیس کر کہ کی چور ہو مار تِس بَیس گھر

نہ سُنیا کتارا کمر ساہ ہوئے ۱۲۵ دوگن چور کوں لاب کا لاہ ہوئے

سو بولیا تجُھے جو نہ تھا بولناں اتال ایک سنجری رہیا کھولناں

نہ تَیسی کروں جِیب جس تھیں ڈرلوں جو سیوٹ اُسی جِیب پہلے کروں

سو کچُ فخر دیں . . . . جو یہ ناگنی کدھیں ہوئے جو جیو کیوں کریں ناگنی

مَری ناگنی جیوتاں رات کھائیں جو اَپڑے کچھو دیس چیلاں اگھائیں

دُونی باگ بھوکے ملے ایک گائے ۱۳۰ جو یک دَندی دو مَنہہ سوئی مار کھائے

گفتن کدم راو بانا لبی

سنیا رای نا سنگ بھٹا نان ادھائی بکر جکھیر کروات منجہ دیکھ کھائی

برن دیہ چکاج نکھندرات ۔ مسلادن کدم راو تب نالم نجات

لکن سار کی منجہ کتک بار دکا نہ زنب راہ رو بخند تاری بساھ

کتک بھار تیتا دھرو ندراہ لیٹ کہ زند بندہ باندھون سر انیتر بسیت

نہ سنیا کم کیوں دل ملیا راہ کیت کلی جنند سو منج کتک واہ کھلت

بہت بول نہ بولسوں بدھوا نہ کو تکہ کروں دیس بن راتو ا

نبی دی نبہرات را م اور رام نہ دھیا سوت برسوت اب دیکھ کام

کدم راو ایسا ہوا گھتری بجو منجہ کال سوں لیہ دہ اپسرنی

کدم کی جی جو ہوں نکروراندری کدم لائی منجہ ہوی تبکارری

کہ چپ منجہ نہوئی کرتا ردن کدم سوں کتک بھک بھلوں بکر

دلی ماربری سیلبدی کی کھا نہ بیجھو کیں ابیر جھنکر دھرزن

تعلیم

گفتن کدم[1] راؤ با ناگنی

سُنیا راتے باسک پچھانا آدھاے — کہ چک دِھیر کر رات مُنج دیک کھاے

پَرن دیہہ مُچک آج نکھند رات — سُلاون کدم راؤ تب ناگ جات

گگن سار کے مُنج کتک اردگان — زنب راہ رو چند تارے سماں[2]

کتک بھار تیتا دھروں راہ کیت — کہ رند بندھ باندھوں سراسر سُبیت

نہ سُنیا کہ کیوں دِل ملیا راہ کیت ۱۳۵ — کھِلے چند سورج کتک راہ کھیت

بہت بول نہ بول سوں بدہوا — نہ کوتک کروں دیس بن راتوا

گئی دو پہر رات رام اور زام — رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام

کدم راؤ ایسا ہوا کھتری — جو مُنجہ گال سوں لیہہ دہ اڑسری

کدم کے بچے جو ہوں نہ کرور اندری — کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی

کہ جے منج نہ ہوتے کرتار ڈر ۱۴۰ — کدم سوں کتک بھنگ بھنگوں پکڑ

وے مار بیری سیندری کروں — نہ بیچھو کیرا بیر جھنکر دھروں
پھیلیں

---

[2] اصل میں "ساہ" لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

[1] مخطوطے میں کدم لکھا ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے "پدم" ہونا چاہئے (جمیل جالبی)

بعلین مین کھیا آج راماں منجہ کھیا دیکھ تون لال ہنماں منجہ

ذنبی جہوت حی جیونا جھوت بجان نکو جیو گدا مین نکل آن

گدم راو تیرا جو لگتا ادھار آدھار آج کھرون کلنترا دھار

رفتن بدم ناو تلنگی دن گدم راو را

اگر الکھیت جلیا بدم راے نال جلیا اگر دھر لی گدم راے ما کی

دلیا سا ندری سا ندری نا کدوات علاوہ گدم راو تب نا کھات

مراکن نکو جائی بیتھا نکھد کرن راے کا سینس نو راج دند

سرھات بین دھری دیک کر آیا پھول کی کیا نول مین پسر کرن کول

بجا رہ کیا جیو سورت اکر ارادہ کہ جب پھول لی راو تب دیو نا کھاو

یعنی جنت بین راو باسک بدم کر راے کینی باس لاجی گدم

ملک یا کی جانبی انتھا جا کر راے کری جو دری راو کی جانب کی

بھلیں تیں کہیا آج راماں منجہ   کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ

دُنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جان   نہ کر جیو گدلا نہ نیرا نکھ اِس آن

کدم راؤ تیرا جو لگتا اُدھار   ادھار آج کہروں کلنتر اُدھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

رکھیپ چپی پدم رائے ناگ ۱۴۵   چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ

چلیا سانڈرے سانڈرے ناگ دوات   سُلاون کدم راؤ تب ناگ جات

ہرا کر نگر جائے بیٹھا نکھند   کرن رائے کا سیس بن راج دند

سرہانیں دھرے دیکہ کر پان پھول   اِکی کیا نول میں بیس کر رج کول

بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ   کہ جب پھول لے راؤ تب دیوں گھاؤ

یہی چنت تیں راؤ باسک پدم ۱۵۰   کہ رانی گئی پاس راجے کدم

الگ پائے چانپی اُٹھا جاگ رائے   کری جوڑری راؤ کے چانپ پائے

لکھنے بات رانی کہ تجھ جہا نو بالا بھینی چھوٹا جرم تجھ جاوے تکما
کرمی راؤ تجکوں نہ کہے کھول کر کھون بول کا بول دیونا متن؛
کفتن لکھم راؤ اوتصنیہ کو دیا آل ونا کن بارائی خود
کدم راؤ اکھے نند ننا دھر کہ دھن پات سن بات یکدت بعر
سنیا تھا کی نارن دھری بہت جھفلہ سومین آج دیتہا تری جنہا
وھیے جھند جبنین دیتہا مک مین! انتی دیل تھے تھیں ہون پریالک سین؛
ستیا جوکن تھا بردیتھا آج انکہ نہ دتا تمہیں دیکھتیں نین بنک
مجات ایک ناکن کجاتا ایک سانپ؛ اسنکت دیکھے کھیلتین لاتے جھان؛
مجھکرتا ر تجکوں کیا ہوی راؤ اسنکت کہ کیوں دیکہ سکوہ انیا؛
کھرکہ کارہ دوکھا تھا یا لکھا آر ا سے تھا رکھوں من کیا سب تمارہ
کی؛

کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بَل — ہمیں جیوناں جَرم تجہ چپاؤ تَل

کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر — کہوں بول کا بول دیوں اُتر

گفتن کدم راؤ از قضیۂ کوڑیال و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِنہ آ دھر؛ — کہ دھن بات سُن بات یک چت دَھر

سُنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند — ۱۵۵ سومیں آج دیٹھا تِری چھند بند

وہی چھند جب میں دیٹھا جگ میں — اُسی دیل [تھی] ہوں پڑیا دگ میں

سُنیا تھا جو کن پر دیٹھا آج انک — نہ راہا تنھیں دیکھتیں نین بنک

سُجات ایک ناگن کُجات ایک سانپ — اسنگت دیٹھے کھیلتیں لانپ جھانپ

جو کرتار مُجکوں کیا ہوئے راؤ — اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں اُنیاؤ

کھڑگ کاڑ دو کھا تہا یا تکھار — ۱۶۰ اُسی ٹھار کھورس کیا شب تہار

گنتی

ڪيئي نه آهن ناڪن پر آنا آن لئي، هو آن اب ليڪو ڪيئي پوڄ ديئي؛
نه مارت ڪيا ساآنب يڪ ڪون ڏڪم؛ ڪهسن ڪو تنا سانب ۾ ڦون ڏڪم؛
نه مرتا جو ڪهورس نه ڪرتا بتال؛ بلي ڏيد دينها آنه بر ڪا ڪپال؛
مڪورا هتي مڪه دبا نڪائي؛ اجو ها آتي ڪري مڪه ڪا ندا نڪها آئي؛
نه اب ڦهتن ڪسي نا آر ٻخيا ونان؛ نه ٻتيا ونا آن نه نسي را او نا آن ما
نه متري، مري نام انجار ڪو ٿا مري ما ڍهي ڍهي مري جا ڪرو نا -
سهابي ڪيئي آج ناڪن ڪنا ر يوي جهار نڌ جهود ڪر نڪ ٻهتا ڙس؛
ٻهيي ديڪه منجه من ٻهڪيا نري نا نو، ڪهي اجهر يان هوي لهي سنجهو ونا
رتري نا نو ڪا آن جي آن هوي؛ ڪرون نه اور ڪن مرون جيو ڪهوي؛
جهري آت ڪوندن سي ڪي جي هوي، آسنڪت نه تش ڪهالي لي بت ڪوي؛
دڌها سانب ڪا هوي مي ڪا ر دي، دري ڪبوان نه وه ديڪه سڪنڌ بيري

گئی نھاس ناگن پران آپ سے — پران آپ لے کر گئی تُو بُج دے

نہ مارت گیا سانپ یک کون دُکھ — کِھن کوتنا سانپ پن دُون دُکھ

نہ مرتا جو کھو رس نہ گرتا پتال — بِلی دُود دیٹھا نہ برکا کپال

مکوڑا ہتی مُکھ دریا بجائے — جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے

نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں ۱۶۵ — نہ پتیاؤ ناں نہ تِسے راؤ ناں

نہ مرتی مَری نام اُچیار کوں — مَری ماؤ ہی دھی مَری جار کوں

سہائی گئی آج ناگن کنار — پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار

یہی دیکھ مُنجہ من بھگیا تری نانو — کسے اچھریاں ہوئے بھی ناپتیاؤ

تری نانو کا اَنت جے اَنت ہوئے — کروں نہ اور گُن مروں جیو کھوئے

چُھری اَت کندن سی کہ جے ہوئے ۱۷۰ — اسنگت نہ تِس گھال لے پیٹ کوئے

دَوھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی — ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی

بَرِیں سَاج کہ کر کیتی بَول آچوک ہا ڈکہا گھور کا جہاں جہاں موتی بھوا ،
جنبھیو جنبھیری سَرِی ہَت کا رَن ہَتھوڑے تیں دیکہ تِس ہَت بھُوپے بھوت
ہَمَا ہَت نفوری اونت کون جُند کھاۓ، مکوڑا کون کُچ جو کھند جائے ،
تِھیں نَحَر دیتیں دیکہ آپنا دَرَاونا کہ بن ڈوس دَھن پر ہری دَکاوے ،
نظایم سے دَھر طم دکہ کیون راد دیۓ کہ بَٹ وَرَٹ کُن بات دَھن سو کے

عرض داشت وائی بادار

گمر جور دَھن بات بنوی سُنارہ کَھون چی سُنی للوا نکا بجا آر ،
کہ جِتنا کَھیارا او سب ساج بَہا آوے ، دلی ہون کَھون دیکہا اُسکا نیاوے ،
مَلو بیار سَنی جو بر کور دست ، نہ ا ستم نہ مدھم ، سبہو رنج کنت ،
کیسے آشتی دیکہ کیسنے کوچ دی ، کیسے او بجر دِلکھلا وتل کھہم لی
کہ جی مو سرچی کینو انا کلی ، نہ ہند نس کا دوس منجم دوس دیہ

بر

کو

بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک — دَدھا دُود کا چھا چھا پیوے پھُوک

جنبھیری سَری ہت کارن سنور — یہی دیکھ تِس ہت بھوگے بھنور

پراپت نہ ہوئے ادٹ کوں جیند کھائے — مکوڑا کوَن کچھ چو کھنڈ جائے

تُہیں فخر دیں دیکھ اَنیّا وَراوٗ — ۱۷۵ — کہ بِن دوس دَھن پر ہری دُکھ لاوٗ

نظامی دھرم دُکھ کیوں راوٗ دے — کہ پت ورت گُن پات دھن سو دیے

عرضداشت رانی با راوٗ

کر جوڑ دھن پات بَنوِی سُنار — کہوں جے سنے راوٗ اُن کا بچار

کہ جتنا کہیا راوٗ سب ساچ بھاوٗ — ولے ہوں کہوں دیکھ اُس کا نیاوٗ

چلو پیار سیتی جو پر کور دِشٹ — نہ اُتم نہ مدّھم سپورن کنشٹ

کسی آشتی دے کسی تُوج دے — ۱۸۰ — کسی اُونچ دکھلا وَتَل کھینچ لے

کہ جے دوس ہے جیو اتپال لے — نہ پروَنس کا دوس مُنج دوس دے

کون

کون پرکن جو نکری پاو تھیں کون رکھ جو ندلے باو تھیں ۵

رونے نکھا نس نہیں اکہ جہا اپنی بھی جائی تب او کھو کیا کم سکے چھپائی

سرنوب اکلا جند تبھی کلنک ۱۱ نہ اسن تہا و سنکا تھرون ہوۓ نسنک

رتن بکھا جائی ما انس نجائی ۱۲ کہ جب لگ بری ایک سرکار دھائی

تری اور تو ہوی جو کہت دیہ منجہ انکصل پائی جو سربیت لیہ

کہ جیوں رکہ سر کھند پر مل دھری ۱۳ سو ہے رکہ جو پھر سو کندم کری

تر بن جات ہیں میری سنجات ۱۴ بجانون کہت کہا و بسوا سی گھات

نہ مانون برکا اس جیسے نہا سن ۱۵ نہ مانون تری آس جیسے گاس

نہ مسن نہا دینہ باس بیس جی جیئی ۱۶ کہت پاو ما کن پھر ایک جی

نہ تیسا کرون کام جستے دیون ۱۷ نتا کر ہین کہا دن نہ جل مرون

ستم لی بھری کوئی سبی کم کول ۱۸ نہ بٹوری سبھے کوٹ نا بات کھول ۱

کَوَن پُرک جو نا گرے پاؤ بھتیں   کَوَن دُکھ جو نا ڈُلے باؤ بھتیں

روئی گھالس بھتیں آگ جھانپی جے جائے   تب او گھڑ کیا کُچھ سکتے چھُپائے

سر دپ آ کلا چند تس بھی کلنک   نہ اُس بھاؤ سنکا دھروں تھوں سنک

رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے   ۱۸۵   کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے

تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ   مُنجہ انکھول پائیں جو سر پیٹ لیہہ

کہ جیوں دُکھ سر کھنڈ پر مل دھرے   سو بھی دُکھ جو بھی سو کندم کرے

تریں جات میں (اور) میری سجات   نجانوں کپٹ بھاؤ لسواس گھات

نہ مانوں پُرک اُس جیسے بھا سنا   نہ مانوں تری آس جیسے کا سنا

نہ مَس بھادیہ پاس بیسی (جی) جیسے   ۱۹۰   نہ ہت پاؤ کالک بھرا لیجیے

نہ تیسا کروں کام جس بھی ڈروں   نہ تَتا کدھیں کھاؤں نہ جل مروں

ستم بے بھرے کوئی سی کُچھ کول   نہ پیوے تُجھے کوٹ نا بات گھول

ٹ بھادیہ = بھادیہ (بادیہ) برتن، دوات

درون نبکر هین رکہ جوبن بجاری لالا آروتب بھیو عیتا بجے برت آجای
جلو جوبن اٹھنا ابھارا جو لینا جو جوبن اٹھیں پرت ہیرہ بیزہ مین
آہیت جکین دربن اوین امت منتنا برجیکی سوکل بن بھوت بمر کرل بک
بکا جو کری سو برابنی لکھیے ابد کا تنہ ماندی جو ابین کریت
جوبنکا انجھے ترن بک ذکر کویہ سو سبھا گرھین رکہ بدمن کوکیہ
نہ کہال جھماس کھنچی جو کری نہ سیدھے گرھین کو تری بنوہ ہوی
ہنکر دردنت کہال بالے جی کوی بکاین سھند نیب بیتھا نہوی
نہ تھک تھک بنا جھو دیسے جک تھکہ نفو سیے گرھین باندپ پنکل
جنس دادھین ہوی سندیہ کنہ بھلی کیت کن ہوی وہ دیہ کن
ادھوی منجم کہ روپ بھا نند نفوسیے گرمین بانج انکلی سمان
مدھر نہ کہتر ہوی کہتر نہ مدھر مدھر سو ملعو ہوی کہتر سو
سدا کال باجیے ربے منجہ بیر نہ بیٹھیے گدمین کہاں بانجی ستر
بجھے

ڈروں نہ کدھیں دُکھ جو بن بچائے | ڈروں جب جو جیتا رہے پرت اُچائے
جلو جوبن اپتھیا اُبھارا جولیں | جو جوبن اتھیں پرت بیوہ پرھیں
اسی جگ میں جوبن اُویں اُمنث مت ۱۹۵ | نہ برھے کسے سوک بن پرت مت
بُرا جو کرے سو بُرائی لہے | ابل کا نتھ ہانڈی جو آپیں رہے
جو نیکا اُٹھے ترن بن رکھ کوتے | سو سیدھا کدھیں رُکھ بُڈھن نہ ہوئے
(جنتر) گھال چھماس کھینچے جو کوتے | نہ سیدھی کدھیں کوتری پونچ ہوئے
شکر دُودھ نت گھال پالے جے کوئے | ککا بن سہند نیب میٹھا نہ ہوتے
نہ ٹھگ ٹھگ بنا چھوڑسی جگ ٹھگ ۲۰۰ | نہوسی کدھیں پانڈ رینک لگ
جس اُدا آدھیں ہوئے سندیہہ کن | بھلے گت کن ہوتے وہ دیہہ کن
اُدو ہوتے پنجم (کھوئے) روپ بھان | نہوسی کدھیں پانچ اُنگل سمان
مدھر نہ کھتر ہوے کھتر نہ مدھر | مدھر سو مدھر ہوے کھتر سو کھتر
سدا کال پاچھے رہے مُنجہ نیر | نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سریر

سبھیں

---

۱ کانٹھ۔ (کاٹھ) لکڑی

سبھین با بھتر نہ ہوی جی الک مول "رتن کوں" یا نہ مول لیے کانت کھولے،
نہ سر بار کردوں دکوں ہین تاک "سبھے استر یان ایک لکڑی تھال ما
نہ پر جھیاک نا جند کوں اادھانک ! نہ تیھن کین کیے مک سنور تھانک"
دھرم کوں دھرم پایکوں نہ سانتہ بتولی نہ کنبلی موں دیہ کا بہ کانت!
کہ جی بان الکلا ہوا کاج کوں منہ سر بار کرنا ان تیسے کاج ۔ دنیا
نہیں آدمین اودیبھے ادمے میں "، لیکن کی کیا اونج تدبیر تھیں"
نکر دشت سنگار بن روپ پر نہ کریں دشت تس کام پر انکہ نرد
لکھا کھوت کا چپو تج جتو بکہ دھے آس کر جرم نج پایی تل "
"مری کھنت دنماں آن توں لاپاس مری بھوک پر نجارا اودکا انواس"
نہ سنیا الولک کہ اُس عدت تمان نہ سکے اپنا جیو تو سب جہان ما
بتا ہیم آدھم کیوں جھو ریاج، کیا راج تھل دی سنور اپ کاج۔
نہ بج پوت بدنت نہ بیر بلا سنور کوں تھتبی ترا راج دل

سبھیں [با] بھترن بھتے جے ایک مول ۲۰۵ رتن کوئی نہ مول لے گانٹ کھول

نہ سر پار کر دُود کوں ہین تاک سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ماک

نہ برچھیاک کا چند کوں آؤ ڈھانک نہ گھن کیت کے مُک سنور جھانک؟

دھرم کوں دھرم پاپ کوں (پاپ) سانٹھ تبولا نہ کنبلی پرن دیہہ گانٹھ

کہ جے بان اگلا ہوا کاج کوں نہ سر پار کرناں تسے باج کوں

نہیں آدمیں اور بھی آدمیں گگن کے کیا اونچ تل پر تھمیں

نہ کر دِشٹ سنگار پر روپ پر کریں دِشٹ تِس کام پر انگ پر

لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل رہے آس کر جرم تُج پائے تل

کرے گھنٹ دَیمان توں لے اُپاس مرے بھوک پر وار اور رانواس

نہ سُنیا الو لگ کہ اِس ورتمان سُکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم اَدہم کہ جیوں چھوڑ راج ۲۱۵ گیا راج کھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ پُوت مُدونت نہ بیر بل سنور کوں کھنبے ترا راج دل

جو دیتہا کچھو تما سو رکہیا نہ تہا آنو بلا کر هسیں دردیتیں کچھو کتہر ہا کو۔
بہلا کر جو تہوں ہیں بہلا ئیں لہیں، کہ جم جم بہلا ئیں تہنا جم دھی۔
کہ جی لحر دیں کیان مھی دیہ سُرا بدم ملک باجی کدم کو من بدہ
گہہوں سُرسا جی نظامی دھرتہا بدم سب سُنی بات باجی کدم

باز گفتن راو با رانی

کدم راو کہیا دھن بات سُن کہیا سانچ تیں بعید بیٹ دُرٹ کئی
ولی من لیکا جی بہا کی کہیں آسنکت کروہ من لکے بہیے تہیں
بہکیے ہمت کوں کانب سُوں باندہ بہلے من کوں بدہ کوں سادہی
کہ جیوں ناتا کر سالے ستی کانت یک تیکوں کانت من موذ ہے جیو کیہ
کہ جب لگ بہکی جیو تس کانت دکہ انہیں کرے چہونہ دیری سکہ
اجگبانہ ہوئیں کہنت جی ہوی مدہ اجنبا ہوئے لوک جی ہوی کہنی
ملکھے کہا تیں مری کوی تہا تو مری ملکلی جیو سن ہکو تہا تو نہ
گہری

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ تھانو | نہ رہی جو دِ لیسے کچھو نقش نانو
بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے | کہ جم جم بھلائی قفا تجہ رہے
کہ جے فخر دیں گیان ہے دیبہ سُدھ | پدم مکھ باچے کدم کون بدھ
کہوں سُد ساچی نظامی دھرم ۲۲۰ | پدم سب سُنے بات باچے کدم

باز گفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن | کہیا ساچ تیں بھید پت ورت گن
ولے من کسِی کا جے بھاگے کہیں | اسنگت کہ وہ من لگے بھی نہیں
بھگے ہت کوں کانپ سوں باندھے | بھگے من کوں بُدھ کون ساندھے
کہ جیوں تار سالے تتی گانٹ دے | تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے
کہ جب لگ بھگے جیو تِس گانٹ دُکھ ۲۲۵ | اتیری کرے جیو نا دیوے سُکھ
اچنبا نہ ہوے گھنٹ جے ہوے مدھر | اچنبا رہے لوگ جے ہوے کھتر
مکھی کھا نہیں تھمرے کوئی تھانو | مرے ململے جیو سنمکھ نانو
کھرے

گھرے کوئی اُپچار ناچار پاپ
نہ بھاوے مجھے وہ جو میراچ باپ

کپٹ بھاؤ تھیں مجہ اُٹھے سیس آگ
بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سُکھ تب ہوئے دِن نین بھر ۲۳۰
سچوئی چلے کوئی جے ست پر

پنکھیرو اوڑے دیکھ کر آپ ونس
چڑی مِل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنس

مہر پا... کون سنگت پڑے؟
نہ خرفا ختا جُفت مِل کر کرے

سیاناں کرے سِدھ سوں بُدھ کَن
گنوارہ کرے کَن میں جیوں پَون

کہ جے گا دھر ادلک پر ڈال کھائے
دھنی داکھ بِن کون تِس دیہہ کھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ یہ گادھرے جوگ نہ رائے جوگ ۲۳۵

اسنگت کہ جے کوئی بُرا کچھ کرے
مرے سُول چڑھ کر کھڑک تَل مرے

نوالا ادِھک مُکھ لیناں، نچائے
نہ جوگت اَپس کام کرناں نچائے

بھلی جات بھی جات ناگن سُجات
کلنک آپ لایا کُجاتی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھوٹ ہوئے
بھلی ایک پت ورت لکلے گی دوئے

تِری مَت ہوئی مَت پر کب لگ — جو دُوجا نہ دیکھے پُرکھ تب لگ

نہ جانے پُرکھ نار کے چھند بند — کرے دِشٹ تَل ہِت مَن مانہ دند

جہاں سو ملیں پُرکھ کِل کِل نہ ہوئے — تہاں ہوئے کِل کِل جہاں نار دوئے

لَسن مُشک کی کھان چھانپی جے جائے — تب اَوگھڑ کیا کچھ سکے چھپائے

مرو استری دہ جو پَر پُرکھ تَل — کَدَل دیس کر ہوئے تِس تَل ادل

سُنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ ۲۴۵ — مجھے آپ سو یا رکھے تب لگ

اَردگن کروں بول سُن برلہ ایک — یادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک

کروں بھاوتا جیو کا لاد چُک — اُچاون جے سِر دیہہ سرواہ چُک

گیا پور پتّن جو بھر پور ہوئے — پڑے ایک چِنتا پتن چُور ہوئے

بھلیں کون تِس ٹھار کیتی بُجھائے — کہ جِس ٹھار پاپن گئی مُنجہ پچھلائے

کہیں جاؤں پاتال کی سُدھ لیوں ۲۵۰ — کہ دبن، کھود ماریں نہ مُکھ آن لیوں

کدم راؤ آکھے سُنی بات دھن — کرے گن با سُکھ کہیا آکرن

کہ کھب

جبش منہ ملوکہ کیا جند روپ ۔ جتنی جننا جننین سروپ ۔
کدم راؤ کردا سمند رکہیں ۔ دتن دین ملکہ سمند کھولیا ہیں ۔
کہیا آج رہ دیک منجہ مدرا ۔ کروناج ہوؤن بجہ ملکہ جہان نرا ۔
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن ۔ نتھا تسرا دنہ جرم راؤ بن ۔

کدم راؤ کا قبول نکرد ما آل پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کوتا رسال ۔ کہ آب نہین تہیں مت منجہ لیہ بہال ۔
کہونہ ایک بجہ بول جی بت کری ۔ کہ جی بت کری دکہ منجہ ندہری ۔
سنیا ہی کہ جی مت کہا دے کہان ۔ نہ تھیں بجی مت نہ لیہ بہان ۔
کہ بہت تم کام مت کا کری ۔ جی دہن لی کری کام بستی کہہ ہری ۔
نہ ایکہو تسی مت جو دوی تن ۔ سراہی دہن ار ما د منلوب دہن ما
تسی مت ملیکہون جو الجہان تہار ۔ کہ ارہون دنہ یا و دیکہتا ایہا
سوالا کہ منجہ لاب ایکبول بجہ ۔ سوا آبی کدھیں تنین کہیا بول منجہ

. . . . (یہاں سے تسلسل قائم نہیں رہتا) ح.ع . . . .

جَنَش میں مکر کے گیا چند رُوپ   جَنَشی جَنت آ جنشی سروپ
کدم راؤ گڑوا سمندر کہیر   رتن دین مُکھ سمند کھولے اَہیر
کہیا آج رہ دیکھ منجہ مُدرا   کروں آج ہَوں تجہ مُکھ جھانژا
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بِن ۲۵۵ نہ تھا تیسرا دن جَسرم راؤ بِن

کدم راؤ قبول نکر دماآل پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتار ساک   کہ اب تھیں تُہیں مت منجہ لیہہ بھاگ
کہوں ایک تجہ بول جے بَت کرے   کہ جے پت کرے دُکھ مُنجہ نہ دَھرے
سُنیا ہے کہ جے مت گل دِیہہ بھان   نہ تھیں بچن مت نہ لیہہ ہان
کہ بن مت کُچہ کام مت کا کرے   جے دھن لے کرے کام بس گھر بھرے
نہ لیکھو تِسے مت جو دوئے مَن ۲۶۰ سراہے دَھن ارما دَمن لوب دَھن
تِسے مت لیکھوں جو اُلجھان ٹھار   کھڑا رہوں دُہنہ پاؤں دے ہت دھار
سوا لاکھ مُنج راب ایک بول تجہ   سوائے کدھیں تیں کہیا کھول مُنجہ

ئہ دہنہ۔ دونوں

جیسی آتش دمن ہو یعت من تھوین کر مت بن تھوی اور جمتر تی تھو

سیا کا لھرات بعدونت ترن بجھیے نہ کھونا اور کیشکوں کھوس ؛

کنوار نہ کوی کن مین بدہ کیونہ پون بجی ہا ک مین بین جیوں ؛

کر جی دھک لی دعن منج پڑن دھونا کھون بھاؤ تا جت دم

کر جی درب منج دین جی بجہ دھیان لہا جھوٹا اجھو منجہ بجہ آسا کی ؛

کوکون پت بجہ بول ہون اور ایک کر آؤ کلم بجین سنور سون سکلیک ؛

پدم راؤ سکیے ہوا اس سلا کہ ہتکار سبے راؤ منجہ جد کد ؛

کدم راؤ کہا پدم پت کیا، کیا پت پر ایک سنک لا کیا ؛

کر جی تھا بنی دای منجہ بیار کر ؛ سو ستر کھند کنستوری لی دت بلر ؛

دمری سینس پرہت منجہ بول لیں کرن اکرن تہا نوجی بول دیہ ؛

سکے ہو یعن یہ کوت پڑ وار منہ لمستر کدم کرون کہا نو سیسا رمنہ ؛

کدم راؤ ستر کھند کنستوری ہل پدم سینس پرہت دم پا اوہل ؛

کھند

جسیں آس دھن ہوئے ہِت بن نہوئے   کہ ہت بن نہوئے اور ہمت بن نہوئے

سیانا کہے اَت بُدھ دنت توں   تجھے نہ کہوں اور کِس کوں کہوں

گنوارن کرے کُن میں بُدھ دکھوں   ۲۶۵   پَوَن پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی راتے دھن منجہ پر   دہوں کا کہوں بھاوتا چِت دھر

کہ جے دَرب منجہ دین ہے تجہ ٹھیان   اَچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کروں چت تجہ بول نہوں اور ایک   کہ اَوگھڑ پڑیں سنورسوں سُکت لیک

پدم راؤ سُکھی ہوا اِس سبد   کہ ہنکارسی راؤ منجہ جب کد

کدم راؤ کہیا پدم بیت کیا   ۲۷۰   کیا بیت پر ایک سنگت کیا

کہ جے ٹھا بنے راتے منجہ پیار کر   سو سر کھنڈ کستوری لے درت بھر

دھرے سیس پر بہت منجہ بول لیہہ   کرن اُکرن تھانو جے بول دیہہ

سُکھی ہو پھروں گوت پر وارہنہ   سو کندم کروں[۱] ناؤ سنسار منہ

کدم راؤ سرکھنڈ کستوری مَل   پدم سیس پر بہت دھریا ادھل

نتھا

---

[۱] "سوکندم کروں" کی جگہ حاشیے میں "کمتا وراں" لکھا ہوا ہے۔ (جمیل جالبی)

نتھا ادتھین ناکی سر بدم: تدھا تھین ھوا جدھر یا مت کدم

جرالی کھپا کوں کیا اَجھ جول: تلاو پر سبد کی سبد دیک کھول

تعریض کرن دن بدم راو کہ کدم راو کرت اسنت

راکھیم دو نیں رائی کرتی بنود آپ مجھ تملاوارلی سوردیں سات مجھ

بدم راو اٹھیا کہ سینوا دھونا کری کن جی رائی بنتی کرون:

سنیا میں جی مجھ کال کا ھی اپاس: نہ کھن اغن نہ پانی نہ تنبول پاس

بھوکاں رھیے کوں نہ بھوکا اچ: سکی راو تون کیوں رھے ان پاچ

کونیں جی رھے بھوک کران روس: بسیا ھی ایس آپ گرتمار دوس:

رھیا بھوک دن دیس تون کھنت میں: تلاو پر ھوا تو مم ھیرا نکر

کہ جی رائی بھوجن کری بھوک مکہ سکھے مجھ ھو آدیک منہ ھوی مسک

اپاس آج رھنا بھلا مجھ لھوپ: بھلا جو لھے کھانا کھوی توپ

ندیاں جی مکہ تون جسو بھائے: نہ ھون جا نو کھرا پینی کرنیا د:

نھا آد تھیں ناگ کے سرپدم ۲۷۵ تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم
جرالی کبیا کوئی کیا آج جول تل اوپر سبد کے سبد دیک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کد نہ است؟

دوئی رائے کرتے ہوں آپ منجہ تلاوار لے سورتے سات منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں کرے کن جے رائے بنتی کروں
سنیا میں جے تجہ کال کا ہے اپاس نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
بھوکا لاہے کوئی نہ بھوک آج ۲۸۰ سکے راؤ توں کیوں لہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس بسا ہے اپس آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر
کرے جے رائے بھوجن کرے بھوک مکہ سکھی تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے بھلا جو کہے کھاتکی ہوئے توئے
نہ دے ان جے مکھ توں جیو بھاؤ ۲۸۵ نہ ہوں جاؤں گھر آپنے بیر نیاؤ

کدم راؤ کہیا پدم راؤ سُن — کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گُن

سیوا ساکھ پردیسیں باج ہوں — اروگن بجانوں بتر راج ہوں

کہ اد آد وادو تہیں ریت ہم — تسنتر چلے ریت ساسان جم

دساور پرکھ ایک دوت آن پاس — اروگن کردں دان تس دے اداس

نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ — ۲۹۰ اروگن کروں دُوت لے ساچ بھاگ

گفتن پدم راؤ مضرت صحبت مسافران وجوگی وجنگم وغیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے چک سُنے راؤ سیوا کروں

جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس — کہ ترت آس دے بھوند کر جائے نھاس

بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ — نپائے اگر پیٹ میں بیس پاؤ[1]

بھوندا جو پاوے سلک چک رائے — لگے سانپ کوں جان دو پنکھ دھائے

دساور پرکھ من دھرے بہت سہل — ۲۹۵ کہ مکھ پھول دے جیو لے باہ ہول

جو کچھ ہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا ساکھ اُس بول جو منج کہیا

سہی بدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بدھ کے سُدھ لے

تفت

[1] یہ شعر حاشیہ میں درج تھا (جمیل جالبی)

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن بر جنا ناگ مکہ بسری پڑیا بول سن ایک چک؟
پہر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کوں
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے ۳۰۰ تیسے راکھنیں کیوں اپس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ورتمان جو پردیسین تھی ڈرے وہ ندان
بھوندا مری دشت تل یوں دسے کہ سپت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دسے
گگن بھیر کی جے ملن لگ ایک پراپت سکیں لگ مکہ پاگ ٹیک
کھڑی جے ہوئی مرچ تیکھت جات سکے توچ کر چکت پانی سنگھات
نہ چیتنا کریں ناگ اس بھاؤ توں ۳۰۵ بھوندا بلد ورت اردگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبتِ جوگی ومسافر نگردد

پدم راؤ اوبھا ہوا چھات لگ بناتی کئی تن پہر رات لگ
کہیا راؤ دہر ناگ رادہ ڈروں کہ جے راؤ انگھیں بناتی کروں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن کہ یہ کوڑ بانی دھرے بھوت گن

نہ بتیا دنون جم سہدیس مجہ، دیہ لوک سہدیس لے بنس مجہ

بہت بہید کا لوک تی راج کاج، بہت کا تراکے دہرے کاج راج

کرے الکہ او جہل سجہند بند، کہ دشت آنت لگون کہے سو جند

کرت کہات کا کام دہنورت بنے، ملا دے سبہا لوک سنگت بنے

نجانین کر بیرے تہان تن دہرے، تہا کا نکرا دا آنت تل کیا کرے

نہ جبلگ تہین جان بی ہین کر ابہے جہونیرے لیے لگی دو لہر..

نکر نان کیسے کسبی سات ہتہ، کہ کست سکی جال کہتہا رکت..

نہ جہارے نہ بونی دیرے باؤ کوند، برا رکہ دیے مت بری بیر سوند!

کہ جید بندہے۔ اتبل ہتر و آرے نہ کدہین توٹے بن کہو نکرو

جو کم مین کہا بہید کہد دستنہ، کہون آب کج بہید بر دستنہ

نہ نیرے ابتن آن جک کا بری، نہ بتیا و جوکی ترک تا بری

نہ جوکید ہی جرم ملماس ناج، اونہ رکہی تسی کوی کنکا سی ناج

دوہرہ

نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس لے بھیس منجہ
بہت بھید کا لوک ہے راج کاج — ۳۱۰ بہت کاترا کی دھرے کاج راج
کرے آنکھ اوجھل بہت چھند بند — کہ دِشٹ انت تجہ کوں کہے سور چند
کرے گھات کا کام دھنورت ہی — ملاوے سبھا لوگ سنگت ہی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نَنھا کانکرا دانت تَل کیا کرے
نہ چینگی تُہیں جانئے ہین کر — اُٹھے جھونپڑی کھتی لگے دوپہر
نکرناں کسی کِستی سات ہت — ۳۱۵ کہ کِست سکے جاگ گیھار گت
نہ جھاڑی نہ بُونٹی ڈرے باؤ کوں — بڑا رُکھ ڈرے مت بڑے بیر سوں
کہ جے دیدھے اِت بَل ہت رُد — اُڈے نہ کدھیں تو نے بن گھونگھرد
جو کچہ میں کہیا بھید سہدیس نا — کہوں آب کچ بھید پردیس نا
نہ نیڑے اُپس آن جگ کاپڑی — نہ پتیاؤ جوگی ترڑی تا پڑی
نہ جوگی رہے جَز مَدماس باج — ۳۲۰ نہ رکھے تِسے کوئے کنک آس باج

جو جوگی

مو جو کی دَکھے وِلکھے یا مَن اپس اپس دکھن ، سو تِلتِل کری گن جو کی لچھن ،،
نجا نون کہ تجہ سے کدھیں باہ نہ بھول ، ملا دے تجھے آن مت مند بھول ،،
کنری کہاں لگا شک مند ہو نا نہ ، خماری کرا دکھ لی جیو نا آن ،،
بھلا ن دھنی راجکون رات دیس ، جو مد بو یسی جتا پنک بھیس ،،
سرت نول میتر بنا جذ کنری ، دھنی راجکو دیتو نانہ تدکری ،،
نہ دنہ کہو رنا نہ جیھر کوئی یا بجھے شہ نہ مد بو کو کوی دھنی سا تجھے ،،
کہ اس بست نھین ھات دعوی جکوی ، کو کاندھیں ھوی رتراتھری ،،
جو جس لکھن کرا ھوی تن ، سو بی تن اپسے لو رتی دھن بسی ،،
نہ ہت جیشتی من دھری جک انک ، نہ جو کی تجھے بھنک جو کی ابھنک ،،
کہا لک لہو ہان جوکی بیرھان ، نہ کہ جینتا گھون لاہ نہ باج ھان ،،
ولی ایک کردوت جل بار دیہ ، بجن کہند سنبھال بر دار ایہ ،،
نہ مانون کتک وہ جیسے سنر نوری ، کہ جب سر نھوی وہ کدھیں تہر تھوی ،،

جو جوگی رکھے پاس اَپس آس دھن — سو تلتل کرے کرّ جوگی لچن

نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول — بلاوے تجھے آن مت مدّ پھول

گھڑی کھانڈ کا سکھ مدّ پیوناں — خماری کیرا دکھ لے جیوناں

بھلا نہ دھنی راج کوں رات دیس — جو مد پیویسی... جتا پنک بھیس

سرب نول میتر بنا جد گھرے ۳۲۵ — دھنی راج کوں پیوناں تد گھرے

نہ دنہ گھورن اچھرّ کوئی بانچسی — نہ مد پیو کر کوئی دھن سانچسی

کہ اُس بستّ تھیں ہات دھوتے جکوئے — نہ گو گانڈ میں ہوئے دُسرا نہوئے

جو تس لکھن کیرا ہوتے تن ؟ — سوئی تن اسے لوٹتے دھن نبسن

بہت جیشتی من دھرے جوگ انگ — نہ جوگی تجھے بھنگ چوکے ابھنگ

کہاں لگ کہوں، ہاں جوگی تہاں ۳۳۰ — کہ جیتا کہوں لابھ نہ باج ہاں

دلے ایک گر دوت جد بار دیہہ — بچن کھنڈ سنبھال پردار ایہہ

نہ مانوں کتک وہ جیسے سیر نہوئے — کہ جب سیر نہوئے وہ کدھیں بھر نہوئے

کہ جے بار نہ دیہہ یک دیس رائے　　چلی ڈار نا پنک نو کھنڈ جائے

کہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے　　کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

کدم راؤ بازارگانی پدم راؤ رمادر؟

تری دِشٹ ہے دِشٹ جیوں سُود رِشٹ　۳۳۵　گھڑی گھنٹ پل میں پڑے اند شِشٹ

کدم راؤ توں جم کدم راج کر　　منجے بھی بیٹھاوا ئنے جانوں گھر

کہ جب لگ رہے جیو تن رکھ رکت　　نہ بسروں تجہ اُپکار تیری سکت

بہت جیو کھا..... ہوا گھاؤ توں　　سُکھی منج کیا جیو بڑا راؤ توں

کہ اور ایک بنتی کروں راؤ تج　　نجانیں دوئی توں کسی بھاؤ منج

کدم راؤ کہیا کہ جیوں تجہ نروپ　۳۴۰　ھئیں سمند راکھوں رتن تجہ لوپ

بیٹھایا بہت مان دے ناگ راؤ　　چلیا ناگ سر بھیں دھر آپ بھاؤ

سُکھی ہو چلیا ناگ تِس مان کوں　　پکڑ ران جیوں پھر چلے کنٹک جیوں

کوَن جیو ساگر سہس رائے دوئے　　کدم راؤ ہو کہ پدم راؤ ہوئے

کہ ایک

(اس مصرعے کے بعد سے تسلسل پھر قائم نہیں رہتا (جمیل جالبی)

ھمیں کوں مانس جو کارن ھمن کر کارن ھمن بھوک رھنا ن تمن
کہ جے بھو رینہ ھار سب تلملون تماں باج ھم پال سکے سو کوں
وجے لوں ھم کوں ھوا باپ بعد نہ را کھیے منکوں ن ھمن اند گند
جو دھن پوہ سوں نہ رھے جو رسوں ۔ سو ستی کرین ھوی دھن پوہ سوں
کر بھو دوی ایک میوا آر را و ۔ بھر ل راو ھم سیوکی ان کھا و
بنہ د نہ دیس ھی ان بردار تدھ نہ کن مای دوی دن دیا بوت دود ،
کدم راو سکھے ھوا آت بول ، سکیے ھوی بیٹھا ادر دنگ کھول ۔
امولک تن اپنی تبا بیچے سرنگ پنھا بنی مدھر بدہ پردھان انکے
گیا راو پردھان کوں جبو کھاو بلاو آج پردھار کبھی دلا و ،
میا راو کی دیکھ پردھان مکھ کھیا مکہ پردھان بردار سکہ
نثر ق دھانیلن مدھر بدہ وزیر آ د شام را
مدھر بدہ پردھان ھت آزبل مکھا دیا مدھر بدہ سوں راج دل

ہمیں کون مانس جو کارن ہمن ۔ — کہ کارن ہمن بھوک رہناں تمن

کہ چے بھوریاں ہار سب تل ملوں ۲۲۵ — تہاں باج ہم پال سکے سو کوں

وہی لون ہم کوں ہوا پائے بند — نہ راکھے ہمن کوں ہمن اندگند

جو دھن ہیوہ سوں نہ رہے جیو رسوں — سو ستی کدیں ہوئے دھن ہیوہ سوں

کرے جو دوئی ایک پروار راؤ — بھرگ راؤ ہم سیو کی آن گھاؤ

نہ دہنہ دیس ہے آن پروار تد — نہ کن مائی دوے دن دیا پوت دود

کدم راؤ سکھی ہوا ات بول ۲۵۰ — سکھی ہوئے پیٹھا ادر دنگ کھول

امولک تن اپنی قبا کھتی سرنگ — پنھائی مدھر بدھ پردھان انگ

کہیا راؤ پردھان کوں جیو گھاؤ — بلاؤ آج پروار کپڑے دلاؤ

میا راؤ کی دیکھ پردھان مکہ — کہیا مکہ پردھان پروار سکھ

تشریف دہانیدن مدھر بدھ وزیر احشام را

مدھر بدھ پردھان ہت آن بل — ہنکاریا مدھر بدھ سوں راج دل

ف قافیہ غلط ہے۔ پہلے مصرعہ میں جیو کے بجائے ایسا لفظ ہونا چاہیے جس کا حرف آخر "د" ہو جیسے "جیوہ" (جمیل جالبی)

مِلا لے چلیا سات سِر جُھبَیں دَھرَن ۳۵۵ کہ سر جُھبَیں دھرت پائے تَل کھن کرن
کسی بھیت پروار ڈنڈوت دے
گگن پائے تَل کر دَھرت سیس لے
دیئے کپڑے اکیس ایک تن رتن؟
پراپت اکیس تن جڑت نو رتن
کسی تَن پِنھائی قبا، سَر کُلاہ
کِسی تن پَٹوّلی پِنھائی پراہ
نہ کچّا نہ بچّا رہیا دارن) بِن
رہیا دان بِن نہ رہیا مان بِن
پچھایا بہت مان دے راج دَل ۳۶۰ چلیا راج دَل سیکھ لے راوَ اچل
کیا راوَ پر دھان کو کر بِسّاس
اَرو گن کریں آج بَھتریں اُپاس
دِساوَر پُرکھ ایک ہنکار آن
اَرو گن کریں سُن دِساور پران
اُٹھیا ایک سلکی سبھا میان گال
سلک راوَ تھیں کیہ لایا کپال
بناتی کَیَ تِن سلک، راوَ تھیں
نہ پرپنچ تھیں نہ کپٹ بھاوَ تھیں
نبو دی بڑا جان جوگی کنور ۳۶۵ دِساور پراوَہ آیا نگر
مچھندر کیرا پوت آکھو رنات
اُمَت بِدیا جانتا اوتھہ نات

برا سینہ جو کی سنبھار او بجلی ملی راو کو نا آج سنجوک جوک
کہ جی راو سن بول دی ایک چک سنی بات سنسار سن مکہ
کھیا راو بیک آن تب آنز لیوں آرو کن کودن بول رس گند لیوں تن
کیا لوک سکلی الکھ نات پاس دیئی مدہ بنکین آلاسین الاس
الکھ دہر کھیا تن سنور تجہ راو ہنکار یا تجھے لوب کر آپ تھاو
کھیا انہ چل بیک راو اہستان کہ جب لگ تجھے جھی کراو بنہاسو مان
الکھ نات من منہ اتھیا کو الاس جلیا سات سکلی لدم راو پاس
بھلا دیک مہتر کیلی پاس بھیت کہ جس نہیت تھیں راج سب لے پلیت
نہ پر دھان کون دوس اور نہ دوس تھیں دوسی یہ جن کیا آپ اوس
النی کون بات الکھ سنکھات پٹھایا لوک کو نکون نات
ہنکاریا الکھ نات کون پاس راو کیا پار نان راو الکھ الکھاو
کلام راو بوجھیا الکھ نات کون کون دیس دیکھیا کون دھات سون

بڑا سدھ جوگی سبھا راؤ جوگ   ملے راؤ کوں آج سنجوگ جوگ

کہ جے راؤ سن بول دے ایک چک   سنے بات سنسار (سب) تس مکھ

کہیا راؤ بیگ آن تب ان لیوں   اور گن کروں بول تس کن لیوں

گیا لوگ سلکی اکھرنات پاس   ۳۷۰   دئی سدھ بگیں الاسیں اُلاس

اکھر دھر کہیا تن سنور تجہ راؤ   ہنکاریا تجھے توپ کر آپ بھاؤ

کہیا اُٹھ چل بیگ راؤ آستان   کہ جب لگ چھجے[۵] راؤ بیٹھا سومان

اکھرنات من منہ اُٹھیا کر اُلاس   چلیا سات سلکی کدم راؤ پاس

بھلا دیکھ مہتر کئی پاس بھینٹ   کہ جس بھینٹ تھیں راج سب لے پلیٹ

نہ پڑھان کوں دوس اورن نہ دوس   ۳۷۵   تیسے دوس یہ جن کیا آپ اوس

اگنتی کرن بات اکھر سنگھات   بچھایا لوگ کوں .... کون نات

ہنکاریا اکھرنات کوں پاس راؤ   کیا پارناں راؤ اکھر رکھاؤ

کدم راؤ پوچھیا اکھرنات کوں   کون دیس دیکھیا کون دھاتیں ل

۵؎ "چھجے" کا لفظ مخطوطہ میں دو بار لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

اکھر نات کہیا کہ سُن راد جلد اُحل میں تُن رای لُمداج نکل
کرجی بوجیارای پوجھن نکتہ کھون راد کون برایت بھکت
جدھان سمند سوں جیا نتھا ندیھین اکردہ آج لکبای تدبیر تھمین
جری مول بندال کنس لیک میں سوالا کہ برہت مری نکہ مین
گگن اور دھری سکون کانتہ دی سمند رسکون ایک دم سکی
بجرانگ الجن ای بند دھار تھنب چلے جانو ن آیا د
اتھارا جنس کور بڑھیوا نو آن کرون بین تھین دوری تھین سنوار
رت اندھا کہ نھیا کھین دوک روک سکون دور کر دول رک کل
بو بتسی جری ہوی پس کھو دمول کرون دور جس ہون ست سول
کلپ جی کھلاون کیتسکون جھما سی جھرل بری تن نہ ستر ہوکیا
سکون کر کتکا کو سکون دھات دوی اد کھلی ہی اور یو کھلا ہوی
ستوپ مک ملکہ سکہ ملکہ سارد سول نکون کھند کر مکا انمن بادبھول
ادھاری کرجی منجم بھای کھین دیون نھ سکی بند سورنج ہین

اکھرنات کہیا کہ سُن راو چل ۔۔۔ اچل میر تُوں، رائے دل راج کھل

کہ جے پوچھیا رائے پُوچھن نکت ۳۸۰ کہوں راؤ کوں (ہوں) پرایت بھگت

جدھاں سمند سِرجیا نہ تھا تد تھیں ۔۔۔ کروں آج لگ پائے تل پر تھمیں

جڑی مُول بنڈال کس لیکھ میں ۔۔۔ سوا لاکھ پربت مرے نکھ میں

گگن اور دَھرتی سکوں گانٹھ دے ۔۔۔ سَمندر سکُوں ایک دَم سُوک لے

بجرانگ انجن اَنے بَند دھار ۔۔۔ گگن تھنب جَل تھنب جانوں اُپار

اٹھارا جنس گوڑ پرھیوا نوار ۳۸۵ کروں بین تھیں دُور سر تھیں سنوار

رَت اندھا کہ بھیا کہیں روگ روگ ۔۔۔ سکُوں دُور کر روگ رگ رگت روگ

بولیسی چڑھی ہوئے تِس کھود مُول ۔۔۔ کرُوں دُور جس ہوئے نِس پیٹ سُول

کلپ جے کھلاؤں کسی کوں چھماس ۔۔۔ نہ جُھرّی پڑے تن نہ سر ہو کپاس

سکوں اکرا گپتا کر سکوں دھات دوئے ۔۔۔ اوکھل ہوئے اور پوکھل ہوئے؟

سَرپ مُکھ مُکھ سنگ مُکھ سار دُھول ۳۹۰ سکوں کھنڈ کر مُکھ اُکھن باؤ بھول

اُدھاری کر جے مُنجہ بھائے کہیں ۔۔۔ دئیوں ٹھیگلی چند سُورج تہیں

سو کچھ

سو تجھ دیوں او کھد کرچی رائے کھائی حماری ہے رائی مرنی بوائی ،،
مرنا بن بہلا کچھ جگ بیت ھوئیہ کیا توں بن بات پوچھیے نہ کوئی ،،
سو جوگی تھوں هوں جو باسیے دھرو ،، نہ باسیے دھوں نہ نواسیے گھروں
ری تاہری اور جوگی نہ جانہ جو وی دیس درویش تھکن رات ہمار
الھیں جو رچیسا نہ تجہ جان جو رہا جو وی بت دی مت بکر مہتور
جو جوگی کہے آپ جائی نہ جوگی، سو کیوں چھوکی مارکل کری بس بھوک
دوارت سبد جس کوت میں نہوی، دوارت سبد باج رچھے نہ کوی ،،
دھنترو آدان انجانوں کہلا انکہا، سو الا کہ بیت ست سکوہ کرنگ کا
دھنو بھینک دت بھید ست بھید کہا تہ، بوش بھید برھوہ کون ھم بجات
نہ کھولی بیتی بھاگ کر دینو ہت ،، کہ جسنفے گہیں لوک مجہ نت گھت ،،
نہ پونا آن نہ تامن نہ جیرا کروق ،، نہ جنگی نہ گون تال نیری دھرون ،،
نہ بادا نہ تابنا نہ سیتسا کھیتی ،، گروں لوہے کہان بھنگارا بھگر ،،

سو کچُھ دِیُوں او کھد کر جے رائے کھائے   جما لیے رہے رائے ترنی برائے

ترن پن بھلا کچّھ جگ پت ہوئے   گیا ترن پن بات بُوجھے نہ کوئے

سو جوگی نہ ہُوں ہوں جو باسی دھروں   نہ باسی دھروں نہ تِواسی دھروں

تڑی تا پڑی اور جوگی نہ جان ۳۹۵   جو فِے دِیس دیویں تھکن رات تھان

انھیں چور جیسا نہ مُنجہ جان چور   جو فِے پت دے مُنہ پر کھر مھتور

جو جوگی کہے آپ جانے نہ جوگ   سو کیوں جوگ مارگ کرے لِبن بھوگ

دو آرت سبد جس گوت میں نہوئے   دو آرت سبد باج رت بجھے نہ کوئے

دھتر واد آن آن جانوں کھل انگ   سوا لاکھہ پربت سکوں کر کنگ

دھنور بید آرت بھید ست بھید دھات   ۴۰۰ پرس بھید پر ہوں کروں آیم جات

نہ کھونی پی بھاگ کر دینو پت   کہ جس بھتی کہیں لوگ مُنجہ نِت کھت

نہ پوناں نہ تامن نہ چیرا کروں   نہ چٹکی نہ گوں پال نیڑے دھروں

نہ پارا نہ تانبا نہ سیسا کھپر   کروں لوہ کی کھان بھنکار ابھر

کہ جی کچھ لوڑیں امت دیکہ رنج ۔ امت رنج دیکھیں امت ہوی گنج

نہ بولوں کہ ہیں جھوٹ پن سانچ بول ۔ کہ جس سوں تمیں ہوں لکھو نانچ بول

اسے بول کا آج پرتیو دیکہ ۔ کہ جی ہوی پرتیو تو مجھ لیک

جو اک سیت پاکر نہ آئی جیتی ما ۔ نہ کچا نہ پکا بچھا آنی جتی

نرت آج انوار لو ہاشت عقدہ کروں ۔ لوہا سر بھکار تیری درشت

الھو کون جو را کہے سو تر دہان ہوی ۔ اکھر را کہنیں وہ پرتا پکار ہوی

کدم را دو سن بیج الھر نات میں ۔ بچار کر ہوا را و جو آپ میں

سو کچ دیکھے الھر نات منہ ۔ جو شکر دھیارا و کمنات منہ

اسی بیچ تھیں راو بھولا بچار ۔ نکرلوہ آن آن کیتا انبار

الھونات سب جھور باج ایکدھا ۔ دھنور بھیلو ہا کیا ہیم جات

دو کن دھیان لا کا کدم راو کون ۔ اسٹولی کسیتسون بن الھر سرون

رتن رب جب جان الھر نہ پھٹکا ۔ نہ بتری جیلے کدم بن کھٹک

کرجے کچّے لوڑے اُمت دیکہ رنج
اُمت رنج دیکھیں اُمت ہوے گنج

نہ بولوں کدھیں جھوٹ پن ساچ بول ۴۰۵
کرجس بول تھیں ہوں کہوں اونچ مول

اسی بول کا آج پرتیو دیکہ
کرجے ہوے پرتیو تو منجہ لیک

جو ایک سیت پاکر نجانے جنے
نہ کچّا نہ پکّا پچھانے جنے

ترت آج انوادلو ہاشت ست
کردلو باز سسر بھنکار تیری درشت

اکھر کوں جو راکھے سوتر دھان[1] ہوے
اکھر راکھنیں وہ پر اُپکار ہوے

کدم راؤ سُن بیچ اکھرنات میں ۴۱۰
بچارک ہُوا راؤ جیو آپ میں

سو کچ دیٹھے ..... اکھرنات منہ
جو سُن کر رہیا راؤ گھٹنات منہ

اُسی بیچ تھیں راؤ بھولا بچار
نگر لوہ آن آن کیتا انبار

اکھرنات سب چھوڑ باج ایک دھات
دھنور بھید لوہا کیا ہیم جات

دو گُن دھیان لاگا کدم راؤ کوں
نہ بولے کسی سوں پن آکھو سوں

رتن لوپ جب جان اکھر نہ کھٹک ۴۱۵
نہ بتری جھیلے کدھیں بن کھٹک؟

اکھر

---

[1] قافیہ کی مناسبت سے "دھان" کے بجائے "دھار" ہونا چاہیے تھا (جمیل جالبی)

اکھر نات راوہ کیا یوں مبھوت ۔ دکھال ایک کو تک لیا جان کھوت
نجا نا کدم راو کا بستر ال نہ ۔ جو کی کپٹ باج بولتے اکھرا
نجانی کدم راو اکھور رکھاو ۔ اکھر جیوں کری بھاو بربنج ماو
کدم راو کہیا اکھر نات سوں ۔ کہیا ایک کوں تیں کیا سہس کوں
سہس کوں کیا بول تیں آپ سماج ۔ جو تیں کام لیا ن باندھیا آماج
موضع مخلص فنا سر کلاہ ۔ امولک جو اس کیبی نہیں سواہ
پنہایا کدم راو اکھر سیس تن ۔ فنا تن کلہ سوں جرت نور تن
کھرے تیں اکرچی کیے اور دست ۔ انا یا اکھر نات کوں بات بست
جڑہایا مکٹ مسن جرت نور تن ۔ بہا یہ بیٹھا یہی رتن لکہ رتن
بدھا و اھوا جن اکھر انک ایار ۔ فنا انک ترقی لگی تہار تہار
رتن لکہ تن سب ملھو نکد سات ۔ مدھو لی جلیا سات اکھر نات
نہ جب بھی دیکھی اکھر نات جگ ۔ نہ را دکھو میں سکے بیٹھیں نہ سکے
بگز ہند ایا اکھر نات جن ۔ سکی ہوئی تیتھا کدم راو تب

کھرنات زادہ کیا یوں مبہوت — دِکھا ایک کو تک لیا جان کھوت

نخبانا کدم راؤ کا پسترا — نہ جوگی کپٹ باج بولے کھرا

نخبانے کدم راؤ آکھور بھاؤ — اکھر جیوں کرے بھاؤ پر پیچ ماؤ

کدم راؤ کہیا اکھرنات سُن — کہیا ایک گُن تیں کیا سہس گُن

سہس گُن کیا بول تیں آپ ساج ۴۲۰ — جو تَیں کام کی پان باندھیا اَماج

مرصع مُکلّل قبا سر کلاہ — امولک جو اُس کی کتھی سراہ

پنھایا کدم راؤ اکھر سیس تن — قبا تن، کلہ سر جڑت نو رتن

کھڑا تھا کہ جے کچہ اَور سُت ست — اَنایا اکھرنات کوں پان ہست

چڑھایا مکٹ سر جڑت نورتن — بہالے پتھائے رتن لکہ دتن

بدھاوا ہوا جن اکھر انگ اَپار ۴۲۵ — قبا انگ ترفن لگی ٹھار ٹھار

رتن لکہ تن سب مدھر بدھ سات — مدھر لے چلیا سات آکھور نات

جب (جب) پھیرا ئے اکھرنات چُک — نہ راؤ کھڑیں سُکھ بیٹھیں نہ سُکھ

پھر ہنڈ آیا اکھرنات جب[1] — سُکھی ہوئے بیٹھا کدم راؤ تب

---

[1] اصل میں "جن" لکھا ہے۔

دھرت چوم پر کھان پروار سوں، اسروا دیکر بیر یا راؤ کوں
الٹنی کھیارا، اکھوراؤ، دھنور بھید کا بھید کا بھیدا اب منجے دکھا
اکھرتا تا گھیا کھوں، بتاد ایک، کہ جی بھال دی منجکوں راؤ ایک
نہ منجا آس دھن ہے، نہ بجر آس دھن، کہ کھوں بھید سب ہی سکے کر جتن
سنیا تھا کہ توں راؤ ہے آرتہ گاڑہ، تو میں تال ایا جو میں جمتکار
کھیا راؤ کوں نہ تھات بنیا داد، کہ زور کش، نہ کہے تھات و آدجی ما
کہ یہ بول نہ اور جی ہوی بول، نلکھنا نہ کرنا، نہ ادھر مکہ کھول۔
کھیا راؤ منجہ تجہ میں دیر سا کہ، کھوں ایک نہ جی سنوں دنی لا کہ،
نوا دھار کیسوں ادھر مکہ کھول، نہ آنو ابھر مکہ تجہ مکہ بول۔
اکھرتب کھیا دھنور بھید سکہ، کہ جنی بھید تھیں جرم روی نہ بھیک
دھنور بھید ماس ایک کیتا کرم، بریک تد سنھا دیا تہ پاسک پدم
دیئی بھال بتمان کر آی سنت، دھنور بھید اکران اپ دشنک

بھوزن

دھرت چُوم پرکھان پروار سوں — اَسیر واد دے کر پھر یا راؤ کوں

اگنتی کہیا راؤ آکھور راؤ ۴۳۰ — دھنور بھید کا بھید اب مُنجہ دکھاؤ

اکھرنات کہیا کہوں بھاؤ ایک — کہ جے بھاگ دے مُنجہ کوں راؤ ایک

نہ مُنج آس دھن ہے نہ تُجہ آس دھن — (کا) کہوں بھید سب جے سکے کر جتن

سُنیا تھا کہ توں راؤ ہے ارتھ کار — تو میں تاک آیا جویں چمتکار

کہیا راؤ کوں دھات بُنیاد آد — کہ (جے) زورکس نہ کہے دھات واد

کہ یہ بول نہ اور جے ہوئے بول ۴۳۵ — نہ کہنا نہ کرناں اَدھ مُکہ کھول

کہیا راؤ مُنج تج میں دیر ساکھ — کہوں ایک نہ جے سنوں دس لاکھ

نرا دھار کی سُوں اَدھ مُکہ کھول — نہ آنوں بہر مُکہ تُجہ مُکہ بول

اکھرناتھ کہیا دھنور بھید سیکھ — کہ جس بھید تھیں جرم روئے نہ بھیک

دھنور بھید ماس ایک کیتا کدم — پر یک تِل سنہاریا نہ باُسک پدم

دیے بھاگ پرمان کر رائے شست ۴۴۰ — دھنور بھید اکھراں... آپ دے شست

سپورن

سبھوں ن دھنور بھید سیکھیا (سیکھیا) کدم ، بسار دیا اللہ بول با سنک یکم ۔
اچھنبا ہوا الوک بردار کرتہ کدم راو ، کہو میں دھر یا ہیم آوت ۔
بھکاری کرا سنک بکریا ابھنک ، جس سنک تھیں راو کوں ہوی بھنک ۔
اگھر قات کہیا کہ مجہ بھاکر دیہ ، دھنور بھید کیا کہ امر بھید لیہ ۔
اسے جھوک میں جھوک کینتا اکھر ، کزب بیکھوا کدم کوں ر دھن ۔
کدم راو ہو بنس تن آپ دیکھ ، بنا سیا تیں اپنا اکھر دیک بیک ۔
اکھرنا تھوا کدم راو بھاو ، کدم راو را وان ہوا تن کنو آو ۔
امت بار دی راں دیتے کھکیر ، اجالی چلیا جانا آندھلا بتر ۔
جسی آو چتا دیہ دی بیت بھر ، لیے بلی بھل جھنکا پریا تو تکر ۔
نرھتا کدم لور راو من سنجار ، جو کرنا لیے کام جنہ چن بچار ۔
بچانیا تدھاں راو ایسا انوجم ، تا ل ارکیا کیئی لا کا انسوجھ ۔
جو کرنا اکھر سوں کرکھا پنس ، بھک تال نہ لیں دیہ سو کرنا رجس ۔

سُپُوَرن دھنور بھید سیکھیا کدم ۔۔۔ بسارِیا کدم بول باسُک پَدم

اچھنبا ہُوا لوگ پرِدار گوت ۔۔۔ کدم راؤ گھر میں دھریا ہیم اوت

بھکاری کِرا سنگ پکڑیا ابھنگ ۔۔۔ کہ جس سنگ تھیں راؤ کوں ہوئے بھنگ

اکھرنات کہیا کہ منج بھاگ دے ۔۔۔ دھنور بھید کیا کُچ امر بھید لے

اسی جھوک میں جھوک کیتا اکھر ۴۴۵ ۔۔۔ گرَبْبیگ ہُوَا کدم گور دَھر

کدم راؤ ہو بیس تن آپ دیکھ ۔۔۔ بناسیاتیں اپناں اکھر دیکھ بیگ

اکھرنات ہُوَا کدم راؤ بھاؤ ۔۔۔ کدم راؤ راواں ہوا تن گنواؤ

اُمت پاردی راں دیٹھے کھکیڑ ۔۔۔ اُجالا چلیا جان اندھلا بیڑ

جبیا او چتا دیہہ دے پیٹ بھر ۔۔۔ لہے بِلّی پھل چھنکا پڑیا ٹوٹ کر

نہ رہتا کدم لوڑ رادیں سنجار ۴۵۰ ۔۔۔ جو کرنا یہی کام چُنہ چُن بچار

نچانیا تدھاں راؤ ایسا اُنوچ ۔۔۔ اِتال ار کیا کِیَ لاگا اَنسوچ

جو کرنا اکھر سوں کرو آپ نِس ۔۔۔ تُرک تَل تہ نِس دیہہ کرتار جِس

سبھی

سبھی رات جو جور جوری کری سکھیاں بھی تو اکہ رات لگا اس دھری

بات تسری بات کہنا جو اک رات میں نا تھی الجہ ابس بد ظلمات میں

یتوں اکھور رآئی اس کیاں تھیں نا جھجے میں میں رہے البر و بھان بیز

گدم بلاوکی سد جو کفسکی کرتن پتوبتہ سر پر دوہ سکی

امر بد یاد یو مت جان کر گیا بار برو قس کر هت دھر

درب بد یا جیسی راھوی من او کھر سبھی جانتے ھوی توری

نا آنو جری مول یا نال کھوند اد کھادون سکون بول دنہ منہ نیو

گھارا و کون سن دو چند ایک کر جی ساد هنیں پنکھاں ہیک

کبارا و دنوا س راوان سنور جو دھن بات تھلکا لیا آپ کھو

کھکھا ند کھن بات سوں رائی کر لیا هت پیار پیت کنو

بو کہ تھا کنو رات بربت سبحان جو بات رائی کرا تھا موان

تسی لی جلبا راوی دیکھ کل پھل کرن آپنان سینس پر راج دل

الکھ نار

سبھی رات جو چور چوری کرے ۔۔۔ کبھیں کبھی تو اگ رات لگ اُس دھرے

ترا پات کیرا جو اک رات میں ۔۔۔ رہے اُنجہ اَپس بُدھ ظلمات میں

تیوں آگھور راۓ اُس گیان تھیں ۴۵۵ ۔۔۔ چھپے میٹ رہے اُلجہ پر دھان تھیں

کدم راؤ کی سُدھ جو کہ سکے ۔۔۔ رتن لو پتاں سنر پر ڈوہ سکے

امر بدیا دیو تب جان کر ۔۔۔ گیا پار پروُنس کر ہت دھر

ذرب بِدیا جے کسی را(ۓ) ہوۓ ۔۔۔ پن اوگھڑ سبھی جانتے ہوۓ توۓ

نہ آنو جپری مُول پاتال کھود ۔۔۔ دکھاون سکوں لول دِ نہ مَنہ ہنود

کہیا راؤ کوں سُن رو چند ایک ۴۶۰ ۔۔۔ کہ جے سادھنیں نپکھیا آن بیگ

گیا راؤ رنواس راواں سنور ۔۔۔ جو دھن پات تھا پالیا آپ گھر

گھڑ(ی) کھانڈ دھن پات سوں راۓ کر ۔۔۔ لیا ہَت پروار پربت کنور

پرکھ تھا کنور اَت پربت سُجان ۔۔۔ دکر جو پات رانی کیرا تھا پران

تپے لے چلیا راؤ دے مکہ پھل ۔۔۔ کرن آپناں سیس بن راج دل

لہ ایک میں" زائد تھا۔ خارج کر دیا گیا ہے۔ (جمیل جالبی)

اکھرنات کہیا دِٹھا راؤ کوں ۲۶۵ کہ نرِ جیو کر پنکھ دے جیو سوں

گلا چانپ لے جیو دے تن سنبھال چمکتار[1] مجہ دیکھ بدِیا سنبھال

ھتیں راؤ کر بُدھ لاگا اُچات کہ مَر جیو کر پنک دیتا .... سات

تن اپناں اکھرنات نرِ جیو کر ہُوا بَیس پر گور پر بت کنور

کدم راؤ کے ہت پر بیس چُک کہیا راؤ کوں دیکھ یہ کون مُکھ

پھر سنجریا آپنیں تن سنور ۲۷۰ ہُوا سُوس بھی گوڑ پر بت کنور

کہیا راؤ یہ بدِیا مُنجہ دکھاؤ کہ دَمان توں نہ دے مُنجہ سکھاؤ؟

اکھرنات پرمان لے راؤ کے امر بدِیا تب کئے ھتاؤ کے

اکھرنات منتر سکھایا رَہس یکایک پڑیا ٹوٹ مندر کلَس

جناتے بہت اُدسگن راؤ کوں نہ بوجھیا کسی، راؤ اُس بھاؤ کوں

بڑے ساچ کہہ کر گتے گُن سُگن ۲۷۵ گھیوں پیتے پلیا جاتے گُھن

گھیوں پیا مول اُگلا پکاتے کہ گُھن پیا نا نو پُرمول جاتے

---

[1] چمکتار زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی شعر نمبر ۲۴۴ میں یہ لفظ آیا ہے۔ (جمیل جالبی)

سو گھیو(ں) کدم راؤ اکھرنات گھُن | کہ جِس سر جیا یہ کَلَس او سَگُن
نہ جن جُک بچار یں کرے کوئی کاج | گنواوے پُران آپ دھن مال راج
سُہائی ہوئی راؤ کوں پُرکھ بات | گنواوے گھڑی ایک مَنہ راج پاٹ
پڑھایا اکھرنات منتر سکال ۴۸۰ | کہیا دیکھ پرتیو پرتن سنبھال
کدم راؤ منتر پڑھا رہس کر | گیا پار[1] پردنس کیتا سنور
کہے فخر دیں ایک ساچا بچن | بھلے پر کھنے جے کرے کوئی کَن
کدم جیو جب لگ نہ لے گور آپ | اکھر جیو جوگی نہ اندر شتاپ
پراپت اکھر جیو لے گور راؤ | تجھے باج باہر دھرے ایک پاؤ

پشیمانی خوردن اکھرنات جوگی کہ راؤ شدہ است

اکھر بَیس تن راؤ پچھتاؤ ناں ۴۸۵ | کہ کِرت ڈھنگ اپ راج چلواؤ ناں
نہ اگلا کہوں دیکھ یہ کون ہے | نہ پچھلا مجھے کچھ انہون ہے
پچھانوں نہ جانوں نہ بوجھوں کیسے | جسے دیکھ بوجھوں سوہی پھر دِسے

نہ منجھ

[1] ایک "پار" زیادہ تھا نکال دیا گیا (جمیل جالبی)

نہ مُنج گیان پروار نہ کچ تکھار ——— نہ کِیا دھکار بھنکار نار؟

نہ جانوں کسی نانو نہ گوت نانوں ——— نجانوں چھبے باج اور یک ٹھانوں)

نہ ہوں انگ جانوں نہ ہوں دا(نگ) جوت ——— ۴۹۰ دھریں دھر دِسیں دِشٹ تل دیو بھوت

کہ جے رہوں) نجانوں مندھر انواس ——— نہ دھن پات جانوں نہ رانی نہ داس

نہ پروار ڈر مُنجہ نہ پردھان ڈر ——— بڑا آج مُنجہ ڈر بَرَاستان ڈر

سہس دَھر سوجے سَر دُھنے پُرک کوتے ——— کپٹ تھیں دھرَاستان اپنا ہوتے

جو دَھر آپنیں سوں کرے کچھ گھات ——— دیِ گھات تِس دے پھرے چھات لات

اُنا دل جو یہ کام کرتا نہ تُوں ——— ۴۹۵ نہ تُوں دیکھتا دُکھ پر گور سوں

جو تَیں نَیں کیا جیو پر جیو سوں ——— توتَیں لیو رس مِرت بھی پیو سوں

نہ پر گور نیں توں رہن آدسی ——— نہ تیرا پھر گور تجہ آدسی

گھنے جو رسارے کرے جھاڑ کوتے ——— نہ سیوٹ گھنی ہوتے ساری ہوتے

تجہت جو کہ منج کوں پڑی گھات بند ——— جو تن راؤ پر گور کیتا اجند

جگت راج کوں نگن سیں پیاسی ناگمت سو کیتا تھا منجے نان نکو
ہیں منج نہ برہ بچھو کی سکی مجھ لیتی تن کدم پہل اہا ہوا کیا منجھے
نس برہ تھین تسکا جیو جیتی کسن برہ بلہ رہیہ کو ریجھے نہ دیکھین کد
دھوں جلو نکیوں تھین برہ آتش کرا یہ جکوی باندی بانیہ کا ایل ستم
تھا بات راج لیا کرمنے اسود کرا ہات سو کھا تھا کیا منج دیا کیا سینو
نہ تھا راج دیک جیسی کوی بالے سو دنا و را کلا منہ اکلا بیھے
تھین رس گیت تھیان راج یہ تھین سیتی کدھین بھیتی باپ رنیہ
لگے دھنا آپ سنبھال تھین جیسی کہ لکے ن کرنا پکار یک انال
بہت بھاو منہ عجب دیتھا بچار بچار اکب ن اور جھوتا. بچار
تھک جک کری جو کون بیی تھلا جک آ دیون تا جھبی بلسی کھیں
کون آں بھیاں بچا بریا بمرتان کون دکھان بچ برتاب بات کھون
کال دیہ منج آج کیا دوان کرا بناز لادیتھا جھوٹ ن دھر دو ماتا بتا

نہ کرناں منجے تھا سو کیتا نکھت ... بسا ہے اُلس .... یکوں راج چھت

مُنجھے کیا ہوا کچل کدم تن لیتیں جو اُس کی کچھو بُدھ نہ مُنج ھیتیں

کُدھیں نہ رہے گور میں بُدھ کِس جہیں جیو تِس کا تہیں بُدھ تِس

ستم ایک لے گانٹھ باندھے جکوتے کہ اس بُدھ تھیں کیوں .... ہوتے

سیوا کیا دیا مُنجہ کیا تھا سو گھات کہ آسود کر میں لیا راج پاٹ

یہی آگلا مُنجہ ہوا راؤ نانو ۵۰۵ سو بھی کوئی بین جے دے راج ٹھانوں

نہ یہ پاپ چھیتے کدھیں سیس تھیں نہ یہ راج تھئیں گپت رِیس تھیں

اِتاں ایک اُپکار کرناں لگے کہ جس تھیں سنبھال آپ ہناں لگے

بہت بھاؤ میں سنج دیٹھا بچار بچار ایک پن اور جھوٹا بچار

کہیں نہیں چھتے دیوں بار جگ ٹھکائی کروں جو کرے جگ تھگ

کہوں بات پرتاب پردھان کوں ۵۱۰ کہ مرناں پڑیا منجہ ابھیمان کوں

بتاناں دھروں جھوٹ راویں کپال کہ راواں گیا آج منجہ دیہہ گال

پچڑ لوگ پروار سب گوت نات — دروہی دھرت جان بہتاں سنگھات
بہانا یہی کر بیٹھا ون کروں — برس پانچ (لگ) ناہنکارن کروں

بار دادن اکھرنات جوگی کہ راؤ شد

کدم راؤ ہو کر دیا بار جگ — گیا لوگ سب دھوک سلام یک لگ؟
ملیا لوگ گج بھار دربار ٹھار ۵۱۵ کہ جیوں پھر ملے لوگ تیوں ہار بار
نہ آگلا سنبھالے کہ پچھلا کہاں — نہ پچھلا سنبھالے کہ آگلا کہاں
مدھرلے چلیا بھبوت ہال جھول — دھرت سیں پھل دے گگن سیں پھول
گئی بھینٹ سہسر گگن سور کوں — بھلے پر ملیا چند کستوری سوں
کہیا سون کورن چند ماس ایک لگ — ادو باج تھا جگ جوں پنک لگ
بدل کوں جو تھا جبّ ایتا اچھال ۵۲۰ ردی چند لگ جھانپ لیتا کپال
پڑے کیوں نہ بجلی بدل سیں ٹوٹ — پون کی نہ کیتا بدل پھاٹ پھوٹ

آدو دیکہ مکہ مجھ کھلی نین چلہا اجالا ہوا منجھ تھیں سورلک،

عوضیہ داشت کودن کملاھن بلہ وسن بردھان مجھکہ جکے راوشدہ است

مدام بدہ بردھان ھتونت لاوہ کمر جو بندی کیی سن نواو او،

شنی جی بجھوراو بنتی کرون مہر الکھور کا نزلنیان دروں،

جھے دودمین بکر کا دار لا، جو سنجا بھر بکری دودا بال،

جدھون لک اکھر نا ملیا کنند، تدھاں کل بسارین تو مین راج جھنہ

کہ تون رای بر ہونت یہ کون بلہ جو جو کی کری بدہ رھیا موجود

کرجی لوی اپنہ بجوک مارگوی، نہ ہوی بلا بس او مین بجی،

مجھے مارنان مارکی کال دی، ولی آج الکھ مار نکال دی،

دبر کھا کی کب ایک سر مین بکھای، کلیجا کدھین جھور کو نا نجای

سرت دشت اکی جی دیو اپلی، کہ جراتی توی بدہ سوس بجلی

نہ عنی دیکی منجھ کو تما ربدہ، جو مجھ دیتل سو دی سکون مجھ بدہ

سو

اُدو دیکہ مُکہ تُجہ کھلے نین چک — اُجالا ہوا منجہ تھیں سُور لگ

عرضداشت کردن مدھر بدھ وشن پردھان جوگی جے کر اَو شدہ است

مدھر بُدھ پردھان ہت ونت راؤ — کر جوڑ بنتی کئی سر نواؤ

سُنے جے کچھو راؤ بنتی کروں — پرآکھور کا نانو لینیں ڈروں

مِٹھے دُود میں بکر کا وار آل ۵۲۵ — جو سنجا بھر ے نہ کرے دُود اُبال

جدھوں لگ الکھرنا ملیا (تھا) کنند — تدھاں لگ بسارے تُوں میں راج چھند

کہ توں راتے بُدھ ونت یہ کون بُدھ — جو جوگی کیری بُدھ رہیا نبود

کہ جے کوئی اُٹھ جوگ مارگ کرے — نہ پڑنی بلا تِس اُوپر پڑے

مجھے مارناں مار کے گھال دے — ولے آج الکھ مار نیکال دے

دبر کھائے جب ایک سر میں بکھائے ۵۳۰ — کلیجا کدھیں چھوڑ کُوتا نچائے

نہ تب دِشٹ اُن کی ہے دیواپلی — دھرآئی توئی بُدھ سُوکی جلی

نہ تینی دِئی منجہ کرتار بُدھ — جو تجہ ویل سرد ے سکوں کچہ بُدھ

سرایا

...... کسے کوڑ سنگ — بدل سنگ بھئیں جیوں ہُوا سُور انگ

سدا ساکھ اُس بول ہم ماس دیس — نجانیں رکہ، دمنان ہیں کون بھیس

نہ مُنج آس دھن ہے نہ تُجہ آس کام ۵۳۵ — پڑی آس پر مُنجہ کروں تُجہ حرام

جو ماس ایک لگ راؤ نہ دیہہ بار — پھرے کیوں نہ سب لوگ گھر گھر بسار

جلو جیوناں ہسم بلو ہم پران — جو تُجہ بِن کہے سنج دن تِس بہان

نہ سنبھال لے راج اپناں جے کوئے — تل اوپر گھڑی کھانڈ میں راج ہوئے

گفتن اکھرنات جوگی با وزیر

بُلایا مدھر مُدھہ کوں راؤ پاس — کہیا راؤ ہوں پھول توں پھول باس

نہوئے پھول پیارا کدھیں باس بِن ۵۴۰ — نہ سر گھال لے کوئی باس آس بن

نسکے راج گر پھول ہیں ایک ٹھانو — سکے باس آتھا سدا پھول نانو

نہ تُجہ بن کہے منج گھڑی اَت چُک — نہ مُنجہ سار کا تُجہ ملے مت چُک

ایاناں کہ جے ہوئے پر کام کوئے — سیاناں وہی کوئی کام آپ ہوئے

سو بکھی کوی کام اپنا سبندہ، کویدھے بساھے۔ ابھس کام آبدہ،
کہرا مین کیا کام اپنان سنبھالنہ کرس جو نکلی جام دنیا سنال
مدھر بدہ تونا ج سن بات اکھو کر کیون رآن مانس کیا تھا جتن،
کرجم ان کہیا دیسکوتن جان راتمہ نہ مین بیے کہیا رات بن نس برات
نہ ھون باج گن تار ماتون نہ کسنہ کرین مان دتمین ھین منکارون نہ
نہ چینلا رمی کوی بیون ھون دھونلہ اکھر کون اکھون کھون کر کھون نہ،
سیوا سما کیون مین کر اکھور کون کر کہیا پاس تہامین بران آسون،
جو پاین کرین پاپ سونز کہ جای بیار کر پکری آبس تا نکلی آپ پاپی
جو اکھور کیری کمونکمول کن نہ تھین کاٹ انکل دھرین بات سن،
نہ گنا کہیا منجہ آاھر دشٹ بول، سمس رای بخسارکی لیون مول،
اکا یک کہیا تو بخ میراج سیکہ دھنور بدپائین دیا تدہ بھیک،
سرین باد مین جھی جھڑیں سل کیال، سرپا پاوں کا تیا بھلا جای سال

اسکو

سو بُدّھی کرے کام اپنا سُبُدھ   کو بُدھی لبسا ہے اَپس کام اَبدُھ

کھرامیں کیا کام اپناں سنبھال ۵۴۵   کہ رَس جُوں کہ لے جام دِیتا شال

مدھر بدھ توں آج سُن بات اکھر   کہ کیوں ران مانُس کیا تھا چپتر

کہ جے اُن کہیا دِیس کوں جان رات   نہیں بھی کہیا رات بِن تِس برات

نہ ہوں باج کرتار مانوں نہ کِس   کریں مان دیتیں ہنکاروں نہ کِس

نہ چیلا رہے کوئی تیوں ہوں رہوں   اکھر کون آکھوں کہوں گر کہوں

سیوا ساکھہ یوں میں کر آکھور کوں ۵۵۰   رکھیا پاس تھا میں پران آپ سوں

جو پاپی کرے پاپ سو نرک جائے   کہ پکڑے اپس ٹانگ لے آپ پائے

جو آکھور کیرے کہوں کھول گُن   تُہیں کان اُنگل دھرے بات سُن

نہ کہنا کہیا مُنجہ اکھر دِشٹ بول   سہس راتے تجہ سار کے لیوں مول

اکایک کہیا تو تجہ میراچ سیکھ[1]   دھنور بدیا میں دیا تدہ بھیک

تُرے پاؤں میں جے جھرے سل کیال ۵۵۵   سُر با پاؤ کاٹیا بھلا جائے سال

اسنگت

---

[1] سیکھ ۔ شاگرد ۔ چیلا

اسنکت سبد منجھ ہیں یوں سلے نہ تنکا سلے آنکہ میں یوں سلے
آدھا نیا آسے بول تھیں سیس کوں ، بھگت ہیں کوں نا ترک سوں ،
ترک جگ کا کھائے کوا کھائے ، ترک جگ کوئی کوا کوں نا کھائے ،
سرب بلوندی نہ کرے نڈر کس ، جنگل جائے جو آس کریں نڈر ہوش لرے
دو ہتی بکر ایک دینا نکھائے بلوندی جوں کائی کھیدیں بھگائے ،
کھرا آت تاوے جو لوہا لوہا پر رکھے آوہ ، جیسے تھار دھرتا منہا
سبھے نہا نو جی سانپ کوں دہا جلی ، آپس تھا نو و پچھے سو سیدہا جا
جر دامن سلا کلکلن بھرے ، سو پچھے دیکھ کر سات کھر بھرے
سمندر کر ایسا کلکن ملی ؛ سو پچھے دیکہ مر جالا اپنیں جلی ؛
آتش تہا و اگھور کیتا بچار ، نہ میرا کھا تہار آپنا سنگھار ،
نکر آجو بہار کھور کھتا اپنا بچار ، نہ لیتا بساہ اپنے مکر بچار

اسنگت سبد مُنج ہنیں یوں سلے	نہ تنکا سلے آنک میں تیوں سلے

ادھانیا اسی لول تھیں سیس کوپ	بُھگت ہنیں کریا..... ترک سوپ

ترک جگ کا کھائے گوّا گہائے	ترک جگ کوّے کیرا کون کھائے

سرپ بلوندی نہ کرے دور کس	جنگل جائے جو اُس لڑے دُور تس

دو ٹھی بجرکا ایک دُنیا نکھائے	۵۶۰	بلوندی جیرن گائے کھیدی نجائے

کھڑا ات تاوے جو لوہا لوہال	رکھے ادہ بھی بھار دھرتا سنبھال

سبھی ٹھانو جے سانپ کوُڈھا چلے	الپس ٹھانو وہ بھی سو سیدھا چلے

جے ڈاین سدا جگ بھٹکن پھرے	سو بھی دیر کر سات گھر گھر پھرے

سمندر کہ اپ اگگن کن ملے	سو بھی دیکھ مرچال اپنیں چلے

نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچپار	۵۶۵	نہ میرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

نکرتا جے آکھور اپتا بچپار	نہ لیتا بساہ آپنے مکرُ جھاڑ

هنکار یا جی جو ہردو ہر یکہا رہے ستا الن مرادشت جگ جگ تھارہ
ملی جو کیتھری لی مراسیسی تیں ادا لیا جفون جور نک گن،
الکہرنات کا کور جگ دیکھ کر، سکھے جگ ہوا دیکدن دشت بھ،
اجنبنا ہوا دھکرت بوتل لکین لکین کانتہ دینا مواکت بسن؛
بدھاوی رہیا لو کا انجار مین نہ نجا بنی نین الکہر جیو تن راومیں!
ابی رات جے کھو نتہ کوتی نکن! اراالی کیتی دھرچ ری جو نتم کر؛
مانیش نا بسند یدہ کردہ الہنات راو شدہ است
نکار یا مدم بدہ بر دھان پاس لکھیا ار ومرد ھان کون اسامر
مدھر بدہ تو نہ ہے مجھے میر اٹھانو، تجھے نا توبن، تہان منجر اونکنو
جی میرا سکی کام کراج امک، تھین بن سماجا منجھے سکر الیک،
متوکت ترک اج بوری نکون نہ ماتو متوکت جو مجہ باج ہو یہ
دزادت اسے کی جو کہر ہور جانے؛ دزادت وہے کر سکے بدہ بان
۱۲

ہنکاریا جے جو ہر دو ہر بھار؟ — سٹالن مرادشٹ جگ جگ تھار

ملے جو دھرے لے مرا سیس پن — اُدا لیا جھوں..... چو رنگ کن

اکھرنات کا گور جگ دیکھ کر — سُکھی جگ ہوا دیکھ دن دِشٹ بھر

اچھنبا ہوا دھرت پر تل گگن — ۵۰. گگن گانٹھ دیتا مواکِت بَسن

بدھادے رہیا لوگ انجاؤ میں — بجانیں اکھر جیوتن راؤ میں

ابی رات چت کھونٹ کُو تے نگر — اُرا لے گئے دھر جری جھونٹ کر

فرمائش ناپسندیدہ کردہ اکھرنات راؤ شدہ است

ہنکاریا مدھر بُدھ پر دھان پاس — کہیا راؤ پر دھان کوں... اُساس

مدھر بدھ تُوں ہے مُنجھے بیر ٹھانو — تجھے نانو پر دھان مُنج راؤ نانو

جے میرا سکے کام کر آج ایک — ۵۵. تُہیں بیر ساچا مُنجھے ساکھ لیک

منوکت ترا آج پوری نہ کوئے — نہ مانو منوکت جو تجھ باج ہوئے

وزارت اُسی کی جو گھر موڑ جان — وزارت وہی کر سکے بُدھ مان

سوا

سو راي پڑدھا ستونت ستت توي مت کون مت نہ کون کپٹ
نہ جالون کہ پڑدا رکیون پالیا، جو ماس ایک لکداج سنبھالیا،
کہ جی رام کی بارھونت تھا رہ نہ تج سار کا وہ ھتونت تھا،
توی ھت بن نج ھوا متہ جکا نہ بسرون ترا ھت ہو نج رم لکہ
پوایک سندیہ ھی منجکون، کہ جیے بھیر سکی کھون تجکون،
پھر ھک ایک راوان جو کہہ تھا سنجاتہ برا دیکہ منجہ کال دیتا کجاتا،
دھنقار نامین کری کیون ندوس ہا ادنتا پنکھ وو دھری دلادو
کر کھیت راوان پر ہاون نجائی، جو پھر کر نرک آپنا آپ کھائی،
نہ کنج مین کھیا تس رہے ماندہ لوجہ کیا کال دی اپنی لا کا اسبوجہ
دھند درا پھر آوی کلیان کر جیو بان ہو کر راوان کیا راڈی کا لیان
کہ جی باردی کوی کا آن تیسی: سمسمنار نکر دان دیون اسے
تدردوی دنہ پای بربت کنور جنھین سول نلھین اموگ تدر

سُنُور رائے پر دھاون ہتونت ست تری مت کوں مت نہ گون گت

نہ جانوں کہ پروار کیوں پا لیا جو اس ایک لگ راج سنبھا لیا

کہ جے رام کے بار ہنونت تھا ۵۸۰ نہ تُجہ سار کا اوہ ہتونت تھا

ترے ہت بِن مُنجہ ہوا مت جگ نہ بِسروں ترا ہت ہوں جرم لگ

پر ایک سند یہہ ہے مُنجہ کوں کہ جے پھیر سکے کہوں تُجہ کوں

پُرھک ایک راواں جو کھر تھا سُجات بُرا دیکھ مُنج گال دِیتا کجات

رہنہار ناہیں کرے کیوں ندوس اُڑنتا پنکھیرو دَھرے دل اَدوس

گوا کھیب راواں پڑھاون نجائے ۵۸۵ جو پِھر کر نرک آپنا آپ کھائے

نہ گج میں کہیا تس رہے ماندہ لُوجہ گیا گال دے این لا کا اُسُوجہ

ڈھنڈورا پھراِئے گلیاں کوچریاں کہ راواں گیا راوؔ دے گالیاں

کہ جے بار دی کوئی آنے تِسے سنتر نگر دان دلوئں اِسے

تدر دوئے دِن پائے پربت کنور جنھیں مُول نہ کہیں امولک تدر

نکر سونہ تپور داں دیوں اناں لعجو اناں لداوان آنا دیے سنبھال
دنی میں وہی نرجس ابھماں ہے بچسن ابھماں وہی نہ وہ دوج داں ہے
اسنکت نروپ اور دیتا کبلنہ کہ راد ان دھرن جا بند سوں توں اجل
نکلا اج ہوں توں کہ سو دھن آرن لہری ینکہ کا ہوی کت کن مرن
نہ بز ملکہ لکھا ہیں کوئی تن اٹھائیہ نا بسن مولی بن کوئی مرکجای

فو مایش نا معقول کردہ

کھوجو ربنوی مہلمنتری گری بات منتر بنی گھنوی
کہ توں راو کروا سمندر سہیں انہ مرجار توں جہو راو کی کرن
سنیں رای نو پھند بجہ رای ین کنکلی جلیا سات راد ان دھن
بجارن جیتہ رای ایسا بجارہ سوبدھے کبنی مرنکر رای تھار
اجل جی جلنہ رای بجرای برہ کوئی ہے جو بجہ راج تھنی تہیں
کہ یہ بلہ پوری نکر راد توں نا پتھا وہ نہ نکرہ یا ردی بھید سوں

نگرسوں تدردان دیوؑں اِتا ل ۵۹۰ جو اِتاّل راواں ہتا دے سنبھال

دُنیا میں وہی نر جس اَبھمان ہے جس ابھمان ہے نہ وہ رُدلج دان ہے

اسنگت نردپ اور دیتا کُبَل کہ راواں دھرن جا... سوں توں اَجل؟

نکل آج ہوں توں کہ سُودھیں اُڑن ہری پنکھ کا ہوئے کِیت گُن مرن

نہ پرمکھ کھائیں کوئی تن اَکھائے نہ آپس موئے بن کوئی سُرگ جائے

فرمائشِ نامعقول کردہ

کر جوڑ بنوی یہا منتری ۵۹۵ کری بات منتر پنی کھتری

کہ توں راؤ گڑوا سمندر تہن نہ مرجاد توں چھوڑ اوگن کرن

سُنیں راے نو کھنڈ تجھ راے پن کتک لے چلیا سات راواں دھرن

بچارن جتے راے ایسا بچار سو بُدھی گئے مرنگر راے ٹھار

اچل جے چلیں راے تجھ راے پر کوئی ہے جو تجھ راج بھنبے بھنپیر

کہ یہ بُدھ کُوڑی نہ کر راؤ توں ۶۰۰ پچھاون نہ کر پاردی بھید سُوں

نہ من گھنٹ کرراؤ توں ہنکھ گال — جو ہوں تجہ کہوں بول سو توں سنبھال

کہ جے آتھنہ گال دے ہین کوئے — سُنے باج رہناں بھلا توں نہوئے

لڑے کوں ترا مت جے دوڑ کِس — نہ لڑناں گھرے کو ترے جا رَے تِس

بڑا دُکھ یہ ایک جو گُوتا لڑے — دوگن دُکھ اور ایک پاہن پڑے

پنکھیرو دئیں گال کہنیں نچائے ۹۰۵ — دھنڈورے بجا سُدھ دینی نچائے

دھنڈورے کیری سُدھ جیندگاہ جائے — جہوں کان تھیں سُدھ چوکھنڈ جائے

سُکھی راج توں اچّہ تھِر راج کر — پھروں سو دَڈھا دنگ ہوں جگ پر

ولے چُکّ توں جے سُنے مُنجہ بنات — نہ پروار نہ گوت آوے سنگھات

بناتی کرے گوت پروار راؤ — بچھاوے ہماں کے نہ انگے بُلاؤ

پن انگھیں ہنکاریں نہ بنتی کرن ۹۱۰ — نہ بچھیں پتھادیں کتک پا دھرن

ہنکار آج سب گوت پروار گھر — تُمھن ہتّ دے پان ہت آپ کر

سلام ایک پروار لے کُچھ دلاؤ — کتک بیچ میں دھنس پاھن پتھاؤ

۱۱

وہی ریت اپنی نچھوڑی جیے — کہ جس ریت پر وار جوڑی جیے

جو تجہ بن گئے پر لبے سو برس — سوا جبر بھلا کدنہ..... نرس

نکت بول ایا کہیا راؤ کوں — ۶۱۵ لبسوری تریا راؤ انجاو کوں

مدھر بدھ جب راؤ دیٹھا دوچت — دوچتا ہوا آپ کھتی دیکھ چت

سو پر دھان جانیا کہ او چھت ہوئی — نہ یک بول ساچا سُنیا بن دوئی

بچاریا سو پر دھان تس راؤ کوں — کہ کے یوں ہوا توں دوئی بھاؤ سوں

ہنکارے نہ کس نانو لے دے بچن — پتھاوے سبھی لوگ نینن چھپن

نہ تجہ دشٹ ہے ٹھانوں نہ بول ٹھانو — ۶۲۰ نہ منج نانو بن اور جانے نہ نانو

نجانوں کہ کیوں جھرت[1] تجہ سر چھڑی — کہ جس جھرت تھیں نین جھانپی پڑی

مُنگہ اُچھا ہئیں سمند پکڑیا کنبھال — کہ سر تھیں ہوا پانے نگ جیوں[2] دال

مگر مار آکھور جھر تجہ ہوئی — کہ جس جھرت[1] تھیں بول بوے دوئی

کرجے

---

[1] دوسرے مصرع کے لحاظ سے "جھرت" کردیا گیا ہے۔ (جمیل جالبی)

[2] اصل میں جھرپ ہے لیکن میرے خیال میں جھرت مناسب ہے۔ (جمیل جالبی)

کرڇ ڪمول تون مچڪلي نا بسن، نه هونا جهور تجه بائي گر سون ڪين
مرذ ذره ذو لنکي جوهوي دهره سين، سکرد دهان استره آستين
شکر استره جي ذهري ڪهتري لما تهدجاي ڪيون نهوي ذه تهتري
جهان جاي تيرا تون بعي بسيو، تهان هون رکت اپنا ديون بسيو
تهالا ڀهي تهين منجه برا ڀهي تهين، ترِي بائي جهور جا سون ڪهين
جهان بائي تيرا دهي بت تهاره سرا اپنان تهي تهار ديون آدهار

نعت شدن الهرنات جوکي بر مدهر بده و زبم

کهيارا ذ بڌ دهان کون کوب بهاري، کتبر جيا تون مجهي سرا اچا ذ
نهين جي ترِي جيتو منه کجه کوب، تون بت کجه نکري منجه مرذوپ
تون بن ساج مانون تراهت بون، سدهاري جو تون آج راوان دهرنا
نه بهيري جي تون آج آبهمان منجه نه بڌ دهان لهه تون منجه نه هون راو ڳجه
کهيا منجه آبهمان بهيري نه تهانون لهه نه باهر رکهون باد منده نجانون
کنگلي نهل سات کري تين سدهاو اهري تنکه کانون جک تهين اچا ذ

کہ جے کھول توں منج کہے نا بَسَن — نہ ہوں چھوڑ تجہ پائے کر سوں گمن

مروہ ددنگی جو ہوے دھر ستیں ۱۲۵ — شکر در دہاں اُسترہ آستیں

شکر اُسترہ جے دھرے کھتری — اُتھل جائے کیوں نہ ہوئے وہ کھتری؟

جہاں جائے تیرا توں بیتے لَبیو — تہاں ہوں رکت آپنا دیوں لَبیو

بھلا بھی تہیں مُنجہ بُرا بھی تُہیں — ترے پائے (نہ ہوں) چھوڑ جاسوں کہیں

جہاں پائے تیرا ڈھتے تت ٹھار — سرا پہاں تِسی ٹھار دیوں آدھار

تفت شدن اکھرنات جوگی بر مدھر بُدھ وزیر

کہیا راؤ پردھان کوں کوپ بھاؤ ۱۳۰ — کہ جے بر جیا توں مجھے سرا اُچاؤ

نہیں جے ترے جیو مَنہ کُچ کوپ — توئیں پت کُچ نہ کرے مُنجہ نروپ

توئیں ساچ مانوں ترا ہت پَن — سَدھائے جو توں آج راواں دھرن

نہ پھیرے جے توں آج ایمان مُنجہ — نہ پردھان توں مُنجہ نہ ہوں راؤ تجہ

کہیا مُنجہ ایمان پھیرے نہ ٹھانوں — نہ باہر رکھوں پاؤ مندھر نجانوں

کتک لے لکل سات زن بَن سَدھاؤ ۱۳۵ — ہری بنکھہ کانون جگ تھیں اُچاؤ

بھی میں کھیا تجہ بھے نہ گھونہ ، نہ بھوجے کہوں تدہ میں رہوں

نکل بیک چلتوں کری را جگر ، نکل ہوں بہرون دنک کرتا بدہر ،

سو پردہاں ہوت کیتی منات ، بکہ توں راو کنہیں یہ کون بات ،

سدا کال تھا بول تجہ پن ملا ، تجا توں کہ تو نکیوں ہوا کد للا ، کہا

سبد مرہٹی جی کہیا ایک جیتہ ، کہ جب آپ لی دا آس راوان کیتہ ،

در در دراری جو ہر بار توں چولین ، سو کینا اہتو جو پر جیو دین ،

سیا ناں مکت جی کہاں کی ہوی ، آیا ناں سو مت تجہ ہستو ہوی توی ،

دہوانکی سو مانس رہے ماں پتہ ، کو مانس رہے پاس دہر داں پتہ ،

جو منہ موندا اچھے مری وہ اجہ ، جو برابر کری لیہ جو بہر لبر ،

نہ سا جا کہا کہا ای جھوٹ نکر ، نہ جھوٹ تامری بھوک لو نہ بھے سنگر ،

نہ تجا بی جو سیوک دہنی اب بیر ، ہمر سیو کی کی دہنی ار بیر ،

جلا جیب منجہ جو برا تجہ کہوں ، برا وکہو ستنہ منجہ سن کیوں رہوں ،

سو ہا یی ہوی منجہ ریری کر سرہ دہون ، دہر رہے کہا د جہو نکرا ،

برہ کہینچ لی ایک دہرتا دسر ، بجی کہینچ لی نار سو اور دہر ،

یعنی

جہی میں کہیا تجہ بھی نہ کہوں — نہ بھوجے گہوں تدہ میں (چپ) رہوں
نکل بیگ چل توں کرکے راج کر — نکل ہوں پھر دِل زنگ کرتا بدھر
سو پردھان ہتونت کیتی بنات — کر توں راؤ گنھبیر یہ کون بات
سدا کال تھا بول تجہ نرملا — نجانوں کہ توں کیوں ہوا گدگلا
سبد مرہٹی جے کہیا ایک چت — ۶۷۰ کہ جے آپ لے داس راوان گت
ڈر آوے جو ہر بار توں جیو لین — سو کیسا ہتو جوڑ رہے جیو دین
سیاناں مکت جے کہاں کی ہوئے — اپاناں سو مت تھئیں ہتو ہوئے توئے
دھرانگے سو مانس رہے مان پر — کو مانس رہے پاس دھر دان پر
جو منہ موندآ چھپے مرے دہ اچر — جو بڑبڑ کرے لیہہ چو بھر لبر
نہ ساچا اکھا کھائے جھوٹے نگر — ۶۷۵ نہ جھوٹا مرے بھوک لو بھی شہتر
نہ جانے جو سیوک دھنی آپ بیر — مرد (و) سیوکی کے دھنی آڑ بیر
چلو جیب منجہ جو برا تجہ کہوں — پرا ادھر سبد منجہ سن کیوں رہوں
سو ہائی ہوئی منجہ ترے در سدا — دہوں دھرے ہے گھاؤ جیوں کنکرا
برہ کھینچ لے ایک دھرتار سر — سجن کھینچ لے تار سر اور دھر

لکھین پا بوا آتا دیکھو ن میان کال منہ ایدھر سکون ہوئن اودھر سنبھال،
جتھان جن کیتی ہوی جسم نا پکی تھان کیون کری وہ نسنک پا پلی
تیتہ منجہ لیکھے کام نہ تجہ لیکھے چری مارنا نہ کسیکون سوجھی
قسبی نہ درون جو کر پیدیتہد تبی ہون درون دیتہ سون ہو کلا را
کرچی بول پیواشنی تن کھون آکہ جیے نہ سنی تل کھری نر ڈھون
نکلا جا تو سنہا ند منجہ منک نہ ملجہان جا تو سینسا ر تو تنک نہ

تغت شدن آلکھ بات جو کی بو مدھر بدہ وزیر

کھیا را و سن دشت بردھان پھول اتھیا کرج یون جہون اتے کرج دھوکا
یکایک سو پیر راد فان اک ہوئیا جوا کا س اسکون رہیا بوہ نت دویا
بعد آنت گر دیا اٹھیا کو پکن کھر کر کارہ دو کا مدھر بدہ بیر
دو دھر ہو کیا تھا مد ربدہ کیا آو پما بکو تا چی نہ دور دوھت آپکا و
سو پیر دھان پیتا کھر کر ہت بیٹھین نہ درب تمکہ رکھیا بھت بات تھین
مدھر بدہ سر بیٹھن دھری لیے آچا و لمبا ی کنی کا و کون دلاو کھا د

تہیں بابرا تار ہوں میان کال ۶۵۰ نہ ایدھر سکوں ہوں (نہ) اودھر سنبھال

جہاں جن کئی ہوتے جم نایکی تہاں کیوں کرے دو نسنگ پایکی

نہ یہ منجہ لیے کام نہ تجہ لیے چڑی مارناں نہ کسی کوں سوجھے

تِسے نہ ڈروں جو کرے دیٹھ ڈر تِسے ہوں ڈروں دیٹھ سوں ہوئے نڈر

کہ جے بول میرا سنے تِس کہوں کہ جے نہ سنے تل گھڑی نہ رہوں

نِکل جاؤں سر ہانڈ منج ننگ نہ ۶۵۵ جہاں جاؤ سینسار تو تنگ نہ

تفت شدن اکھرنات جوگی برمدھر بدھ وزیر

کہیا راؤ سن دشٹ پردھان بول اٹھیا گرج یوں جیوں اُٹھے گرج ڈھول

یکایک سو پھر راؤ ناں آگ ہوتے جو آکاس اسکوں رہیا بونٹ دوئے

پھر دانت کرکڑیا اُٹھیا کوپ کر کھڑگ کاڑھ دوکا مدھر بدھ پر

دودھر ہو گیا تھا مدھر بدھ گھاؤ پکڑتا جے نہ دودہت آپ راؤ

سو پردھان سٹیا کھڑگ ہت تھیں ۶۶۰ درب مکھ رکھیا بہت بات تھیں

مدھر بدھ سرجنیں دھرے بھی اُچاؤ بِناتی کئی راؤ کوں راؤ بھاؤ

جو لوہی کرا الماد لو تھاں کیہا آئی ۔ نہ بیٹھی پکاری نہ آ دھری بجائی

جو دھسر لی سکی بج منہ منتری کو سو تج راد کوں آو ہوی بھار نیری ۔

جھوری لینسی بج ہت بھاوی سو کن اپی ایک ساج منج تبن بری منڈھر ۔

سو مو رنگ کھوں ہوں مجو لا باپ دیکہ لمبنا سوں تر کام آ ہوں دیکہ بیکہ ۔

کری کام ابتوں کری جیوں کیو آن کملا دی کسی باں ما نکی اکال ۔

منجے بھیج کر مار نوکھند تہار بتھاوں تر نکاور کج مار نار ۔

گرو دبل کنک ہوں سو کج نج کام بنہ ہونت سکے نہ لکھمن نہ رام ۔

بوری دیو راکس سہش جھند سوں سکوں چیو تی آہ نا ر ندلوں ۔

بھبکن کہ آوں کہ کی کنبہ کرن تنھوں کوں بیٹھا وں سنسیر تج سوں ۔

دھرم بھنو سہد یوا ر جن جلک الکی کروں باپخ باندو کھل ۔

نہ سنیا تہ کدھیں کن دیتھا نہ الکہ کہ بکاندی پر ایتا کدھیں کر نکہ

سکوں کیں تھین آہ تس تھا نس کہال پتھاوں سکوں ساہ ابی بکال ۔

جو

جو لوہے کیرا گھاؤ لوہان کھائے — نہ ہیگی پکاوے نہ آدھوے پکائے

جو دھرلے سکے پنچ منہ منتری — سو تجہ راؤ کوں اوہ ہوئے بھار تری

جھڑے سیس تجہ ہت بھاوے سو کر — پر ایک ساچ منجہ تیں بُرے منہ نہ دھر

سو مُورک ہنوں ہوں جو لابھ آپ دیکھ — بنا سوں ترا کام ہوں دیکھ بیگ ۶۶۵

کرے کام اہتوں کرے جتوں گوال — کھلاوے کسے پان مانگے اُگال

منجے بھیج کر مار نو کھنڈ ٹھار — پچھاون ترنگ اور پچ مار نار

کروں بن کتک ہوں سو کچ تجہ کام — نہ ہنونت سکے نہ لکھمن نہ رام

پری دیو راکس سہس چھند سوں — سکوں جیوتے آنتا دند کوں

بھبکن کہ راون کہ کُنبھ کرن — تنھوں کوں پچھاڑوں سنور تجہ سرن ۶۷۰

دھرم بھینو سہدیو ارجن چگل — انگی کردں پانچ پانڈو کھکل

نہ سُنیا کدھیں کن دیٹھا نہ انکھ — کر پھاندے پڑیا تھا کدھیں گرڑ پنکھ

سکوں کین تھیں آن تس پھانس گھال — پچھاون سکوں ساتھ اپن پتال

جو پر

جو نہ پالا تجہ اتھے کو منیای نہ کروں آن تس بار تجہ دھنیا لی
جہاں آن دس لک دھر ملنہ کہتری کروں بس لکہ مار کر کہتی تری نی
جیسے کا جو ہوی سو کر سکی نہ پرہے کرا کام پا اندر سکی
کروں ما ریا تال کجبہار کلہ لتا دُن نکر یک بہدار جلک
نہ سمبور سکی بید بہنی پرہن نہ پا تہص سکے منجہ پا رد کرن
جو پاتہر آپس تہے اتہے تس کہای اپس تجا اتہے نہ تس جوم جای
سو تن دہان کہنیا کر تن دہا رراو الم کی نہ لی ناتو پہو وآر راو
نہ تون ناتو جاتی مری ناتو باج نہ تون تہاتو جانی ججہ تہاتو باج
کہان لگ کروں کام تجہ دہول دہول نہ تجہ جو لگو نکت کت اجو کہ
کہیں سند کو لی بند پال الہین ساندلی پان چولی دہال
کرتوں راو کت بند سو نا بجند آہت سرا تہے جند تجہ راج پند
اتہے اکر جکہ سن تجہ آستین تہیں جلیا لوک سب جین ما جین تہیں
جد لکی کو جری جن ملیا اس نبو لہو رشتی بہر ہے وآن نا کہو دکہود

جو پر پال آ تجہ اُٹھے کونپلی — کردں آن تس بار تجہ ڈھینکلی

جہاں دس لک دھر ملن کھتری ۶۷۵ کردں بیس لکھ مار کر گھن تری

جے جیبے کا جو ہوئے سو کر سکے — نہ برڑہی کرا کام باندر سکے

کردں مار یاتاں گج بھار جگ — لٹاؤں نگر جگ بھنڈار جگ

نہ جھینوڑ سکے بید بہن برڑھن — نہ بانجھن سکے منجہ پارد کرن

جو پاتھر اپس ہی اُٹھے تیس لٹھائے — اپس جو اُٹھے نا تیسے چُوم جائے

سو پردھان کہیا کہ نردھار راؤ ۶۸۰ اکھر کے نہ لے ناتو پروار راؤ

نہ توں ناتو جانے میرے ناتو باج — نہ توں ٹھانو جانے جھجے ٹھانو باج

کہاں لگ کردں کام تجہ دھوک دھوک — نہ تجہ جوک کوں کت..... کت اچوک

کبھیں سُند..... گودے بُند پال — اکھیں ساندکی پان چوکی ڈوال

کہ توں راؤ کت پند سوتا نچند — اہت سر اُٹھے چند تجہ راج پند

اُٹھے ایک جگ سُن تجہ استین بھیں ۶۸۵ چلیا لوگ سب چین ما چین تھیں

گلی کو چرے جن ملیا اُس نبود — درشتی بھریں وارتا کھود کھود

---

۱ ایک بیج وزم کا نام

۲ برہما

ڪرڇي را راڄ آيل سنواري ڪري، پکو پيرين ڌات سولي ڌري،
نِنڊ هُو نوهنا لکي سا نِپ ڏِيکهُ سنو مين جھلنا برني ڏِيکه پکرء
اگهر سات کهياي کهين ني ڏنبا آز، ڪر سارا آن جلادي سنو رنقش بار،
تو بِن راڄ تهنجي تراس بده، ڪراس بده کي هوين تم راڄ سنڌه ۾
حوجن پيهي ڪما ڏيا ڪنوڙن راڄ محلئه تس ۾، اڙڪي ستا ڪيون رجهي ڪلهه
سنهاجي ٻهلا ڪيهي اڄ تون ٻئي ٻهر پڪروه سيڪي راڄ تون نه
ڪري ڪهون بجهلي ڪنهن نسڪي، آپس ٻڻاوي تين دهن نسڪي!
اسي مين ڇهي ليهي جي الپس دوڪ ٻعيله انا نون امت پيدجک کهيد ڪهيد
جو مڃم سوجنا تها ڪهيا پکهول لجم، اسبي بولڪا ديه برنال مڃ
سوپر دهان ڪيڙا رتن بول مسن، هين راڙ بجتا نان سني دوکين
ٻهلين سمجهيا سنڌه کي ٻڌه ڪشڪو، ڪه ويرا هوا باڄ سنکد ٿهري
ڪجي تها سنگهاڻي مدهر بود سات، ٻنوليا ڪهو آڄ الهه نات!
يڪايڪ ليهي ڪيا تهيا راڄ دهرنما الهه نات الله نات الهه نات الهه

کہ جے راؤ اج ایک سواری کرے — پکڑ بیرین ذات سُولی دھرے

نڈر ہو نہ رہنا لگے سانپ دیکہ ۱۰۰۰ — سنور سر کچلنا پڑے دیکہ بیگ

اکھر سات کھیلے کہیں نردباز — کہ ساراں جلاوے سنور نقش باز

توئیں راج تھنبے ترا اِسّس بُدھ — کہ اُس بُدھ کی ہوئے تُجہ آج سُدھ

جو جن تھی کہاوے کنور راج تھل — تیس (نہ) آرتی سٹا کیوں رجھیں آج کل؟

سُنے ہا جے بھلا کہے راج توں — توئی ٹھر پکڑن سکے راج توں

کہ کہوں..... بِجلی کہن نہ سکے ۱۰۰۵ — اپس بھاوتے تیں رہن نہ سکے

اسی میں ہے جے اپس روگ بھید — انانوں اُمت بید جگ کھید کھید

جو مُنجہ سُو جتا تھا کہیا کھول تجہ — اسی بول کا دیہہ پرتال منجہ

سو پردھان کیرا رتن بول سُن — ہئیں راؤ بچھیاؤناں سُن دوگُن

بھلیں سمجھیا سُدھ کی بُدھ کھوئے — کہ ویرا ہوا باج سنگت نہوئے

کہ جے تھا سنگھاتی مَدَھر بُود سات ۱۰۱۰ — نہ بولیا کچھو آج آکھور نات

یکایک یہی کیا تھیا راج دَھر — اکھرنات اکھرنات اکھرنات اکھر

سِیتا رای کہ چاپ دِیتا کُرنک، جلیا تھا رجیرا نک نا انگا منک؛
میرُ پرتہاں دبک دکی بکر بدُوجند، کلے سلکے جیو یا آکیا پای بسل؛
جب تہاں جند کا ہوی رَس بَدیس، تا لین جہون تو بُندلا کی کیس؛
کتہاں کُوی پر بیل لکھ دِی جیکرن، کتوا آدی و ہی کو تن مکلا رون؛
سُوتا ہمی ہو نبی اج اُس لای کُون تہو ما ایکی ہو بیچ رکھی مای کون؛
نہ روُوی کدھیں جور کی ماں پکارہ، روی کہال کرماں کو بُلے مجھار؛
نکر منجد رمکہ تہا نال بندہ بھلا تن جرتا تہا جلے کلپور بند؛
آدیا را رتیون لون کا بھا رتیں ہما ری تو نرا یوں نہ کد تہا رتین؛
جی باوِی کدھیں کو بلا آپ بس لانا آں تیں تیہیں سکہ سوی رہے!
مدھ بدہ جا نیا جہون اپ راو، نجانی لہ تن را او الکر جیو بہار؛
کہاں جیو جکی کہاں نہ راوتن، سچے دیکہ تن جای جب ایک نجن؛
بیچ ارجتا کوی الجہاں تہار، بھلا لو زیمی کوی جو دیلا نہار؛

کری

سنیارائے کہ جے آپ ڈیٹھا کُرنگ ۔۔۔ چلیا بھار چیرانگ نہ اِن کا ننگ

سو پر دھان د بک دے بکڑ دوڑ جند ۔۔۔ گلے سلک چڑیا کیا پانے بند

جدھاں جند کا ہوئے آسن بدیس ۔۔۔ اُتالیں جھوں تو..... لاکے کیس

جہاں کوئی پر بیل کھوڈے جے کون ۔۔۔ ۱۵ء گنوادے وہی کون مُکہ آپ نون

سُوہائی ہوئی آج اُس رائے کوئی ۔۔۔ جو ہائی ہوئی چور کی مائی کوں

نہ روڈے کدھیں چور کی ماں پکار ۔۔۔ رد ڈے گھال کر مکھ کو کھٹی منجھار

نگر منہ جو درمکھ ہتا نال بند ۔۔۔ بھلا تن چڑیا ہتا گلے کھور بند

اُڑیا راؤ بیوں لون کا بھار تھیں ۔۔۔ اڑے کوبرا یوں نہ کدھٹا رتھیں

جے پاوے کدھیں کوبرا آپ بس ۔۔۔ ۲۰ء اناناں تھیں سُکھ سوڈے رہس

مدھر بدھ جانے اجھوں آپ راؤ ۔۔۔ نجانے کر تن راؤ اکھر جیو بھاؤ

کہاں جیو جوگی کہاں راؤ تن ۔۔۔ سہے دیکھ تن جائے جب ایک بچن

پڑی ادچتا کوئی اُلجھان ٹھار ۔۔۔ بھلا لوڑیے کوئی جو دے آدھار

کرتے

کہ جی حک گیا راد، یقین کہا سروا ابزا یک تل اہا نہ حضور یا محمد اسرا
سنو مرد ہاں سیز دم دھیا رادُ پاس نہ یک تل کیا را و بعین آس پاس
کہیا توت جو بھر دیبی دکھیاں، دیھر کن کہیں دینہ رکھین سنبھال
کھو سلہ ا وجہت جو ہوئی بلوا انکے لکن سور تن کہینت کنا کرنک
بھانا یا جو دُنو دھو نکر جو دھری ھنگارن امیت بید بنجھکری
اُتا ری جہب لوک دیستری امت جن ملیا بید بنجکھری
کرین جہار ہی کندہ راکسنل کار جھرلا ھا دن سوسر کھندنا نین تمار
چو ھجے ا دنزی کندہ تب سماج بھاوُ کہ سماج اوجہت جر ھجے ہوئی راد۔
سنی بات سب ترھوا آپ سمک جہاں جیو الکھ پریا منجہ دک
الکھ ہیکھنادی لک بھید کہال؛ سنیہا کر دم راد اب کہ دکھال
جو کچھ بین کہیا جوں انیا ارنجہ؛ کھون نیا داب ھون بدم راد بجہ
کدم راوُ طوطی شلہا ست ونوما پتش پدم را و بردہ است

کر جے چُک کیا راؤ تھیں کھا سرا　　پر ایک تِل نہ چھوڑیا مدھر آ سرا

سو پر دھان سیر دُھر رہیا راؤ پاس ۲۵؎　نہ یک تِل گیا راؤ تھیں آس آس

کہیا تُرت چو پھر دیے رکھپال　　دیہر کُن کہیں دینہ رکھیں سنبھال

کہو سُدھ اوچھت جو بجے راؤ انگ　　گگن سُور تن کھیت کیتا کرنگ

بھاتا یا جو ڈنو دھر نگر جو دہری　　ہنکارن اُمیت بند... پنجکھری

اُتارن جھڑپ لوگ دیسنتری　　اُمَت جن ملیا بید..... پنجکھری

کریں جھاڑنیں گندہ راکس اُتار　۳۰؎　چھڑھاویں سو سر کھنڈ مانس پتھار

چڑھے اوترے کندہ نب ساچ بھاؤ　　کرساچ.... اوچھت چڑھے بجے راؤ

سُنی بات سب تد ہوا آپ سکھ　　جہاں جیو آکھر پڑیا مُنجھ دُکھ

اکھر پیکھنا دے لگ بھید گھال　　سُنیہا کدم راؤ اب کہ دِکھال

جو کچھ میں کہیا جوگ انیاو تجھ　　کہوں نیاؤ اب ہوں کدم راؤ تجھ

کدم راؤ طوطی شدہ است و فرمایش پدم راؤ بردہ است

گدم رلا وجب بھول رات آن ہوا، ہوا دِزھوا ہو گیا بادھوا،
گیا بادھوا جیوں تن جھورل بوجھ بھوندا جلیا کرن لا کا آسوں جہ،
بچار یا ہر یک منکہ کیتا ارون، کہاں لگ ارون جای کیلم پیرون
گہان لگا ارون دوس بیت دیس، کری کون اب دور تیری کو یش،
لکر زمنج تہیں ہوں کدہا آلک درکون، کدہاں لگ تعنبری بھول جلد ہوں
تمبردی بھنورا دیا سیئس پڑ، جو بھوں بھوں پھروں بھنور زنگر
سنیا تھا کہ دروا تھے باؤ پرہ سو دور دھوا ہوں پھروں پابند
جو برہوں دہ سنکو کری تورا برہ، تسے کون ندی دی پرکو برہ،
جو جال اپنی جھور پر جال جای، اسنکت کہ پر جال نہ نہیں کہای،
کپڑا جتیں جو پڑ رہن ربسیہ، سو کیئوں جوت نکھای سر پای کھنہ
جلیا لگا کہیں کر ھلتس جال، بسار اپنی جال لیتیا بھال
مو ہا آپنی ہوئی منہ ایکہ جال تہیں، رہیا سیتس نہن مال راج تہیں

کدم راؤ جب بھول راواں ہوا ۳۵۰ ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا

گیا باد ہوا جیو تن چھوڑ بوجھ بھونِدا چلیا کرن لاگا اسوجھ

بچاریا ہری پنکھ کیتا اڑوں کہاں لگ اڑوں جائے کیدھر پڑوں

کہاں لگ اُڈّوں دوس یک دکھ دیس کرے کون اپ دور تیری گو یس

لگڑ زَمج بھتیں ہوں کدھاں لگ ڈروں کدھاں لگ کھنبیری ہوا جگ پھروں

مگر دے بھنورا دیا سیس پر ۳۶۰ ہو بھوں بھوں پھروں (ہوں بھنور رس بھر)[1]

سنیا تھا کہ دورو اتھے پاؤ پر سو دورو ہوا ہوں پھروں پاؤ پر

جو پر بودھ سن کر کرے کوڑھ بدھ تسے کون نہ دیوے دے پر کوڑھ بدھ

جو چال آپنی چھوڑ پر چال جائے اسنگت کہ پر چال منہ ٹھینس کھائے.

گھرا جھتیں جو پر زہن.... رہیب ؟ سو کیوں چوٹ نہ کھائے سر بائے کھیب

چلیا لک آکھیب کرھنس چال ۳۶۵ بسار آپنی چال لیتی اچھال

سوہائی ہوئی منجہ اکھر چال تھیں رہیا سیس دھن مال (ہور) راج تھیں

---

[1] قافیہ کی مناسبت سے یہ مصرع اس طرح ہونا چاہیئے ۔ ع رہیا سیس دھن راج (ہور) مال تھیں (جمیل جالبی)

کوا دن جو لوڑے کوئی آپ جیر — عسس رابگوید (کہ) مارا بگیر

کھڑا ہوئے جو باٹ میں ران کر — کہے کو توالیوں کہ منجہ کوں پکڑ

اگر چور وہ ہوئے یا ہوئے ساہ — بکر بیہ کوں تس بھتر کھوڑے باہ؟

نہ کرناں جے لوہے کرا گا نٹھ سنگ ۵۰۔ نہ ہوتا کدھیں گانٹھ کو.... نہ بھنگ

نہ جانوں بلا یہ کب لگ پھرائے — بلا عین بھلے نہ ہیم بلائے

نہ پوچھا کچھو جائے اس ورتمان — کہ بن جان کھوئے نہ دیسے جہان

نہ کن دھرم کر جسم کیتا نہ سکھ — نہ کن پاپ کر نیں پڑیا منجہ دکھ

نہ کن راج کر بود کیا سیر جائے — جو تن باس نہ راج تھیں اج (کر) پائے

کسی جیو کوں کھائے کوئی جیو اگھلائے ۵۵۔ کسی کا درپ رات کوئی چھین کھائے

کوئی بھوند کر کھائے جگ ٹھگ ہیں — کوئی مر پڑے ہیریا کے تلھیں

جو جھوٹی کرے سیو پاوے اچیت — سچوتی چلے وہ مرے بھوک نت

گلی کوچے دھوپ کو رس بھرے — کہ سر چھانو بیٹھے پکایا کرے

جری آس جا رہے کریں اپنے دس جری بیمار کوں دینے سب جگ ذرت

سے آپ چی بھول یو مدکندھای، تسنے لوک ملجور دو دو بدر ھای

جناں نال اوبجی کری باو بندھیاں بھوت کیسوں ہریک کھاو تل

نہ بھونکی کدھیں مورا کلعہ رکونہ نہ جند نا آ سکھا وی کسے جور کوں

جیسے ایک تلہ ہوے ادماد سکہ تسے تلہ بسر جائے سو برس ذکہ

بری ۴۰ و جیامت تلہ ایک ذکہ بسر جائے تس تلہ جرم آپ سکہ

نہ جیلا ت کر کوئی کو نیک بجہ سمجھے کر نیک سر نیک بجہ

کہ جی دینے توں ذکہ تل ایک جسے اپس نانو آکر کرے تس مکہ

اسے تل چی توں سکہ ادماد لیے تبہیں مکہ اگر جو کہیں سو بدلے

سو لجے بھول جا سنر دے تیں بدسکہ کہ تس بھول جک سرا جلوے انکہ

وحے بھول منہ سرجے منہ سکتے کہ جس بھول عقبیٰ پایا دکھے نہ تھاہ

کہ جی کوی بھوکا ہے بج سنورے اکھانا نہ رہے یتوں نہ بج سنور کو

ربھی

چڑی آس جاری کرے آئے دوس ۔۔۔ چڑی مار کوں دینہ سب جگ دوس

سبج آپ جے پھول پر مد گندھائے ۔۶۰ تسے لوگ کلجور ڈوڈوبدار بھائے؟

جناں ناک اونچی کرے پاؤ بل ۔۔۔ بیاں بھوت کیہوں مرے گھاؤ تل

نہ بھوگے کدھیں مورا اگلور کوں ۔۔۔ نہ چندناں سکھاوے کسی چور کوں

جیسے ایک تل ہوئے ادماد سکھ ۔۔۔ تسی تل بسر جائے سو برس دکھ

پڑے اوچتامت تل ایک دکھ ۔۔۔ بسر جائے تس تل جرم آپ سکھ

نہ چیلان کر کوئی کر نیک تجہ ۔۶۵ سہے تجہ کو نیک سر نیک تجہ

کہ جے دیہہ توں دکھ تل ایک جس ۔۔۔ اپس نانو آکر کرے مکھ تس[1]

اسی تل جے توں سکھ ادبا دلیہہ ۔۔۔ تبھیں مکھ اکر جوگ سن موند لیہہ

سو کچھ بھول جگ سر دیں تیں ا بھنگ ۔۔۔ کہ تس بھول جک سر اچاوے نہ انک

دہی بھول منج سر چڑھی منجہ سات[2] ۔۔۔ کہ جس بھول تھیں پائے راکھے نہ تھاہ

کہ جے کوئی بھوکار ہے تجہ سنور ۔۷۰ اکھاناں رہے تیوں نہ تجہ سنور کر تہیں

---

[1] اصل مخطوطے میں "تس مکھ" لکھا تھا جو صحیح نہیں ہے۔ (جمیل جالبی)

[2] قافیہ سات کے بجائے ماتہ یعنی "میں" ہونا چاہیے۔ (جمیل جالبی)

تُہیں دیہہ اُبھاگ توں دیہہ بھاگ   تُہیں آگ پانی کرے پانی آگ

جیسے دیہہ سر بھاگ تو تِس مَرے   جو ماٹی پکڑ ہَت سُنّا کرے

اسی تِل گھڑی توں جے سِر بھاگ لیہہ   کہ جے ہَت سُنّا دھرے ہوئے کیہہ

جیسے دیہہ توں لکھّمیں ہت بَل   جگتر ملے تِس اُپس پائے تَل

پھری لکھّمیں ہت تن موڑ جائے ۵۰   رہے سیس دھن ہتّ ہت موڑ جائے

کِسی دیہہ تُوں جاگتا بھاگ سیس   سولاوے کسی بھاگ برسا برِیس

کہ جے کوئی سنورے تو اتیت کھائے   جے بھوکا رہے رین تِس بھی بہائے

جہاں ہوئے گوڑی پیدا کال چِت   نہ ملتا ملے تہہ درسانت نِت

جیسے انت توں دین لوڑے سمند   کرے تِس نیڑے سمند ایک بُند

سمندر کیرا انت پاوے نہ کوئے ۸۰   کنور ہنس کوں جل ہیں لک ہوئے

جہاں پُور ندی بہے گھن بھن   کدم کون کندا جو سکے ترن

نہ مُنج بہشت کا ڈر نہ مُنج سرگ چاؤ   بڑا چاؤ تجہ مکھ دیکھوں نجھاؤ

گرن بار توں باج تجھ کِس کہوں　　جو توں منج سہا۱ ـــے سُنہہ اسیر رہوں

سوآندوں نہ میں کوئی ہوں تج باج　　کر تجھ سنور تیں ج سبھے ملک راج

نہ تج باج دے چک منجے مت کوئی　　۸۵؎　نہ دے چک تجھ باج منجھ ہت کوئی

نرالا جو تج باج لو (ڑے) رہن　　لباڑے الیس کیوں نہ چر چر مرن

گنواڑے کہیں اور ملکے سنور　　نہ ملکے کدھیں کو (دے) جیوں پر کنور

سپاریا پران آپ میں تج کوں　　سُپاریا اپن نانوں توں منج کوں

ھیتیں میں کروں ٹھانو تجھ نانو ٹھانو　　جتن کر رکھوں جیب پر تجھ نانوں

بڑا دوس ہم دوس ادماد راج　　۹۰؎　جلو اوہ ادماد جو تجھ راج باج

ہمارا ہمن دوس گل جوڑ ہوئے　　گلے ہم پڑیا دوس گل کھوڑ ہوئے

اُچادن نہ سر دیہہ ہم دوس ہم　　الیس دوس تھیں ہم ہوئے ادس ہم

کرے کوئی سربجان لے آپ کاج　　ھنساناں نہ لوڑے اوئی دیل باج

کے جے

۱؎ اصل میں "تد" لکھا ہے لیکن قافیہ کی مناسبت سے "تج" بنا دیا گیا ہے (میاں بہادر)

www.taemeernews.com

مہا منتری جے کہیا تجہ سرٹے[1] جہاں) دھیر دیکھے ہئیں سنجرے

کہ ہوں کون گندا میری دھیر کِت ۷۹۵ نبی سار کی دھیر لیتی اُمت

نہ مُنجہ دِھیر الیوّب نہ نوح نانو نہ منجہ درب قاروں رکھوں کرت پانو

میا کر جو کیتا منجے پنکھ جات نہ ملنا کسی جات بن کون نات

کہ جے جائے بیسے کسی پنکھ پاس سوئی پنکھ لوٹے کرن منجہ گراسؔ[2]

کہ جے سُدھ جا کر کہوں آپ تُنس نہ راویں کرے بھانس بوجھو.. ہنس

بڑے جو کہے بُدھ کرنیں سُوہار ۸۰۰ وہی بُدّھ من مانہ دھرنے سُوہار

اُڑے ہنس جا جب کُلنگ کُکڑ پاس توِیں آپڑے جو لوے لک بھانس

کہ جے نہ لوے ہنس باج آپ نین گنوا وے جہوں تیہوں کہ میں آپ نین

چناں توبہ کردنؔ راوُ روح کہ توبہ آں توبہ نصوح

بھلے جا نیا ہوں تجھے رکھپال اِبن دِشت تَل مُنجہ رکھیں سنبھال

میا لوپ تیرا اجھوں من دھرو ل پکڑ جس آ دھار تھیں پتھار تیری سرونؔ[3]

---

[1] مخطوطے میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے ۶ کہ جے میں مہا منتری کہیا تجہ سرے۔ (جمیل جالبی)

[2] اصل میں "گراز" ہے لیکن قافیہ کی مناسبت سے "گراس" ہونا چاہیے۔ (جمیل جالبی)

[3] اصل مخطوط میں "گردم" ہے۔ (جمیل جالبی)

جس اوبر میا ہوئی کرتار کی ۔ امت بدہ تس ہوی سینسار کی ۔

سدا سیو نبھی سوں پنکہ ادھر تھا ۔ بھو دشت نپکی کیبی پنکہ لھر ۔

سو کچ کہیا امیا ہری پنکہ من ۔ سمھا ریا ہری پنکہ من رای دمن ۔

تا سدھا بو ملیا بیجبن سمت دمرہ سیو نا نا نجلیا کار دمن رای

کو بیس دیا پنکہ کہولا اب انک کو بیس دیا سا سجبن پنکہ

ا اکا پنکہ بہیت دور تمین پنکہ بیٹین دھنور بیجبین دور دیتھا ا

کا پیچہ کیا بادھو پنکہ سا تج ملن ۔ سنکھا تی ملن اتو با بیجبن ۔

سنوکت سیوا بہی کرالی ادھار ۔ سنور بیجبن پنکہ ایا اتار ۔

بتا اتر او جیار کر بیتی جی پنکہ ۔ ہری پنکہ دیتھا پدم راو ملکہ ۔

ہری پنکہ دیتھا پدم راو ہوی ۔ پدم راو جانی نہ یہ کون کوی ۔

اتر کل ادیتھا ہوا جو ریا دھرتا بھوین سر دھر دو بنکہ اجاو ۔

ا د سبس دھر جت کہی کہا پلکہ اچھنبے رہیا نا کہ راوین اکمہ ۔

بلام

جِس اوپر مَیا ہوئے کرتار کی ۸۰۵ اُمت بُدھ تِس ہوئے سینار کی

سداسیئو[1] سیتی سُنے پنکھ ادھر اُبھر دِشٹ نیکی کئی پنکھ تھر

سوکچ کیا باھیا ہری پنکھ مَن[2] سہاریا ہری پنکھ مَن رائے دھن

سَدھا یو چلیا بیچ بَن سمت دَھر سوتاناں چلیا کار دھن رائے پر

کولیں لگا پنکھ کھول آپ اَنکھ کولیں لگا بیچ بَن پنکھ پنکھ

اِکا ایک پڑی دور تھیں پنکھ دیٹھ ۸۱۰ دھنور بیچ بَن دور دیٹھا اَنیٹ

گیا باد ہو پنکھ ساتھی مِلن سنگھاتی مِلن آنو یا بچپن

منوکت سیوائی کیرا لے اَدھار سنور بیچ بَن پنکھ آیا اُتار

اُتر اوچتا رکھ بیے جے چُک ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ مُکھ

ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ ہوئے پدم راؤ جانے نہ یہ کون کوئے

اُتر دَکِ اوبھا ہوا جوڑ پاؤ ۸۱۵ رہیا بھوئیں سِر دَھر دوئے پنکھ اُچاؤ

رہیا سیس دھر جب گھڑی کھانڈ لگ اچھنبے رہیا ناگ راویں الگ

پدم

---

[1] سداسیو یعنی ہمیشہ بھلائی کرنے والا۔

[2] مصرع وزن میں یوں ہو سکتا ہے ع سوکچ باھیا گیا ہری پنکھ من (جمیل جالبی)

پدم راؤ کہیا کہ پربت کنوار | کہ توں کون نایک کہ پایک کہ یار
دکھایا مگر تجہ کیتے کائے کھار | جو منج تاک آیا سنور لے پکار
نڈر مِل راویں سُنا بول رائے | اُچا سیس تجھیں سَریا دو مُنے پائے
بِناتی کئی بینکھ طوطے نسنگ ۸۲۰ | کہوں بنکھ نایک نہ پایک نہ رنگ
کہوں ناؤں ہوں باج پر پنچ ماؤ | کہ جے ساچ مانے سبد منجہ راؤ
اِکا ایک کہوں کیوں اُپس ناؤں ہوں | کدم راؤ ہیرا نگر کا سو ہوں
اِسی کے دِس آئے تدر دُئے پائے | اموںلک تدر حول کرناں نچائے

فہم نکردن پدم راؤ سخن کدم راؤ کہ طوطی شدہ است

پدم راؤ سمجھیا نہ راویں بچن | نہ بوجھیا کہ راواں ہوا کت تبَس
یہی بول سُن راؤ باسک کپال ۸۲۵ | چڑیا رُوس یوں جیوں چھری آگے چھال
نچاؤں اگھیں ہور گیں بُدھ مان | کہ ہوں ساچ تس راؤ کا ہوں پران
سنیا رب کا بول تن رائے درب | اٹھیا بول کو درب سب (مل) درب

کر توں کوں کندلا نہ موت ایکہ پنہ کیوں جای آپس گدم رای تے ر،
بکاوی ہرن ایک دمڑی سنسنی، سو یو دلدار کیوں مکر بولی جس،
جی راون کرن جات کنسمد لکھو دیتو کہ اپنا آپ نکھاوی تو ب،
تھاں لی رکھی اپنا تدرا، گنا سی نہ راکھی جتھاں ہو کرا!!،
سنسن ہلا نیاں پوز گیا ہی بھوئی آپس باپکا کھونکھی رکھے،
تھاں رامدی پورا وسینکہ ادار، تھاں کیوں کری راج جمھار،
کہ جی جیونی کوں سگن دیس ہوی، مثلاً انکہ باہر برہمن ایک دوری
دھنا ایکی ملوگوں جیو دھنت، نہ جیتری بھن ذرنپتہ جوی ابستہ
نہیں منہ برا نہ نرالا اچاد، بسارا اپنا ان نا دیکہ پاوی،
کہاں جی ہوا ات سورا ندان، برابت کر سنو سکی ہمت کہاں
ہوا ات نیکھت جی کادہ پران، آسنکت کر کادہ بیچی کج پلان،
آسنیا کہ جنبہا رکج بہ سکی، نہ جنبہا رلی بیت کادہ سکی

جو جیو

کہ توں کون گندا نہ موٹ بیک پر — کیوں جائے آپس کدم راتے سر

بکاوے ہری پنکھ دمڑی سہس — سو پر وار کیوں پنکھ بوے رہس

جے رادیں کیری جات کسمل نہوئے — ۸۲۰ ترکھ آپنا آپ ناکھاوے توئے

تہاں لے رکھے آپنا تدرا — گنا سی نہ راکھے جہاں ٹوکرا

سہس رانیاں پور گنگا بہے — جہرنی اپس پاٹ کا گھرن کھے] لہے

جہاں رام دیو راؤ سپتنگ آدار — تہاں کیوں کرے راج .... جمجار

کہ جے چیونٹی کوں مرن دیس ہوئے — لکل انگ باہر پڑیں پنکھ دوئے

ڈھٹائی نکو کر .... جیو دھیٹ — ۸۲۵ نہ جیوتے نہن ڈرنپٹ جوئے ایٹ

نحیں منھ بڑا نہ نوالا اُچاؤ — پسار آپنا اوڑنا دیکھ پاؤ

جہاں جے ہوات سورا ندان — براپت کہ سور سکے بھیت بھان

ہوات تیکمت جے گا دہ پران — اسنگت کہ گا دہ بہے گج پلان

نہ سنیا کہ گج بھار گج بہہ سکے — نہ گج بھار لے پیٹ گا دہ سکے

جو شیشے

جو شیشے کیرا بھار رکھے کپال ۸۴۰ زلی کیوں کرے وہ دِوانا کنبھال

رچاوے یہی جیب مت بول راج — دلاوے یہی جیب دھن مال راج

کہ توں کون ایسا مہا بجھ ل — جو کس انگوییں نہ گوزہنس کھل

ابھارا سو کچ تیں دھریا کنک کوٹ — جو آکاس رہیا تجھے دوے لونٹ

تجھے یہ بھروسا کہ منج پنکھ دوے — پرستا پڑے منجہ پادے نہ کوے

کھڑا جے اڑے توں لگے اڑ آ کاس ۸۴۵ جو اکاس لاگے وہی منجہ کراس

انشا اللہ تعالیٰ جے راو منجہ ملے — جو اکھیاں تجھے ہوے آکھوں تجھے

بچاروں ترا بول ہوں تب تجھے — جناور جنے نا کے سوں جب تجھے

تجھے کیا کہوں ہوں منجھے راے تھانیں — کہ کوتے ترا منہ کہ تجہ مکھ گسائیں

بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہوے — برے کوں بھلائی کرے ہوے توے

بجالے جو پشتی جے رکھ چھانو ۸۵۰ بلندا کرن گھر کہن تس کٹا نوں

جو جس گاے کا دود پیوے رگاے — ہوئی دیکھ باکھرا سے کاٹ کھلاے

تجھے یہ برا بت جو منج کِشت تلہ نہ دیوا بلی تو بلی پنکہ بل ۔
کدم راد جل جائی جس پاک کرے لکھا کہوں نہ راویں دیون نا رکہ ۔
جو ہو نیت اس دکھاوی پونیت جو بھر آکر دیکھے کہوں انکہ پھوٹ
بتا بت پنکہ ریس دھرکی کری منہ کدم راد کا نانو آپس دھری
امولکہ ندر جینس دینی پاو بج برا کیوں دھوا وہ کدم راو بج
تھیں منکہ دی پاوا کاس دیکہ ۔ دھرت ہوی وکیوں ناگیں دیکہ بیکہ
کہوا بھی بہت جھوین نہ بو لجوز جنچل دھرت اکاس تاری نہ تو
ستما سینکہ اوجھل کری تیوں نا کرام کہ منج دیکھتا کوی انکہ بھرا ۔
نہ برلج تمین لون آس ابھمامنہ ، تمہیں دیکہ منکہ کہال کر میان منہ ۔
کہ کرآش سقانہ تون مطبخی ، سنجی نا نو دھر کیو کہاوی سنجی ۔
د راوں سوکم منہ کیا سنکھپال ۔ اکاس ایکہ تو پور لگا ایکہ پتال ۔
کہا دیکہ منج درب تکہ دھا لدِ پڑمن بکر کہ ساج نہ چھوٹ کر جھو کو
دو

تجھے یہ پراپت جو منجہ دِشٹ تل ۔۔۔ نہ دیوا بلے تیوں، بلے پنکھ بل

کدم راؤ جل جائے جس بات کر ۔۔۔ لکھا کھون راویں دیوں مار کر

جو لونٹ اُس دِکھاوے لونٹ .... ۔۔۔ جو بھر آنکھ دیکھے کہوں آنکھ پھوڑ

پراپت پنکھ ریس دھر کی کرے ۸۵۵ ۔۔۔ کدم راؤ کا نانو آپس دھرے

اَمولک ندرجس دیلے پاؤ تجھ ۔۔۔ بُرا کیوں ہوا وہ کدم راؤ تجھ

دھریں مُکھ دے پاوا کاس دیکھ ۔۔۔ دھرت ہوئے دَرہ، کیوں گگن دیکھ بیگ

گھرا بھی بہت جھونٹ نہ بول جوڑ ۔۔۔ جنگل دَھرت آکاس تالے نہ توڑ

تسا سِینک اُجل کرے یتوں نکر ۔۔۔ کہ مُنجہ دیکھتا رہے کوئی آنکھ بھر

نہ پڑ آج تھیں توں اس ابھمان منہ ۸۶۰ ۔۔۔ تُہیں دیکھ مُکھ گھال کر میان منہ

نہ فراش منقا نہ توں مطبخی ۔۔۔ سخی نانو دھر کیوں کہاوے سخی

طرادن سو کچھ منہ گیا سنکھ پال ۔۔۔ اکاس ایک تو بھر لگا یک بہتال

کہیا دیکھ منجہ دزب ٹک دھاک ڈر ۔۔۔ کہ کہہ ساچ منہ جھوٹ کہہ جھوڑ کر

۵۵

ﻪ اصل میں "بھوچن" لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

دو چِتا نگر ساج بکہ بول کہ کدم راد نوں کیوں نھوا کھول کر

کُفتی کدم راؤ طوطے محمدہ است — کہا

ھری پنکہ کھیا کہ سن ناکہا دادا سبد تیرے مجھ لیے کھر کر لاؤ

کھو کہ ماریا اد برین کی مری یہ سبد ماریا جرم تنیا کرین کرین

کسے آپ کہوں مت درجن بنی نہ لیے سبد مجھ پکوایا کھنے

سو تمانی کیبی تین مجھے دیہ کالہ الک پوچھیا بھی کہ ساج اتال

جو توں بولیا سو مجھے کوں سرتی بہرا کہ تل نہ مجھ بولا منج پیسرین

سنیا تھا کہیں کن کینے دی تمبالہ، بسولی دیا پوجھوں کاپ ناک

جو دادا تمیں کیا باپ بھول، سو وہ باپ منج سر جو دھیا اج کول

او جاوں نسری دیہ، کول ہے کہ جس کو تہیں ہوں کیا اب بھول

دہ مدھی لکہ دیتہا ننھا باپ راج، ننھین پای دیکھن بری منج آج

جو منیں پای دھن یا نتھا بھی انن، سو بھین آج منج سر جو ھا بای دھر

سبھی کھیلا سنکے کرنہا ددہ، کرنہار جو کی نہ کن ناد وہ

دو چتا نکر ساچ یک بول کہہ　　　کدم راؤ توں کیوں ہوا کھول کہہ

گفتن کدم راؤ طوطی شدہ است

ہری ہنکھہ کہیا کہ سن ناگ راؤ　۸۹۵　سبد تیرے مُنج لگے کھڑگ گھاؤ

کھڑگ ماریا اوپری کے مرے　　　سبد ماریا جرم تپتیا کرے

کسے اَپ کہوں مت دُرجن پنی　　　نہ لیے سبد مُنج یکوایا گھنی؟

سوہائی گئی تیں منجھے دیہہ گال　　　الگ پوچھیا بھی کہ کہہ ساچ انال

جو توں پولیا سو تجھی کوں سرے　　　پر اک تِل نہ تُجہ بول مُنج تے سرے

سنیا تھا کہیں کِن کِسی دے تپاک　۹۰۰　تدولی دِیا پو نچھنے کاٹ ناک

جو اداد تھیں (ہوں) کیا پاپ بھول　　　سو وہ پاپ مُنج سر چڑھیا رُج کول

اُدچاون نہ (اب لگ) سری دے وہ کول　　　کہ جس کو (ل) تھیں ہوں کیا آپ بھول

جنھیں مُکھ دیٹھا تھا باپ راج　　　تنھیں پائے دیکھیں پڑے مُنجہ آج

جو میں پائے دھر یا تھا جھیں. اُپر　　　سو بھیں آج مُنجہ سر چڑھا پائے دھر

سبھی کھیل اُس کے کرن ہار وہ　۹۰۵　کر نہار جوگی نہ کرتار وہ

نہ جرکی کلدھین دہ کرنْ نیا رتھیں، جو کرنا نا کری وہ اپس بھاو
دھرم جھون کرن وھے ما ب بھول، بری کیون نہ و د با پ کر منجہ سول
کرجیے کون کس تنہ کھو دی جی کو لا، وھے بر مری کو ہ تس کر دیر وہ
دی جو ین مین کتا کور را دین کندنہ، تو ین الکھو نہ متا کیا کور جند؛
بجھا دی پتنگ انکہ دیوا جی نس، مری آ رہ بھی دیورا جوت دس؛
نہ کوی با دیت، یون نہ کری ات کنہ، جیون آن با ری کیا بار بت؛
ھمین جرم دو بیب اسی کی جہار، وھی ید سن ہم بھیں سکی سہار؛
ھمن جیو جیو دیوری باہ جوت، نہ رکھیا جوت کا جیو تن با دسوت؛
سو یہ باد اندھی ترا سی کجا ن، برا جنس کیریت لیہ دشکا یرا ن؛
برا کوی یون ھوی جو ستکر کا ریک، کہ جیون با رقیے ھوی دیوا بجا؛
جیسی ایک نل دشت نیکی کری، بود کھوا کیا باہ ری جھو لیے تن بھری؛
دھریا ھوی جو ست کرتار برا، سنو بھی کیون کری ست بیسار؛
بجھا نہ بھلا لو ریشس سیئہ کہ جگہ مین بھلی ریت دھرا لگ؛
جو الکی

نہ جوگی کدھیں وہ کرن نیاؤ تھیں — جو کرناں کرے وہ اپس بھاؤ تھیں

دھرم جھوں کرے جے وہی پاپ بھول — پڑے کیوں نہ وہ پاپ کر منجہ سُول

کہ جے کوئی کِس تاہنہ کھوٹے جے کوہ — وہی پڑ مرے کوہ تِس کر درد ہ

جوئیں میں کِتا گور رادین کُند — تو ذمیں آکھور میرا کیا گوڑ چند

بُجھاوے پتنگ انکھہ دیوا جے تِس — ۸۸۰ مرے اوہ بھی دیو را جوت دِس

: کوئی پار پت یوں کرے اُت گت — جیوں اُن پارپتی کیا پار پت

ہمیں جرم دُوسی اسی کی جہار — وہی دوس ہم پھیر سکتے سُہار

ہمن جیو جنیوں دیوُرے باد جوت — رکھیا جوت کا جیوُتن پاؤ سوت

سو یہ باؤ آندھی نراسی کُمان — بڑا جس کیرے لیہہ تِس کا پران

بڑا کوئی یوں ہوئے بردا کھڑا — ۸۸۵ کہ جیوں باؤ کھی ہوئے دِیوا بڑا

جسے ایک تِل دشٹ نیکی کرے — کیا باد رے جیو کھی تن بھرے

دھریا ہوئے جو سَت کرتار پر — سو بھی کیوں کرے ست سینسار پر

بچپا نے بھلا لوڑیے یش جگ — کہ جگ میں جلی ریت ہے دھر الگ

۱۔ جوانگی

جو اگی کرے من ڈہبر انکھ جگ | الگ تھیں پکڑ بھی سکے دھر سلک
جو سیدھا چلے کوئی چک سر نواؤ | ۸۹۰ جلاوے ستی کیوں نہ جگ سر چڑھاؤ
کہ جیوں بانس نو تو کیا چک جھاڑ | چلیا پالکی جائے کھاندے کہار
سنیا ہے کہ کرتار جس دیہ جس | تسے دوار بند ایک دے کھول دس
جو ایک کون دے ہت اس لوگ تس | جو سنتر جگا لیہہ اپس مکہ بس
جیے ایسا گوسائیں نر دھار ہوئے | نرادھار کوں کیوں نہ آدھار تئے
گنواوے کہیں اور ڈھونڈھے کہیں | ۸۹۵ نہ پاوے کہیں ... ڈھونڈے بن کہیں؟
نہ پڑیو کسی جیوں پڑیا منجہ کو دِیس | کہ دیس آپنا دیکہ ہنڈوں کو بھیس
نہ کرتا جے ہوں (دنار) آکھور سوں | نہ یوں روندھتی ..... بلا منج کوں
بلا روندھیا ہوں جے تجہ گھر نہ آنور(ں) | کدیں مکھ پانیں اپس نہ گنواؤ (ں)
بھلی جا سُنے دور تھیں ڈھول ناد | برادہ جو نیڑے کرے ڈھول ناد
جدیں نیر اچھّا اچکلا دِسے | ۹۰۰ وہی دور تھیں کیوں گدلا دِسے
امولک جو مانک پھرے جگت دوار | تسے کیوں (نہ) جگ مول مانگے اتار
اہنکار پروار منجہ تھار نہ | اہنکار جانوں نہ پروار

نہ پروا رجالے لوتی بن کُجات — کہ جیوں کوہ مینڈک کرے سمندکات

تجھے کُچّہ نہ دوس یہ منجہ دوس — کسی کے رہوں دار پر سرگھر دوس

بلونڈی جوا(یو) اپت ایکلے گھال کوتے — ۹۰۵ نہ خواری کسی دوس (یہ) وہی اندھوتے

جب اپنا ہوا دام کھوٹا کوپنگ — کہیا پارکھی دوس ڈبیا کا ھنگ

اچھوں من دھروں آس کرتا رپر — کہ اس آس تھیں پھر بھجے شُکر کر

نہ پوچھیا نہ بوجھیا کہ توں کِت ڈھنگ — کدم راؤ راواں ہوا کِت انگ

اکا یک سوَدھر راؤ ناں ات کوپ — جو جس کوپ تھیں مُنجہ کیا جگت لوپ

سمج سُوں جے مُنجہ بوجھتا بات راؤ — ۹۱۰ کہ کیا ہوں نہ کہتا جو ایتا کساؤ

اچھوں کیا کسا ہوں کہوں کھول تجّہ — کہیں پر جو ہوں بھی دھراتیہوں بوجھ

ولے باج بوجھیں نہ مکھ چھوڑ جانو — نہ مکھ چھوڑ جانو نہ تب چھوڑ جانو

جسی رات منجہ توں ملیا رات تِس — رہیا پاس تھا مُنجہ تِس دِیس جس

نہ مُنجہ باج بوجھیں کیا توں سدھار — نہ تج باج بوجھیں چلوں ہوں تسار

جسے ویل منجہ گھر ملیا رائے دھن — ۹۱۵ سہاروں تسی ویل کے سب بچن

تونیں مانی تول سلاج منج بول سا کر، جو انیوں تجھ ھو، اتے ڈبل اقبال
بھلیں جانیا راؤ تسی کو یل مانہا نتھا، تیسرا کوئی ھم مثل نا نہ،،
یہیں بول سینوت کہیا منج راؤ، نجا نیں دو ییی راؤ کس منج بھاؤ،،
سنیا راؤ یہ بول اکھو پر کر، چھا دیا بدم راؤ بھن کبیہ پر،،
کھڑ کہیا نہ لک پوچھیا سنہ نا کہ بن سدہ رھنا نہ تجھ بوجہ نہ،،
اتھیا آر ھوں یہی بریا بریا تو پتنگہ بریا یوں دسیہ میوں طنبلا تو نا،،
بلکتا بریا دیکہ تس لا، دھن ھوا دین دیا ایکم دھیر کر نجتی،،
کہ توں راؤ کروا برا سینس چک، نہ سنورا کہ توں بھیں اپنے جہات کہ،،
گھرا ھو وہ سینسار کی جند کر، کہ سینسار سنوواہ کی نند کر،،
نہ سنبیا الولک کہ سرواہ کنہ، بریا سر جیئے ھوی سرواہ تس،،
ستا ھست جسھوی سرواھوی، کنو آوی ستا ھت کجو کیو تو،،
جسے یہ کر نار دھن مال ابھرا نہ جلنا تسے جگہ دکر مال کر،،
نہ گر بھیر کوی منہ کنہ دیکھ بلھیلس بری مت دیسے انکھ،،

تُونَیں مان توں ساچ منجہ بول ساکھہ　　جو اہَوں تجہ ہوئے ات دیل بھاگ

بھلیں جانیا راؤ تِس دیل مانہہ　　نہ تھا تیسرا کوئی ہم میل مانہہ

یہی بول سیوٹ کہیا مُنجہ راؤ　　نجانیں دوئی راؤ کِس منج بھاؤ

سُنیا راؤ یہ بول اکھور کر　　بجھا دیا پدم راؤ کھَن کیہہ پر

گھڑی کھانڈ لگ پڑ رہیا سُدھ نہ　۴۲۰　کہ بِن سُدھ رہناں کچھُو بدھ نہ

تھیا آڑ ہو بھی پڑیا یو پتنگ　　پڑیا یوں دِسے جیوں طبیلا ترنگ

بلکت پڑیا دیکھ تِس رائے دھن　　جو رادیں دِیا ایک دھیر کر جتن

کہ توں راؤ گڑوا بڑا سیس جگ　　نہ سر راکھہ توں تجھیں اُٹھ چھات لگ

کھڑا ہوہ سینسار کی چند کر　　کہ سینسار سروراہ کی نند کر

نہ سنیا الولگ کہ سروراہ کِس　۴۲۵　پڑیا سر جیے ہوئے سروراہ تِس

ستاہت جس ہوئے سروراہ ہوئے　　گنوا وے ستاہت کچھ کرت توئے

جیے دیے کرتار دھن مال ابھر　　نہ چلنا تیسے جگ رگڑ مال کر

نہ کر بھیو کوئی منہ کھر سو پنکھ؛　　بلھے لَبس بڑے مت دِیسے نہ انکھ

جو یو دُکھ تلی سکی ایک جگہ، رہتے لوگ ملکرہ سکی کٹ شکم،
گگن جی نروین دھرت کیوں نہ ہنسے، دھرت کھنسی نہ دیکھیوں رسنے،
نہ تیسا کچھ بولیں دھکہ دھکہ، جو جستے ہیں بسوریا بجیں جرم دکھ،
نہ اتا کند منج کوں نہ بیچیں، نہ باہر جتن یا اک بسی جیسی،

عذر خواہی کردن پدم با کدم

پدم را آد اٹھیا مہا کروین، کندل بھیر ۲ و بہا ہوا سروین،
کمپرا تیرہو جیوں رہیا تھا ادھلہ، کماں ہو پڑیا پکھی کی پای تل،
با سیفس باہر کیں پکہ نبات، نہ یوں کوی بیغوی نہ بالکہ جات،
کرے توں سماج میرا آکسا آئیں کدم، پدم را آکے اِلا تجہ پاد کیرا پدم،
جہاں توں دھریں پاؤں ہوں سر دھروں، ابس ساری کہ تو ری کرکنہ
جہاں تجہ بسوا تکہ بیٹھی اہیں، آپس انکر لو ہو کھا دوروں تہیں،
کندھی کو سدھی منجے جان کر، میرے بول کی کان نہ کہنت گر،
نہ متی ہیں شدہ نہ سیس بعد نا منجہ شدی ہو ہو نہ تلہار شدہ،
اد

جو پر دُکھ نا لے سکے ایک چک — تِسے لوک مل رہ سکے کت سُکھ

گگن جے نہ روئے دھرت کیوں ہنسے ۹۳۰ دھرت جے ہنسے نہ دنیا کیوں بسے

نہ تیسا کچھ بولئے دھک — جو جس تھیں بسوری پڑے جسم دُکھ

نہ اِتا گُنبد منج کوں بھیجئے — نہ باہر جتن بال بسیجئے

عذرخواہی کردن پدم باکدم

پدم راؤ اٹھیا تہا کر دین — کُنڈل پھیر اُد بھا ہوا سر دین

کھڑا تیر ہو جیوں رہیا تھا اُدھل — کماں ہو پڑیا پنکھ کے پائے تل

اُچا سیس باہر کئی یک نہ بات ۹۳۵ نہ یوں کوئی ہوی نہ بن ناگ جات

کہ توں ساچ میرا گسائیں کدم — پدم راؤ تجہ پاؤ کیرا پدم

جہاں تو دھرے پاؤ ہوں سر دھروں — اپس سار کے لگ ترڑی کروں

جہاں تجہ پسیوا انگہ بہتے اہیں — اپس انکھ لوہو بہاؤں تہیں

گُبدھی کو نِندھی مجھے جان کر — مرے بول کے کان نہ گھنٹ کر

نہ میرے ہیں سُدھ نہ سیس بُدھ ۹۴۰ نہ منجہ سُدھ اوپر نہ تلہار سُدھ

ہلوں چندر سورج کہ جے بات کُل　　اُترجائے نہ کیت سَدھ کھات تل

اچھا فرحت سبد منج جگ مانہ یوں؟　　دو مکھا سَبَد سانپ چکلند جیوں

کھلے ہیں وہی (ہے) جو پَرمل گھنئے؟　　نہ اُپرار مکھ پا کے کَسمل گھٹائے

جہاں چاہیئے ساچ کرناں جہار　　نکرناں تہاں جائے جھوٹا بہار

نہ جانوں کہ ادآدکس دوس پر　۹۴۵　دو پھاٹی کئی جیب منجہ چیر کر

جو کچھ آدپورب چڑھیا منجہ کپال　　اِسی پاپ منج کاڑھتیں جیو گھال

کیا تھا جو میں پاپ ہت پاؤ تھیں　　سو چور نگ پہلیں کئی نیاؤ تھیں

مرا بول باکھان تا گھر پران　　نہ کہتیں کہیں کوئی تِس کا پران

بڑے سِدھ ساچے کہے سَت پر　　نہ بتیاؤ بھیجو سرب مت سر

سرب پونگرا آپ جن تیج کھائے　۹۵۰　پچھو پونگڑا کھائے جن بیج مائے

وِلے یوں نہ منجہ جان یہ درب بن　　نہ کہتے منجھے بول بولے چکل

نہ منجہ گرب یہ سِر کی مجھ گھال درب　　اسی درب سِر جگ کیا منجہ کرب

کہ جس درب سِر چل گیا مجتے جگ　　سو وہ درب، چل کیوں ہے منجہ جرم لگ

تسی دیب بھلا جیو کچھ پرانا ۔ جو دائین رکی بس دیہہ تب بکھانا
جدھاں مین کنھیا تھا نہ گوپ را آیا ۔ تدھوں نہ سنبھا بول مید آد نکھانا
جو کچھ راو بولن لاگا کرج کرج ۔ سو منج بیس کہتا پر یا بج برج
جلو دیتے میری بجو تجھ جانکر ۔ بُرا کچھ کہیا ہوی بیندا آن کر
بہت جو کہہ منج میری شتاب ۔ نجانیاں جو مین بنکوں او تاب
مبا بی کروں رادھی چنک راد ۔ نہ کرنا ن کھرکیھا سن کہا و بھاو
اتال ایکہ کرادا منج مان دیے ۔ کن اوکن سہند مُک منج جہاں بلے
دلی جہاں بن مین کرنی پوجتن ۔ جتن جو نکری سہند گھونکی رتن
دمی دوس میرا منجھے پیہ دان ۔ آدو سی ہوا ہوں بھروز سکان
کھنتن کدم راد ۔ بایدم راد کہ خاطر خوجمع دار نل
کہیا راد دھر کوں ہری پنک جان ۔ بسری نہ پرجیو آپس تھا نو آن نہ
نہ من کھنت کر توں اپس دست بولہ ۔ نہ سکجا ن اب تہیں اپس شت سات
سمند جو ایسا ملی سن کہن ۔ کبھیں مکہ کھونکی کبھیں دیک کرتن

تِسی درب بھلا چھوڑے جگ پران؟ جو دائیں رکے تس درب تب بجھان

جدھاں میں کہیا تھا نہ کر گرب راؤ ۹۵۵ تدھوں نہ سُنیا بول میرا دونکھاؤ

جو کچھ راؤ بولن لگا گرج گرج سو سچ ہیں کہنا پڑیا بُرج برج

بھلو جیب میری جو تجہ جان کر بُرا کچ کہیا ہوئے پندان کر

بہت جو کہ یہ مُنجہ پڑی شتاب نجانیاں جو میں تجہ کوں ادشتاب

بِناتی کروں جے سُنے پنکھہ راؤ نہ کرناں کھڑگ گھاؤ سہر گھا وبجاؤ

اتال ایک گر راؤ منجہ مان دے ۹۶۰ گُن اوگُن سبد مُکہ منج جھانپ لے

ولے جھانپ من میں کریں یو جتن جتن جیوں کرے سمند گھونگھے رتن

دہی دوس میرا منجھے دیبہ دان ادوسی ہوا ہوں بھروں سُکھ آن

گفتن کدم راؤ با پدم راؤ کہ خاطر خود جمع دارند

کہیا راؤ دھر کوں ہری پنکھ جان بسرے نہ پر جیو اپس تھانو آن

نہ من گھنٹ کرتوں اپس دُشٹ بول نہ سُکھ جان اب تھیں اپس شُشت بول

سمندر جو اپا سلے کس گگن ۹۶۵ کبھیں مُکھ گھونگے کبھیں دنے رتن گُن

ڪنِ آوکهن ڏِياڙيه سوکيون پنڙه، جو ڀڳا ننڍ ڀرياڻهوکي سوبهي پرڻيا!
ڪُپسا اِين پهرياڻهوکي جنس نِکه ٻتڙه، ٻسوکيشي نکه اَمرت سکي ڪا الڌ،
جُدا آنجان مردار ڪاني حلالِه، تِيون آنجان تِي ٻول ٻول ڄلال!
ڪه حي تون ٻولي منجهي ذڪر نه، جي ٻوليا ڪرِئيهي مُجهي سنڪه نه!
وَلي تون نجو ڪفتا کهات ڪَرُ، جنادن الهرڪهات ڪي کهات وڌه!
جَدهان تهين ميليا الهراج لڳه، تڏهان تهين گهُون جنوين جا ڪيا ڪو لڳه،
نه اڪلا نه بڃهلا الهرسب ٻاٽنه ڪها سب ايڪ ليڪ دادو نئين ملکهائيه،
آڌهار ڪي ٻبهوتي کهيڙدند الهرمڪهانيان پدرملڪ آوڻين چتن،
هري پنکه کهيا ڪربن راي دمن، آچنهي نکر ڏندڪا رهن ٻکن!
ڏکها يا منجهي الهوڙ ڪرتار ڪا نڪا اسي جان تن ڪنی کهون ٻڌ پان!
ڪه ڇه رکهنين پاراٽه کهٽ ڪهائه اکيسي کهيت ٻوگارلي نيت نهاي!
جها ڪه دوار ٻندا ور دو تي دسي ڪٽوله، تن اچهين تجهي ڪهون کهئين ولي،
جهان جانا تون ڪهان جاي پرنه ٻتهادي ترکيا ٻئي ڪجا ٻون ڪيدمن!

گن اوگن دیا دیہہ سو کیوں پھرے　　جو پھاندے پڑیا ہوئے سو بھی پرے

گسائیں بھریا ہوئے جس مکھ بس　　سو کس مکھ امرت سکے گا اُبس

جو اکھان مُردار جانے حلال　　تیوں اکھان تے بول بولن جلال

کہ جے توں بولے منجھے دُکھ نہ　　جے بولیا کریں بھی مجھے سُکھ نہ

ولے توں جو کہتا رہے وہ) گھات کہہ　۹۰　جناون اگھات کی گھات وہ

جدھاں تھیں میلیا اکھر آج لگ　　تدھاں تھیں کہوں جیوڑے ہجا گیا کو لگ

نہ اگلا نہ پچھلا اکھر سب پران　　کہیا سب ایک ایک راتوں بکھان

ادھارا بھبوتی کھپر دند اکھر　　بکھانیاں نڈر مل راویں چتر

ہری پنکھ کہیا کہ بن راتے دھن　　اچنتیں نکر دند کاڑھن بکن

دکھایا منجہ آکھور کرتار جان　۹۷　اسی جان تن کس کہوں بدھ مان

کہ جے راکھنیں باڑ اپ کھیت کھائے　　کسی کھیت پو کاڑے نیٹ دھائے

جو اک دوار بند اور دوئی دیہہ کھول　　تس اچھتیں تجھے کیوں کہیں چلتے بول

جہاں جانتا توں تہاں جائے پر　　پتھاوے ترا پُن نخا ودل کیدھر

تیھی تجھ کہتا مینیں بھر کچھ نہ پوچھ کر جی پوچھیا بھی نہ کچھ بوجھ تجھ

پدم راو گفتن کہ سخن پوشیدہ باید کرد

پدم راو پوچھیا کہ دکھا کیا ہو سب و یا کیتی منجہ بکہ دشت لوپ

امولک بچن وہ جو دیکھیا کہی کہ جیوں موہتہ دھاکی سوا ایک لھی بجھ

چلیا دیس دیوکی بھر رات لکھڑی لی رہیا ناگ الکھر کہات لگ !

ہوئی رات مدھم اندھاری کہنیلہ سلاون چلیا بیکر تس جو کردند

چلیا ساندھری ساندھری ناگ راو کہ جیوں نیر سو دھن چلے ابہلو

گیا ناگ پر سوت مندھر کدم جھوندھر دتھا لوک سوتا پدم :

امت رکھیا لنہ اپار سر بر انسکی کوئی جیو بتی آپ سیں !

پدم راو کوں یوں ہوا یت لھوی لہ آیس پورتی کارچی جی :

پدم راو منہیں دھریا یک بات کہ جس بات جیھی چڑھیا ناگ دات ۸

امت لی گیا لا راو نیں پدم الکدسیا پاو آنکل پدم :

چھیا سمیت آئی ... پاند بھودا آریا جیو الصوبرتی ناو جھور :

دس اول آیا جیسے ناگ نا آیہ کہ آخرہ دسیادہ بھی ناگ پائی)

بہی تجہ کہیا مین پھر کچھ نہ پوچھہ   کہ جے پوچھیا بھی نہ کچ تُوجہ کچھ

پدم راوٗ ہر گفتن کہ سخن پوشیدہ باید کرد

پدم راوٗ پوچھیا کہ ڈھانکیا نروپ ۹۸۰ دیا کیستی منجہ جگ دشٹ تُوپ

امولک بچن وہ جو ڈھانکیا کہے   کہ جیوں مُونہ ڈھانکے سوایک لہے

چلیا دیس دیوے پہر رات لگ   ڈرے بے رہیا ناگ اکھر گھات لگ

ہوئی رات مدّھم اندھاری کھپند   سُلاون چلیا بیگ تِس جوگ دند

چلیا ساندھرے ساندھرے ناگ راوٗ   کہ جیوں نیر سو دھن چلے اپ بھاوٗ

گیا ناگ پر سوت مندھر کدم ۹۸۵ جھوندھر ڈھا لوگ سوتا پدم

اَمت رکھہ پالن آڑ اَڑ سر پر؟   نسکے کوئی جیو تے آپ سیر

پدم راوٗ کون یوں پرایت ہوئے   اپس پورتی کا رہے جوئے؟

پدم راوٗ من میں دھریا ایک بات   کہ جس بات چھپے چڑھیا ناگ ذات

اہت لے گیا راوٗ نیڑے پدم   الگ دِستیا پاوٗ آنگل کدم

چڑھیا بس سپت انگ پر ماند چھوڑ ۹۹۰ اُڑیا جیو آکھو رتن راوٗ چھوڑ!

دِس اوّل آیا جیسے ناگ راۓ؟   کہ آخر دِسیا اوہ بھی راۓ پاۓ

جو نیت کری کام چی کچھ کوئی ، نہ اسیکا بھلا بھی اسیے سات ہوئی ،
کھریلی کھانڈ لک دیکہ نرچہ کری ، بھر چیونٹی کہ لی بس جلیا مکہ بھر ،
کہاں تھیں بچھوتا کدھیں نیر بونلر کیا بیٹھا تیھیں باد جیون ،
انبر سیں بس تل کر کیا بنکہ باس ، کہا دور کر آپ لی کربلا مس ،
ملائیں ہری بنکہ جلیا برا فند اس کور میں بس کیتا بھان ،
عکھیا تہا جو دو بول جوک نبود ، تو بنیسی تبھیں کور بھر آب سود
کیتا تہا کدم جیو جد چھور جکہ ، تو ہان تھیں کیی دیس جا لک ،
کدام را اد دیکھے جو روپ آپ چندہ کلی سلک ہت مت کری بای بند ،
دنی ہت یا عمار کرتار آکون کا سر و اد دینا تو آدہار کون ،
کسائیں سکی تون جو جیو کون ، جو پوچھیے کوئی پوچھتی کا مرنہ ،
نہ باکنہ کدھیں دیہ تون ماس دھیر ، نہ کوتی کدھیں جر بجر بی دیتہ ،
جترا نجان کون دیہ تون نہ کہیں جان ہیں ، اسو کوئی جان ہانی نہ بوجھیلا ،
ہلدھر پدہ پردہ ہا دینا بجھا دیا ، جیو ادا دتا تیون ہوا وو ،

جو نیت کرے کام جے کچھ کوئے — اُسی کا بھلا بھی اُسی سات ہوئے

گھڑی کھانڈ لگ دیکھ نر جیو کر — پھرا جیوں کدے بس چلیا مکھ بھر

کماں تھیں نہ چھوٹا کدھیں تیر یوں — گیا . . . تھیں باز جیوں

انبر سیں تل کر گیا پنکھ پاس — ۹۹۵ کہیا دوڑ گوڑ آپ لے کر بلاس

ملائیں ہری پنکھ چلیا پران — اُسی گوڑ میں بیس کیتا بہان

سِکھیا تھا جو دو بول جوگی بنود — تو بییے تبھیں گوڑ دھر آپ سُود

گیا تھا کدم جیو جد چھوڑ جگ — تدھاں تھیں کئی دیس . . . . جا لگ

کدم راؤ دیکھے جو روپ آپ چند — گلے سلک ہت ہت کرے پائے بند

دُنیا ہت پا سار کرتار کوں — ۱۰۰۰ اَسِر واد دیتا نر ادھار کوں

گسائیں سکے توں جو جیو کرن — جو پوچھے کوئی پو چھنتے کا مرن

نہ باگنے کدھیں دیہہ توں ماس دھیر — نہ گُوتے کدھیں جر و تجہ بن . . . . .

جو انجان کوں دیہہ توں جان پن — سو کوئی جان جانے نہ بجھ بال پن

مدھر بدھ پہ دھار(ن) دیتا بجھاؤ — جیو اد آد تھاتیوں . . . . . ہواؤ

سو بُدھی ہوا دیکھ کر راؤ کوں ۱۰۰۵ سو پردھان پا رہ لگا جاؤ سوں

کمر بند تھا ایک تیکھت سُہن دھنی انگ لوہا کیا لوہ چن

دھرت چوم کچھ پر سریا بھی سنبھال سنبھال آپنی ٹھار رکھیا کپال

پڑیا دیکھ انکھیں مدھر نیلھ جات کماں ہو بناتی کئی اوڑ ہات

گسائیں تجھے کچھ بوجھا نہ جائے کہ جب لگ گسائیں منجھے کہہ تجھائے

اسی میں اُتر سب گیا لوگ تل ۱۰۱۰ رہیا راؤ نیڑے مدھر بدھ بل

چڑھیا لوگ سب دیکھ راؤ آس پاس اکیتی ہنکاریا مدھر کر بباس

کہیا راؤ آکھر گھات سر تھیں پکڑ کہ سر تھیں پکڑ سب کہیا اکھر

پھر پوچھیا راؤ پردھان کوں کہ تجھ بن کسی کوں نہ بتیاؤ(ں) ہوں

مدھر بدھ پردھان سر تھیں دھر بناتی گئی اُت دھری پاؤ پر

گن اوگن مرا توں منجھے کہہ الگ ۱۰۱۵ کہاں تھاں سو کہہ رسیں جالیں الگ

ملو کیر منجہ ہوتے لون آج تجہ جو کئی بھید بوجھوں کچھو باج تجھ

جدھاں تھیں اکھر مار[یا] ڈالیا بھار تدھاں تھیں رہیا راؤ تجھے منجھار

نہ سُکھ بِیں ایک دِیس سواری کیا — نہ مندر گیا رہس ناری کیا

نہ جانوں کہ یہ بات کس چھند میں — جدھاں تھیں پڑیا راؤ کس پھند میں

کدم راؤ سُکھی ہوا اُس بچار — سو پردھان کوں مان دیتی ادھار ۱۰۲۰

نِکھا کھائے دن ڈِیل نت بانٹ رائے — اکھا کھائے گھر آپ کیتا اکھائے

پرایا نہ اپنا کوئی بات سنوار — جو آوے اکھا کھائے جائے ڈکار

سُکھی رائے پردھان کوں پان دے — کہیا بیگ کر جگت کوں دان دے

گت و میزبانی کہیا آج تھیں — سو (کر) دان کرنا نو جگ پر تھمیں

دَئی بارگہ اونچ جگ جھانپ کر — بد... ہو رہے بارگہ جگت پر ۱۰۲۵

دئی ہاؤ دے سو حویلی نگر — دئی ہر شہر بارگہ تان کر

سبھی عارتب ہوتے اونتر ڈھال — کر پنچ رنگ بہر دپ تو ....

طبل ڈھول برغوں نفیراں اُٹھے — گرج یوں (اٹھے) جوں اٹھے کھڑکنے

کدم راؤ کر دان چھتاس لگ — پر اُپکار ہو جگ کیا جگت مگ

رتن کدم راو در محل خرم دریا فتی عیش و خوری
چلیا راو رتن واس مین رہن کرنہ سکیے ہوری راینا نہ تھا نیں کہ
سو دہن کیوں بد آئی کیتی ماس جہنبو داس بدمائی گراکر جگہ
جبھیں رائے مندر کیا سو کر بھرے سنگھاسن پر جب آئے بیٹھ
سینی سنگت دھن

رفتن کدم راؤ در محل حرم دریافتن عیش و خورمی

چلیا راؤ رنواس میں رہس کر ۱۰۳۰ سُکھی ہوئی رانیاں دِیٹھا نین بھر؟

سو دھن کیوں بدھائی کئی ماس چھہ نبود اُس بدھائی کرا کر جگہ

جبھیں رائے مندھر گیا سُوکھ بھر ۱۰۳۲ سنگھاسن چڑھیا جیت جا بیٹھ کر

سُنی سدھ دھن . . . . . .

فرہنگ

فرہنگ

(مثنوی کدم راو پدم راو)

آ

آکھنہ : بے وجہ

آکھوں : کہوں

آکھے : (آکھنا : کہنا) کہا

آگلا : زیادہ۔ بہتر۔ اگلو۔ آگے

آگلی : زیادہ

آپ بل : اپنی قوت (سے)

آپنیں : اپنے

آد : قدیم۔ اوّل۔ آفرینش

آدمیں : آدمی

آس : شوربا

آسودکر : اطمینان سے۔

آشتی : سہولت۔

آل : تری نمی۔

آن : آن کر۔ لا

آن آن : لالاکر

آندوں : سمجھوں۔ لاؤں۔
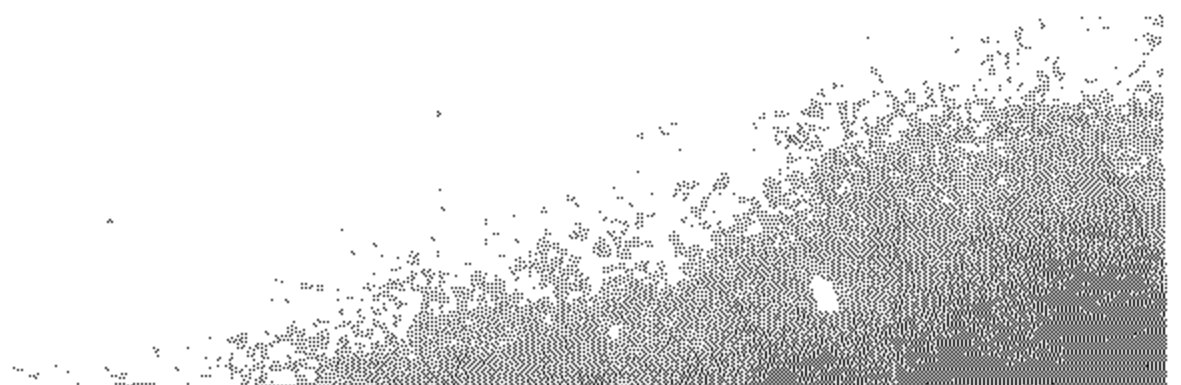
آننا : لانا

آنو : لاؤ

آنے : لائے

آنیں : (آننا مصدر : لانا) لائیں

آدسی : آتا ہے۔ آدے گا۔

الف

ابڈھ : بیوقوف' بیوقوفی

ابھاگ : بدقسمتی

ابھال : بادل

ابھمان : غرور۔ اندازہ۔ قیاس

ابھر : گردوغبار۔ خاک دھول۔

ابھنگ : غیرفانی۔ ہوشیار۔

اپ : اپنا۔

اپار : بے حد۔ بے نہایت۔

اُپاڑ : (اُپاڑنا۔ اکھیڑنا) اُکھیڑ

اُپاس : روزہ

اُپرار : اُدھر

اُپچار : تدبیر ۔ علاج ۔ خدمت گزاری ۔ نصیحت

اپس : اپنے ۔ اپنا

اُپکار : مہربانی

اپن : خود

اُت : سر

اِت : آنی

اُت : بے شمار ۔ عمدہ ۔ بڑھیا

اِتال : اب ۔ اسی وقت ۔ فوراً

اُتاول : جلدی ۔ جلد باز

اُتر : جواب

اُتم : اعلیٰ

اُتھل جانا : ظاہر ہو جانا

اتھیں : ہتھیں (ہتھی کی جمع)

اَجات : ذات سے خارج

اُجگر : اُجاگر

اجھو : اب ۔ ابھی

اجھول : اب ۔ ابھی

اُچار : تلفظ ۔ لہجہ ۔ تعریف ۔ راز

اُچاون : اٹھانا

اُچاؤں : (اُچانا : بلند کرنا) بلند کروں

اُچایا : (اُچانا ، اوچانا ، اونچا کرنا) اونچا کیا ۔ بلند کیا

اُچائے : (اُچانا : بلند کرنا) بلند کئے

اچل : ساکن ۔ قائم ۔ مضبوط ۔ بے جان

اچر : (اچل) ساکن ۔ مستحکم ۔ بے جان ۔ پہاڑ

اچکلا : صاف شفاف ۔ کیچڑ کے بغیر

اچوک : بے شبہ ۔ یقینی ۔ صحیح

اچھ : ہر (سندھی میں آج بھی مستعمل ہے)

اچھریاں : حوریں

اچھے : رہے

اد آد : آغاز ۔ آفرینشِ عالم

اَدار : (آدھار) سہارا

اَدِت : سورج

اَداس : آزاد

اَدر : پتھر ۔ چٹان ۔ پہاڑی

اُدر : پیٹ ۔ موٹاپن ۔ گوشت دخون

اَدِک : زیادہ

اُدماد : شہوت پرستی ۔ آوارگی ۔ مستی ۔ تکبر

اَدو : سورج

اَدوس : بے گناہ

ادوسی : بے قصور

ادھارا : اندھیرا

ادھاری : تاریکی

اَدھر : ہونٹ

اَدِھک : زیادہ

اڈھال : بُرے ڈھنگ والی

اڈھل : نہ ڈھلکنے والا ۔ نہ گرنے والا ۔ مضبوط

ارنت : (ارت) معنی۔

ارتھ کار : مطلب برآر

اردگان : نجوم کی ایک جدول جو استخراج نتائج میں دخل رکھتی ہے۔

اردگن : ضیافت

اڑسری : مقابلہ۔ سرکشی

اُسترہ : چھری

استین : آستین

اسرواد : آشیرواد دعا، مبارکبادی

اسنگت : بے تعلق۔ بے جوڑ

اسُوجہ : جسے سوجھ بوجھ نہ ہو۔ بے عقل

اکاس : آکاش۔ آسمان

اکایک : یکایک

اکراں : (اکھراں) اکر کی جمع، الفاظ

اکرن : ذکرنا۔

اکرن : (اکر کی جمع) الفاظ

اکھر : الفاظ

اکھر : اکھرناتھ جوگی جس کا ذکر مثنوی میں آیا ہے۔

آکھورنات : اکھرناتھ جوگی جس کا ذکر اس مثنوی میں آیا ہے۔

اکھیاں : آنکھیں

اگ : آگ

اگیتی : پہلے سے

اُلاس : شوق

اُس : (رُش) کھانے پینے کی چیز۔

اُنس کرنا : کھانا

الاسیں اُلاس : ذوق وشوق کے ساتھ

الگی : جُدائی۔ علیحدگی

اُلجہ : اُلجھ

اُلجھان : اُلجھاؤ

الولگ : اب تک

اماں جائی : بہن

اُمَست : زیادہ

اُمت بدیا : ایک علم کا نام

امرت : آبِ حیات

امولک : بیش بہا۔ قیمتی

انجاؤ : نادانستگی

اند : (اندھ) اندھیرا

اندکار : اندھیرا

انگ : جسم

آنیا : (آننا : لانا) لایا

اَن : غذا۔ کھانا

انبر : آسمان

اَنجن : سُرمہ

اُنچہ : اُونچا

اندھ : اندھیرا

اندھلا بیڑ : اندھا بیڑ

انک : آنکھ

انگ : جسم
اَنگے : آگے
اُنگل : اُنگلی
اَنگھے : آگے
انگھیں : آگے
انواو : متواتر
انہون : نہ ہونا
انے : اور
اَنیکی اَنیک : طرح طرح کے
او : وہ
اوبھ ہوا : (اوبھا ہونا ، بلند ہونا) بلند ہوا۔
اوبھے : (اوبھنا : اُگنا ، ابھرنا) اُگے ، اُبھرے
اوت : پوشیدہ
اوچتا : یکایک ، اچانک
اورگن کرنا : قبول کرنا ۔
آدَرن : اوروں کو
اوڑے : (اُوڑنا : اُڑنا) اُڑے
اَوشگن : بدشگونی
اوکھد : دوا
اَوگھڑ : ناسمجھ ۔ بے وقوف
اونچ : اونچا
اوہ : وہ
اوئی : وہی
اَہت : دشمن ۔ دشمنی
اہنکار : غرور ۔ نخوت

اہیں : "اہے" کی جمع ہیں
ایاناں : چھوٹا ۔ بے وقوف ۔ انجان ۔
ایکس ایک : ایک ایک
ایہہ : یہ

ب

باترن : باتیں
باٹ : راستہ
باج : بغیر
بار : موقع
بارگہ : خیمہ
بازارگانی : بیوپار ۔ سوداگری
باسک : سانپوں کا بادشاہ
باسُکھہ : باسک ، سانپوں کا بادشاہ
باسی : دوسرے دن کی
باکھر : وہ گائے جو دودھ سے ہٹ جائے ۔
باگ : شیر
بال پن : بانک پن ۔ لڑکپن
بانچسی : خیال کرے ۔ خیال کرتا ہے ۔
بانچے : سمجھے ۔ خیال کرے ۔
باڈ : بڑا ۔
باوَلا : پاگل
باہ : آگ
بتاناں : بتانا
بجرانگ : مضبوط جسم والا

بُجھ : (بوجھنا : خیال میں آنا) سمجھ
بُجھاؤ : عقل ۔ سمجھ ۔ فہم
بجھلی : بجلی
بچار : فکر ۔ خیال
بچارک : فکرمند ۔ غور کرنے والا
بچن : بات ۔ کلام
بَدَل : بادل
بُدونت : عقلمند
بُدھ : عقل
بدھاوا : ترقی ۔ اضافہ ۔ مبارکباد
بُدھ گوڑی نہ کر : (بدھ کوڑی کرنا = الٹی بات سمجھنا) اوندھی عقل سے کام نہ لے ۔
بُدھ مان : عقلمند
بدھن : (بڈھن) بڑھنا ۔ ترقی
بڈھے : (بڈھنا ۔ بڑھنا) بڑھے
بَرانا : غیر ۔ دوسرا ۔ بیگانہ
برج برج : رُک رُک کر
برجنا : انکار کرنا ۔ ممانعت کرنا ۔ مخالفت کرنا ۔
برجیا : بات کی ۔ جواب دیا ۔ مخالفت کی ۔ انکار کیا ۔
برچھیاک : بچھو ۔
برسا برسیں : برسا برس ۔ سالہا سال
برلہ : (برلا) انوکھا ۔ عجیب ۔ شاذ و نادر
بروا : پودا ۔ درخت
بروبر : (۱) ٹھیک ٹھیک ۔ یقیناً (۲) بحر و بر ۔ خشکی و تری
برسے : بڑھے

بڑہی : بڑھئی
بِس : زہر
بساس : بسواس
بساہ : (بساہنا ۔ خریدنا ۔ مول لینا ۔ حاصل کرنا) حاصل
بَست : چیز
بسر جائے : (بسر جانا ۔ بھول جانا) بھول جائے ۔
بُسَن : طرح
بسواس ۔ یقین ۔ بھروسا ۔ اعتماد
بسوری ۔ (بسرنا کا ماضی مطلق) فراموش کی ۔ بھول گیا ۔
بکائے : بکے ۔ فروخت ہو ۔
بکاین : حنظل ۔ انتہائی کڑوا ایک پھل ۔
بکنڈا کرن : (بجھنڈا کرن) دو منزلہ بنانا ۔
بکن : تدبیر
بَل : طاقت
بلکے : دیکھے ۔ پائے ۔ حاصل کرے ۔
بلونڈی : طاقتور
بِن : بغیر
بُن : بُنیاد ۔ جڑ
بلو : (بلنا = جلنا) جلو
بنات : عرق
بنبار : آگ میں ۔ دوزخ میں
بنتی کرنا : عرض کرنا ۔ گذارش کرنا
بنتی کردن : عرض کردن ۔ گذارش کردن
بُند : بُوند ۔ قطرہ
بنداں : بندوبست

بولناں: بولنا۔
بونٹ: اُنگل۔ اُنگلی
بیہار: (بیوہار) بیوپار
بھار: بوجھ
بھار: باہر
بھاگ: تقدیر۔ حصّہ۔ قول
بھان: محسوس ہونا۔ معلوم ہونا۔ سورج
بھاؤ: نیّت۔ انداز۔ عادت۔
بھاوتا: پسند۔
بھاوتا جیو کا: من پسند۔ جسے دل پسند کرے۔
بہابے: بے بہا۔ بیش قیمت۔
بھبکن: ہندوستان کے ایک قدیم راجہ کا نام
جست: بہت۔
بھٹکن پھرے: بھٹکتے پھرے
بھجنگ: بڑا۔ قوی۔ بہت ہی کالا
بھر: باہر
بھشٹ: دوزخ
بھرگ راؤ: ہندوؤں کا ایک رشی (خدارسیدہ)
بھگ: تقدیر۔ عقل۔ دولت۔ کوشش: دھرم
بھگے: (بھگنا بمعنی ٹوٹنا) ٹوٹا ہوا۔
بھل چک: بھول چوک
بھنڈار: خزانہ
بھنڈاری: غنی۔ سرمایہ دار۔ مختیر۔ خزانچی

بھنکارنا: برباد کرنا۔ خاک کرنا۔
بھوجن کرے: (بھوجن کرنا۔ کھانا) کھائے پئے
بھوکا لا: بھوکا
بھوک مرنا: فاقہ کرنا
بھوئیں: زمین
بھوگ: کھانا۔ خواہش۔ عیش۔ ہم بستری۔
بھوندا: دھوکہ باز۔ مکار
بھوندکر: دھوکا دے کر
بھینٹ: دیوار
بھید: بید۔ وید۔ علم
بیکھو: دوسری مرتبہ۔ بعد کے لئے۔
بَیر: دشمنی
بیر بل: بھائی کی قوت۔ دوست کی مدد
بَیری: دشمن
بیرین: بیری کی جمع
بَیس کر: (بیسنا۔ بیٹھنا) بیٹھ کر۔
بیسی: (بیسنا۔ بیٹھنا) بیٹھی۔
بیگ: جلدی۔

پ

پا: پاؤں
پاتال: تحت الثریٰ۔ زمین کے نیچے کا حصّہ
پاتھر: پتھر

پاچھے : پیچھے۔
پاردی : مخبر۔ خبر دینے والا۔ شکاری
پاگ : پگ، قدم۔
پان : تحریف۔ بڑائی۔ خود۔ پتا۔ داؤ۔
پانڈر : پیلا۔ زرد۔ سفید
پاھن : مہمان
پائے : پاؤں
پائے بند : غلام۔ قیدی
پائے ٹیک : استقلال سے
پایکی : گاؤں کا چوکیدار۔ پیامبر
پت : بھروسا۔ اعتماد۔ عزت
پتال : پاتال۔ قعرِ زمین
پتر : کاغذ
پت کرے : بھروسا کرے۔
پت کیا : (پت کرنا۔ مان لینا) مانا۔ بھروسا کیا۔
پٹن : شہر۔ بستی۔
پتنگ : پتنگا۔
پت ورت : شوہر کی معتمد
پتولی : کلی
پتھان : (پتھ) طریقہ۔ راستہ
پٹھانا : بھیجنا۔
پٹھاوانی : رخصت
پٹھایا : (پٹھانا۔ بخشش کرنا) بخشش کیا۔ بخشا۔

پتیاؤ : بھروسا۔
پتیاؤں : (پتیانا۔ بھروسا کرنا) بھروسا کروں۔
پتیاوناں : بھروسا کرنا۔
پچتاوناں : پچھتانا۔
پچھیں : پیچھے
پدارت : ظاہر کرنا۔
پدم : سرخ تل۔ دانہ
پراستھان : پرایا استھان
پراپت : حاصل۔ حاصل ہونا۔
پراپکار : دوسروں کی بھلائی۔
پران : جان۔ روح
پربت کنور : پہاڑ کا شہزادہ۔ طوطا
پربودھ : دوسرے کی عقل۔ پرائی عقل
پرپرکھ : غیر مرد۔
پرپنچ : حیلہ سازی سے
پرت : محبت۔ پیار
پرتن : پرایا جسم۔ غیر جسم
پرتھمیں : زمین
پرتیو : پرتو۔ سایہ۔ عکس۔ نتیجہ۔
پرجیو : پرائی روح
پرچال : پرائی چال
پردیس نا : پردیس کا
پردیسین : پردیسیوں (پردیسی کی جمع)

پُرس: آدمی

پُرس: پارس۔ وہ پتھر جو لوہے کو سونا بنادیتا ہے۔

پرساد: فیض و برکت

پرس بھید: ایک علم کا نام

پرستا: (پرستاؤ) موقع۔ مصیبت۔

پرسوت: پیدائش

پُرک: (پُرکھ) آدمی

پُرکھان: (پرکھ کی جمع) بزرگ لوگ

پرگور: دوسرے کا جسم۔ پرایا جسم

پرمان: وعدہ

پرمکھ: دوسرے کے مُنھ سے

پرمل: خوشی

پرن: (پڑن) پڑنا

پرنار: غیر عورت

پرن دیہہ: پڑنے دے۔ ہونے دے۔

پروار: خاندان

پرونس: دوسرا۔ غیر جنس۔

پرھیوا: تکلیف۔ بیماری

پسارے: پھیلائے۔

پسیو: پسینہ

پشتی: مدد

پلاس: شادمانی۔ مسرت

پلان: پالان

پلیٹ: لپیٹ

پن: لیکن۔

پنک: پنکھ۔ پرندہ۔ بازو۔

پنکھیا: پرندہ۔

پنکھیرو: پرندہ۔ پنچھی۔

پُوت: بیٹا۔

پتھائی۔ پہنائی۔

پُوچیا: (پوچھنا) پوچھا

پُورب: ابتدا۔

پورپتن: بستی۔ آبادی۔

پُورن: پورا۔

پَوَن: ہوا۔

پُونچ: دم۔

پونگڑا: لڑکا۔ بچہ۔

پھلٹ پھوٹ: تتر بتر۔ پراگندہ

پھانٹی: ٹکڑا۔

پھاندا: رسی

پھاندے پڑیا: پھندے میں آیا۔

پھتراں: پھتر کی جمع یعنی پتھر

پھول: بول۔ گفتگو۔ الفاظ۔ بات

پھہانا: پھن (سانپ کا)

پہر: پھر

پھیتے: (پیتے) دور ہو۔ ارے۔

پھیر: دوبارہ

پھیر سکے: دور کرسکے۔

پیٹھا: بیٹھا۔

پلینترا: چالاکی۔ داؤ

پیوناں : پینا

ت

تاپڑی : عبادت گذار

تادے : (تادنا ، گرم کرنا) گرم کرے۔

تپاک : گرمجوشی

تتتا : گرم

تد : تب بھی ۔ پھر بھی ۔

تدتھیں : اس وقت سے

ترت : فوراً

ترفن : ترلٹخنا

ترک : بچا کھچا ۔ جھوٹا ۔

ترن : سہارا ۔ تیرنا

ترن پن : جوانی

ترنگ : گھوڑا ۔

تری : عورت ۔

تریا : عورت ۔

ترین : تیری ۔

تس کا : اُس کا

تسنے : اس کو

تسی تل ، اُسی گھڑی

تکھار : گھوڑا

تل : نیچے

تلاؤ : تالاب

تلادار : تلوار

تل تل : ذرا ذرا

تلہار : نیچے

تلھیں : نیچے ۔

تن : اُس نے

تنبول : پان

تواسی : تیسرے دن کی

تو نچہ : تو ہی

تہاں باج : تیرے سوا ۔ تیرے بغیر ۔

تھانو (ٹھانو) جگہ ۔ مقام ۔

تھر : قائم

تھل : تلے ۔ زیر ۔ زیرنگیں

تھن : تم

تنھن : اُس کو

تنھوں : اُن میں

تہاں : وہاں

تھان : استھان ۔ مقام ۔ ٹھکانا

تھائیں : لحاظ

تھنب : ستون

تھی : سے

تہیں : تو ہی

تھیں : سے

تے : پر
تیج : غصہ
تیسی : اُس طرح کی
تیکھت جات : تیکھی ۔ تیز
تیں : تُو
تیوں ہار : تیوہار

ٹ

ٹھار ٹھار : جگہ جگہ
ٹھانو : ٹھکانا ۔ جگہ ۔ بل
ٹھکائی کروں : (ٹھکائی کرنا ۔ مارنا پیٹنا) ماروں
ٹیک : ٹیک کر۔

ج

جاسوں : جاؤں ۔ جاؤں گا۔
جانوں : جاؤں
جد : جب
جدکد : جب کبھی ۔ وقتاً فوقتاً۔
جدھاں : جب کہ
جرجر : جل جل کر
جَرم : ہمیشہ ۔ سدا
جرن : جلنا
جڑی : نباتات ۔ بوٹی
جَس : توفیق ۔ طاقت
جِسی : جیسی

جُفت کرنا : مجامعت کرنا
جُگ : زمانہ ۔ دُنیا
جگا جوت : دُنیا کو روشن کرنے والا
جگتر : تمام دُنیا
جگ دِشت : دُنیا کی نظر
جگ مگ : روشن
جُم : ہمیشہ
جمارے : ہمیشہ
جمھار : جمار ۔ ہمیشہ
جَن : آدمی
جلانکور : پانی کی کوکھ ۔ سیپی
جناور : جانور
جنائے : (جنانا ۔ ظاہر کرنا) ظاہر کیے ۔ بتائے
جنے : جو
جوت : روشنی
جوڑی جئے : جوڑے ۔ اکٹھا کیا جائے۔
جوگ : لائق
جوئی : جو بھی
جوکیں : جو
جوسی : عقلمند ۔ جستجو کرنے والے ۔ غور و فکر کرنے والے
جھار جھار : نثار ۔ قربان
جھانپ لے : چُھپالے
جھانپنا : چُھپانا ۔ ڈھاکنا
جھانپی : (جھانپنا ۔ ڈھکنا) ڈھکی
جھرے : گھسے ۔ داخل ہو

جھنگر: جھگڑا

جھونٹ کر: جھوٹ سمجھ کر

جھی: جو ہی۔ یہی

جے: جو

جیب: زبان

جیستا: جتنا

جیشتی: زیادتی

جیوتی کر: (جیوتی کرنا۔ زندہ کرنا) زندہ کرکے

جیو دین: جان دینے کے لئے، جان دینا

جیو لگ: ساری عمر تک

جیو لین: جان لینے کے لئے

جیوناں: جینا

چ

چاؤ: اشتیاق۔ شوق

چاپی: (چاپنا۔ دبانا) دبائے۔

چیت دھر: (چیت دھرنا۔ توجہ دینا) توجہ دے کر۔ خوشی کے ساتھ

چتر: ہوشیار

چتری: نقاش۔ مصور

چترے: (چترنا۔ تصویر بنانا) تصویر بنائے۔

چڑی: چڑیا

چُلک: چُلّو

چکل: گندے

چلواؤناں: چلوانا

چمتکار: کرامت۔ عجیب چیز

چمکتار: (چمتکار) کمال۔ عجیب چیز

چنت: فکر۔ سوچ

چنتیں: (چنتنا۔ غور کرنا۔ سوچنا) غور کریں۔ سوچیں

چند: چاند

چنڈال: کمینہ۔ بدذات

چنگی: چنگاری

چوڈول: ڈولا۔ سنگھاسن

چوکے: بھولے

چوکھنڈ: چاروں طرف

چھات: چھاتی۔ سینہ۔ چھت

چھاچھا: چھاچ (دودھ کی)

چھاس: چھتے ہیں

چھند: فریب

چھند بند: فریب۔ عیاری

چھوڑسی: چھوڑے گا۔ چھوڑتا ہے

چھوندھر: (چھوں دھر) چاروں طرف

چیرا: چیلا۔ مرید

چیریاں: کنیزیں

ح

حمت: ہمت، حوصلہ

د

دار : دروازہ

داس : غلام

داسریاں : باندیاں

داکھ : انگور

دان : بخشش ۔ خیرات

دانت کڑریا : دانت پیسے

دَت : بخشش

دُت : چمک ۔ تیزی

دِکھا : دیکھا ۔ دکھاکر

ددھا : خوفزدہ ۔ ڈرا ہو

دَر : دروازہ ۔ جگہ

دَرب : تکلیف ۔ دُکھ

دُرباش : دُور باش

دِرِشت : نظر

دُرجن پَتی : کیتنگی

دروہ : دشمنی

دروہی : بُرا چاہنے والا ۔ دشمن

دِس : دیکھ کر

دِساور : پردیس

دِس آئے : نظر آئے

دِسے : (دِسنا ، دکھائی دینا) دکھائی دے

دِشٹ : نظر

دُشٹ بھاؤ : بُرا خیال

دِشٹ تل : نظر کے نیچے

دگ : پریشانی ۔ اُلجھن

دلک : دلق ۔ گدڑی

دنیو : سورج

دَند : دُشمن ۔ دشمنی

دِنماں : پورا دن ۔ صبح سے شام تک

دُنہ : دونوں

دوار : دروازہ

دِوال : دیوار

دوبھار : دو حصہ ۔ دو ٹکڑے

دُوت : قاصد ۔ سفیر ۔ ایلچی

دُوجا : دوسرا

دوچِت : مذبذب

دوچِتا : مذبذب ۔ دو خیالوں کے ساتھ

دُود : دُودھ

دودَھر : دو ٹکڑے ۔ دو طرف

دوس : بُرائی ۔ الزام

دوکھا : دوڑا

دوگُن : دُگنا

دولنگی : دو غلا

دوُمکھا سبد : دو منہ والا لفظ ۔ ذو معنی لفظ

دوھنی بکر : دودھ دینے والی بکری

دوئی : فرق

دوئے : دوسری مرتبہ ، دوسری بار ، دو

دھات : چیز ۔ مادّہ ۔

دھاک : ڈر

دھائے : (دھانا = دوڑنا) دوڑے

دھرت : دھرتی ۔ زمین ۔

دھرتی : دھرتی ۔ زمین

دھرن : دھرنا ۔ دھرنے کے لئے

دھریں دھر : ہرجگہ ۔ ہرطرف

دھک دھک : دوڑ دوڑ

دھکسی : بھڑکتا ہے ۔ غصہ کرتا ہے ۔

دھن : عورت ۔ محبوب

دھن پات : عورت ذات ۔ بڑی رانی ۔ مہارانی ۔

دھنوربید : ایک علم کا نام

دھنی : مالک

دھنیں : دھنی ۔ مالک

دہول : دوڑیں

دِلی : دِی

دِیپے : (دیپنا = نظر آنا) نظر آئے

دیتی : دی

دیتے : (مصدر دینا کا ماضی مطلق) دئے

دیٹھ : نظر

دیٹھا : دیکھا

دیس : وطن

دیس : دِن

دینہار : دینے والا

دیسنتری : جبلا وطن

دلیسے : (دیسنا = دکھائی دینا) دکھائی دے

دیکھیں : دیکھنے سے

دین : دینا

دِیوا : چراغ

دیورا : دیا ۔ چراغ

دیہہ : دے ۔ دیتا ہے

ڈ

ڈاین : چڑیل

ڈُلے : (ڈُلنا = ہلنا) ہلے

ڈنبر : دھوم دھام ۔ کشادہ

ڈنڈوت : تسلیم ۔ کورنش

ڈوہ : (ڈھونا) ڈھو

ڈھانکیا : ڈھانکا ۔ چھپایا ۔

ر

راتوا : رات

راج بند : قیدی ۔ غلام

راج تھل : راج گدی

راج دَل : شاہی فوج ۔ رعایا

راکھہ : (راکھنا = رکھنا) رکھ

راکھنیں : رکھنے کے لئے

راماں : راماتن - داستان

رانین : رانی

راواں : طوطا

راوت : شہنشاہ - مہاراجہ

رادہ : راجہ

رائے : راجہ

رائے جوگ : بادشاہ کے لائق

رائے دَل : شاہی فوج

رت بھید : ایک علم کا نام

رتن : موتی

رُچ : خواہش

رچاوے : سجائے - بنائے

رَچنہار : بنانے والا - خالق

رَچیا : (رچنا، مصدر، پیدا کرنا - بنانا) پیدا کیا - بنایا

رُکھ : درخت

رکت : خون

رُکھ (رودکھ) درخت - پیڑ -

رکھپال : محافظ -

رَلی : کمبل

روچند : حیرانی کی بات

رُوم : سلطنتِ روما

رَنواس : محل سرا

روپ بھان : حسن کا سورج

روج : روگ - بیماری

روچند : حیرانی کی بات

روگ : بیماری

روندھتی : (روندھنا، کچلنا) کچلتی

روی : سورج

رہس : کھیل کود - اختلاط

رہس ناری کیا : عورت سے اختلاط یعنی زانی سے ملا

رہسی : رہے گا

رہنہار : رہنے والا

رِنیت : طریقہ - قاعدہ - دستور

رِیس : طریقہ - تقلید -

ذ

ذنب : ایک غیر مرئی ستارہ کا نام ہے جس کا مقام قطب جنوبی میں ہے - دُم دار ستارہ

س

سات : ساتھ

ساچا : سَچا

ساد : (سواد) مزہ - لطف

سار : طرح

ساسان جم : ساسانی بادشاہ جمشید

ساک : ساکشی - گواہ

ساکھ : سمجھ - قیاس کر - دوستی - نصیحت

ساکھ ہو کر : (ساکھ ہونا، تصدیق ہونا) تصدیق ہو کر - سچائی کے ساتھ

سالی : تکلیف

سانٹھ : سمجھ - خیال کر -

سانچ : سچ - سچائی کے ساتھ

سانچسی : سچ سکھ

ساندرے ساندرے : آہستہ آہستہ

ساہ : ساہوکار

سبد : لفظ

سُبدھ : عقلمند

سُبدھی : عقلمند

سبھالوک : دربارِعام

سبیت : عمدہ

سپت : سارا۔ سارے

سپت : سات۔ ہفت۔

سپورن : تمام۔ کامل۔ پورا

ست : سچ۔

ستاہت : سچائی

ست بھید : ایک علم کا نام

ستّھر : فنا۔ برباد

ستونت : سچا

ستال : پھینک

سُجات : اعلیٰ نسل

سُجان : عقلمند

سچوتی : سچائی۔ راستی

سدھ : نصیحت۔ عقل کی بات۔ خدارسیدہ لوگ

سدھ ساچے : عقلمند اور سچے

سُدھ لیڈل : (سُدھ لینا : دستہ لینا) ناستہ لوں۔

سُڈھال : خوش وضع

سراہ : سراہنا۔ تعریف کرنا۔

سرب : تمام۔ ہرایک۔

سَرپ : سانپ، رینگنا

سرجیا : (سرجا : پیدا کرنا) پیدا کیا۔

سرشت : پیدا کیا

سرکھنڈ : پیشانی

سُرگ : (سورگ) جنّت

سُرنگ : خوش رنگ

سروپ : خوبصورتی

سَری : سَر

سَرے : (سرنا : مناسب ہونا، سزاوار ہونا۔ لائق ہونا) مناسب ہو، لائق ہو، سزاوار

سرے : (سرنا : مکمل ہونا، پورا ہونا) مکمل ہو۔ پورا ہو۔

سریا : (سرنا : پیدا کرنا) پیدا کیا۔ انجام پایا۔

سریر : جسم۔

سسا : چاند

سستر : سُتّر

سکال : تمام

سکت : طاقت

سُکرت : اچھا کام

سُکھی : خوش

www.taemeernews.com

سل : محابس
سلک : عزت ، سلوک
سلکی : (سنگی) مجلسی ۔ درباری ۔ صاحب عزت
سلگی : مجلسی ۔ درباری
سلے : (سلنا ، چبھنا) چبھے
سمند : سمندر
سنا : سونا ۔ قیمتی دھات
سنار : حسین عورت
سنتر : ستر
سنجا : سنجھا ، شام تک
سنجری : بادشاہی
سنجوگ : موقع ۔ اتفاق
سنچریا : پھیلا
سندیہہ : شک
سنکھپال : ایک قسم کا ہتھیار
سنگ : سنگت
سنگھات : سنگت ۔ ساتھ
سنگھاسن : تخت ۔ پالکی ۔
سنمکھ ، سن مکھ : سامنے
سنسنا : سونا ۔ مشہور قیمتی دھات
سنن ہار : سننے والا
سنور : طریقہ ۔ طرح ۔ جلد
سنوریا : محبوب
سنہاریا : بار کا سنبھالا

سو : وہ ۔ تو
سودھنے ، سودھنا ۔ جستجو کرنا ۔
سور : ۱ بہادر ۲ سورج
سوس : خشکی ۔
سوک پن : رقابت
سوکے : سکھائے
سوکھ : سکھ ۔ خوشی
سوکی : سوکھی
سول : درد ۔ تکلیف ۔ سولی ۔ کانٹا
سولاوے ۔ سلادے
سوں : (سو) وہ
سوں : قسم
سوہار : مناسب
سوہائی ہوئی : ایسا ہی ہوا
سوہے : بھائے ۔ پسند ہو ۔
سہار سکے : برداشت کرسکے
سہائی : ایسی ہی
سہس : ہزار
سہس پائے : ہزار پا ، کنکھجورا
سہن : عمدہ
سیہنڈ : سینڈ ۔ ایک خاردار جھاڑی
سیہے : زیب دے ۔ اچھا معلوم ہو ۔ زیبا
سیاناں : عقلمند ۔ ذی فہم ۔ سمجھدار
سیت : سردی
سیتی : سے

سیتیں: سے
سیس: سر
سیندوری کروں: مہانی کروں
سینگ: تنکا
سیو: سیوا۔ خدمت
سیوا دھروں: خدمت کروں
سیوٹ: آخر۔ نتیجہ۔ کامیاب۔ انتہا۔ حد درجہ
سیوکی: غلام

ش

شنک: شک و شبہ
شنکا: شک و شبہ

ط

طبیلا: طویلہ

غ

غلولے: گولے

ق

قفا: پیچھے

ک

کاپڑی: کپڑے والا۔
کالپسترا: فریب۔ دھوکا۔
کات: تصوّر
کاترائی: مشکلات۔ الجھنیں
کانٹ: کاٹ
کاج: کام
کاڑ: (کاڑنا۔ نکالنا) نکال
کاڑھوں: (کاڑھنا۔ نکالنا) نکالوں
کال: کل
کانپ: بانس یا لکڑی کی پتلی سی کھپچی
کانکرا: کنکر
کانون: قانون
کاوڑی: بزدل
کبدھی: بے وقوف
کبل: کم طاقت۔ کمزور
کبی: کبھی
کپال: پیشانی۔ سر
کپٹ: دغابازی
کپٹ بھاؤ: بدنیتی
کت: کہاں
کتا: کتنا
کت انگ: کس طرح
کتک: کتنے
کجات: کم ذات

کچان : بے وقوف
کچھورا : کھکھورا
کچھ : کچھ
کچھو : کچھ
کڈل : طاقتور
کدھیں : کبھی
کڈھنگ : بدأطواری
کرت : کام
کرتار : خالق
کرجے : (کرجنا = کم ہونا) کم ہو
کرسوں : کروں ۔ کرسکتا ہوں
کرنگ : برا رنگ
کرن ہار : کرنے والا
کریں : کر
کساؤ : پرہیز
کسپٹ : کچرا ۔ کثافت
کستوری : مشک
کسمل : تکلیف ۔ دکھ
کگتر : مرغا
کلپ : قوتِ مردی کی دوا
کل کل ہونا : شور شرابا
کلنتر : خدا، قادرِ مطلق
کلنک : سیاہی
کلہ : کلاہ، تاج ۔ ٹوپی
کمن : کس

کن : کان
کناسی : وحشت
کنبلی : کملی
کنبھال : کمہار
کنجھال : (کنجال) کائی
کنجہ کرن : ہندوستان کے ایک قدیم راجہ کا نام
کندم کروں : روشن کروں
کندوری : دسترخوان ۔ فاتحہ کا کھانا
کنڈل : گھیرا ۔ حلقہ
کنشٹ : (کنشٹھ) سب سے چھوٹا ۔ ادنیٰ
کنک : گیہوں ۔ ذرّہ
کنور : شہزادہ
کوبھیس : برا حال ۔ بدحال
کوپ : غصّہ ۔ رنجش
کوپ بھاؤ : غصّہ سے
کوِت : کبت ۔ شعر
کوتا : کتا
کوترا : کتا
کوتک : برا کام
کوتے : کتے
کوٹ : کوٹ کر ۔
کوچریاں : گلی کوچے
کوڈھا : ٹیڑھا
کوڑبانی : احمقانہ بات ۔ جھوٹی بات
کول : قول ۔

کَوَن : کَون

کوہ : کنواں

کوئے : کوئی

کوئیسن : جستجو کرنا

کہ : یا

کھان : کان۔ ذخیرہ

کھاندے ۔ کاندھے (واحد کاندھا)

کھانڈ : کھنڈ۔ حصّہ

کھپر : ٹکڑا

کھپر : پیالہ۔ کچکول

کُھپند : گہری تاریکی

کھتر : کھتا

کھتری : بہادر۔ سپہ چلن

کھڑگ : تلوار

کھڑگ دھار : تلوار کا دھنی

کھڑگ گھاؤ : تلوار کا زخم

کھگل : بے جان

کھن : کھانا

کھند : (کندھ) کندھا

کھنڈا : (کھانڈا) تلوار

کہنہار : کہنے والا

کھورس کیا : مار ڈالا

کھوٹ : بُرائی۔ نقصان

کھونٹ : کنارہ۔ طرف

کے : کر

کیتا : کیا

کھیدی : (کھیدنا۔ نکالنا۔ مار بھگانا) مار بھگائی

کیرا : کا

کیری : کی

گ

گادھرا : گدھا

گاڑھ (گاڑھنا۔ گاڑنا۔ بلند کرنا) بلند کرے

گال : گالی۔ بول۔ بات

گانٹ : گانٹھ

گانٹھ دینا : گرہ لگانا

گانڈا : گنا

گُپت : پوشیدہ۔ خفیہ

گپتھار : پوشیدہ۔ خفیہ

گج : ہاتھی

گج بھار : ہاتھی کا بوجھ

گدلا : میلا۔ ناراض۔ بدلا ہوا

گراس : نوالہ۔ لقمہ

گرب : غرور۔ خودبینی

گرڈ : ایک جانور جو ہندوؤں کے خیال میں وشنو کی سواری میں تھا

گرڈوا : بہادر۔ گراں ڈیل

گسائیں : آقا ۔ مالک

گگن : آسمان

گل : گلا

گلجوڑ : گلے مل کر

گمن : جانا

گن اَوگن : نیکی بدی ۔

گند : (گندھ)؟

گندا : ناچیز ۔ حقیر ۔

گنوارہ : جاہل ۔ بے وقوف ۔ گنوار

گُو : فضلہ ۔ پاخانہ

گوت : قبیلہ

گوڑ : گور ۔ جسم

گون پال ، گوپال ۔ کرشن کا لقب

گھات : داؤ ۔ نقصان

گھاتکی : گھات کرنے والا ۔ نقصان رساں

گھال : (گھالنا ۔ چھوڑنا ۔ ڈالنا) ڈال ۔ چھوڑ ۔ ڈال کر

گھالیں : (گھالنا ۔ ڈالنا) ڈالیں ۔ رکھیں

گھاؤ : زخم

گھٹ : کم ، کمی

گھٹنات : فکر ۔ اندیشہ

گھروس : (گھروسنا ۔ گھسیڑنا) گھسیڑ کر

گھرے : مانگے ۔ چاہے ۔

گھڑی : وقت ۔ پل

گھن : آسمان

گھنائے : بڑھائے ۔ زیادہ کرے ۔

گھن بن : چرچا

گھنٹ : گھٹ ۔ دل

گھنی ۔ زیادہ ۔ بہت

گہوں ۔ وقت

گیان : دانائی ۔ عقل ۔ فہم

ل

لاب : نفع

لابھ ۔ فائدہ

لانپ جھانپ : اختلاط

لاؤ : لایا ، لائے

لاہ : فائدہ ۔ نفع ۔ لالچ

لک : } لق لق ۔ ایک آبی پرندہ
لک لک :

لکھا کھوں : لاکھوں

لکھن : لکھیں

لگ : تک

لگ لگ : لق لق ۔ ایک آبی پرندہ

لگوں : تک

لُوپ : چھپا کر

لُوپ گیا : (لوپ جانا ۔ چھپ جانا) چھپ گیا

لُوچ : تکلیف ۔ رنج

لوچ : حلق سے اتارنا ۔ نگلنا

لوڑے : (لوڑنا ۔ خواہش کرنا) چاہے خواہش کرے ۔

لوک : دنیا ۔ مخلوق

لون : نمک

لوہ : لوہا

لوہار : لوہار

لہے : قیمت

لیجئے : لیا جائے

لیک : لکھ

لیکھ : حساب

لیکھیا : (لیکھنا ، لکھنا) لکھا ۔ شمار کیا

لینیں : لینے

لیوں : لوں

لیہ : لے ۔ لیتا ہے

م

ماٹ : مٹکا ۔ برتن

ماٹی : مٹی

مادہی : مادہ

مارت گیا : مارا گیا

مارگ : راستہ

ماس : مہینہ ۔ گوشت

ماکھی : شہد

ماگ : (مارگ) راستہ ۔ طرف

مانک : موتی

ماںہ : (تلفظ ماں) میں

ماؤ : ساتھ

مائی : ماں

مائے : ماں

میت : میتر ۔ دوست

مت : عقل

مچھندر : تندرست و توانا

مد : شراب

مُدرا : علامت ۔ نشان

مدھر : میٹھا

مرجاد : حد

مرن : مرنا

مرو : مرے

مس : روشنائی

مشالا : مشعل

مُکٹ : تاج

مکٹھن : تاج

مکھ : منہ

مکھ پانین : (مکھ پانی) آبرو ۔ عزت

من : دل ۔ جی ۔ باطن

من بھگیا : دل ٹوٹ گیا ۔ نفرت ہو گئی

منج تے سرے : مجھ سے برداشت ہو

منجھار : بیچ میں ۔ درمیان

منڈان : کائنات ۔ منظر

مندر : محل

مندھر : مندر

منکا : (من کا) دل کا

من لوپت : دل میں پوشیدہ

من لوب : دل میں لالچ

منوگت : روح ۔ باطن ۔ جو دل میں ہو

مَنہ : میں

موا : مرا

موت : مرنا

موٹ : مُشت ۔ مُٹھی

موٹھ : مُٹھی

مُورک : مُورکھ ۔ نادان

مول : قیمت ۔ مول ۔ جڑ

موہ : محبت ۔ لالچ

مہاں بل : بڑی طاقت والا

مہریا : کہاری

میالوپ : پوشیدہ مہربانی

میاں : مہربانی

میترپنا : دوستی

میراچ : میرا ۔ "چ" تاکیدی

میگ : بادل

مین : ادنیٰ ۔ ذلیل ۔ کم درجہ کا ۔

ن

نابات : (نبات) مصری

نات : (ناتھ) مالک ۔ سوامی

ناد : آواز

ناگر : باشندہ ۔ ہوشیار

نانو : نام

نایک : سردار ۔ سرہنگ ۔ فوجی افسر

نِت : ہمیشہ

نچاے : نہ چاہیے

نچھوڑی جے : نہ چھوڑیے

نِدان : آخرکار ۔ انتہا ۔

نرادھار : بے سہارا

نراسی : نااُمید

نرجیو : مُردہ

نردھار : بے سہارا

نِرس : پھیکا ۔ بے مزہ ۔ خراب

نَرک : دوزخ

نرملا : صاف

نروپ : جس کا کوئی روپ نہ ہو

نِس : رات

نسنگ : بے تعلق ۔ جُدا

نکت : (نکھت) آخرکار

نکرسوں : نہ کروں گا

نکو : نہیں

نکھ : ناخن

نکھنڈ : مکمل

نچنت : مطمئن ۔ اطمینان کے ساتھ

نوکھنڈ : تمام دُنیا

نونو : غرور ۔

ننھاں : ننھّا ۔ چھوٹا

ننھیں : ننھّا ۔ چھوٹا

نوار : نبیڑ ۔ ختم

نواؤ : (نوانا ۔ جھکانا) جھکاؤ

نوُل : عجیب ۔ انوکھا

نھاس : (نھاسنا ۔ بھاگنا) بھاگ

نہ سر ہو کپاس : نہ سر روئی کی طرح سفید ہو

نہوسی : نہوگا ۔ نہیں ہوتا

نیاؤ : انصاف

نیب : نیم

نیٹ : صاف ۔ استقلال

نیر : پانی

نیڑے : نزدیک ۔ پاس

نیکا : عمدہ

و

واج : تیزی

وارو : بات

وارتا : خبر ۔ کیفیت ۔ افواہ ۔ بات

وِراس : بدمزہ ۔ بے ذائقہ

ورام : آرام

ورتمان : زمانۂ موجودہ ۔ حال

ورشتی : بارش

وک : بگلا ۔ سفید

وَندی : قیدی

ونس : بنس ۔ خاندان

ویرا : جُدا

ویل : وقت ۔ گھنٹہ

ہ

ہارسی : ہارتاہے ۔ ہارے

ہاک : (ہانکنا ۔ شور کرنا) شور ہنگامہ

ہان : نقصان

ہانک : چھلنی

ہت : ہاتھ

ہت پَن : ہمدردی

ہتو : ہمدردی

ہتونت : مہربان ۔ دوست

ہری : لاج ۔ شرم

ہست : ہاتھ ۔

ہمیں : جسم

ہنڈول : (ہنڈنا ۔ گھومنا ۔ مارا مارا پھرنا) مارا مارا پھرول ۔

ہنکار : (ہنکارنا ۔ بُلانا) بُلاکر لا ۔

ہنکاری : بلاتاہے ۔ بلاوے

ہنکارن کردن: بُلاوَن

ہنکاریا: (ہنکارنا، بلانا۔ پکارنا) بلایا۔ پکارا

ہنگ: طریقہ

ہنمان: ہنومان جی۔ ہندوں کا ایک دیوتا

ہول: چِتا

ہَوں: میں

ہیاں: دِل

ہیم جات: سونا

ہین: ادنیٰ۔ حقیر

ہیوہ: شوق۔ محبت

ہیَں: دِل۔ باطن

ی

یتنی: اِتنی

یتی: اتنی

یش: شہرت۔ ناموری

یکس: ایک

یکنگ: ایک ساتھ۔ ہم صحبت

یہی: یہی

ضمیمہ نمبر ۱

تعارف
سلاطینِ بہمنی

پہلا بادشاہ: علاءالدین حسن بہمن شاہ — ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء — ۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" میں جو اشعار "مدح سلطان علاء الدین بہمنی نوراللہ مرقدہ" کے عنوان کے تحت ملتے ہیں وہ اسی بادشاہ کی شان میں لکھے گئے ہیں۔ یہ بادشاہ بہمنی سلطنت کا بانی ہے۔ تاریخوں میں مذکور ہے کہ یہ علاءالدین خلجی کے مشہور سپہ سالار ظفر خاں کا بھانجا تھا جو ۱۲۹۸ء میں منگولوں سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا اور خلجی خاندان کے خاتمے کے بعد اس کا خاندان افلاس کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ خاندان ملتان میں آباد تھا۔ بھانجے کا نام بھی ظفر خاں تھا جو تلاش معاش میں ملتان سے دہلی آیا اور اپنی صلاحیت، محنت اور فہم و فراست سے ترقی کرتے کرتے امیر صدہ بن گیا۔ جب امیرانِ صدہ محمد تغلق کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے تو اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں ظفر خاں پیش پیش تھا۔ محمد تغلق کی شکست اور امیرانِ صدہ کی کامیابی کے بعد ۱۳۴۵ء میں پہلے اسمٰعیل مخ ناصرالدین شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر متمکن ہوا لیکن دو سال بعد امیرانِ صدہ نے ظفر خاں کو بادشاہ منتخب کر لیا جو علاءالدین حسن بہمن شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ علاءالدین حسن بہمن شاہ ایک علم دوست بادشاہ تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے: محمد خان، داؤد خان، احمد خان، محمود خان۔

دوسرا بادشاہ: محمد شاہ — ۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء — ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء

محمد شاہ ایک اچھا منتظم اور صاحبِ تدبیر بادشاہ تھا۔ اس نے نہ صرف سلطنت کے انتظام کو مستحکم کیا بلکہ دستورِ سلطنت بھی بنایا۔ اس کے وزیر اور خسر سیف الدین غوری نے "نصائح الملوک" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ مجاہد شاہ اور فتح خاں۔

تیسرا بادشاہ مجاہد شاہ — ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء — ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء

انیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کی مدتِ سلطنت صرف تین سال ہے۔ داؤد شاہ نے سازش کر کے

اسے قتل کرادیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔

چوتھا بادشاہ: داؤد شاہ ‏ ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء — ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء

چاہ کندہ را چاہ در پیش۔ ابھی سلطنت کرتے ایک ماہ پانچ دن ہی گزرے تھے کہ مجاہد شاہ کی بہن روح پرور آغا نے اسے قتل کرادیا۔

پانچواں بادشاہ: محمد شاہ ثانی ‏ ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء — ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء

یہ علاء الدین حسن بہمن شاہ کے بیٹے محمود خاں کا لڑکا تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں بہمنی سلطنت نے بہت ترقی کی۔ امن و امان قائم رہا۔ فضل اللہ انجو اس کے استاد تھے۔ اس بادشاہ کے زمانے میں بہت سے علماء دکن میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی کے زمانے میں حافظ شیرازی کو بھی دکن آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن وہ سمندر کے طویل سفر کی وجہ سے نہ آئے۔ اور شکریہ کے طور پر ایک غزل لکھ کر بھیج دی جس کے صلے میں ایک ہزار اشرفیاں حافظ شیرازی کو بھجوائی گئیں۔ حافظ کی غزل کا مطلع یہ ہے:

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد ✦ بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

محمد شاہ ثانی کے دو بیٹے تھے۔ غیاث الدین اور شمس الدین۔

چھٹا بادشاہ: غیاث الدین ‏ ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء — ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء

سازش سے شراب پلا کر اسے اندھا کر دیا گیا۔ مدتِ سلطنت ایک ماہ بیس روز ہے۔

ساتواں بادشاہ: شمس الدین ‏ ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء — ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء

پانچویں بادشاہ محمد شاہ ثانی کا دوسرا بیٹا۔ اسے فیروز شاہ نے اندھا کر کے قلعہ بیدر میں قید کر دیا۔

آٹھواں بادشاہ: فیروز شاہ ‏ ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء — ۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء

یہ علاء الدین حسن بہمن شاہ کے لڑکے احمد خاں کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کا دوسرا بھائی احمد شاہ ولی بہمنی ہے۔ محمد شاہ ثانی نے ان دونوں بھائیوں کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا تھا۔ میر فضل اللہ انجو ان کے معلم تھے۔ خود بھی عالم تھا اور علماء کا قدردان بھی۔ شاعر بھی تھا اور عروجی و فیروزی تخلص کرتا تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اسی کے عہد میں (۸۱۵ھ / ۱۴۱۳ء) میں گلبرگہ تشریف لائے۔ ۸۰۱ھ میں فیروز شاہ نے تقی الدین انجو کی قیادت میں تیمور لنگ کے پاس سفارت بھیجی۔ جواب میں تیمور نے

فیروز شاہ کو تحفے بھجوائے اور تحریری فرمان کے ذریعہ دکن، گجرات اور مالوہ فیروز شاہ کو عطا کئے۔ فیروز شاہ کے دو بیٹے تھے ۔حسن خان اور مبارک خان

نواں بادشاہ: شہاب الدین احمد شاہ ولی بہمنی ۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء — ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء

حضرت گیسو دراز نے فرمایا تھا کہ فیروز شاہ کے بعد احمد خاں بادشاہ ہوگا۔ فیروز شاہ اپنے بیٹے حسن خاں کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا اور احمد خاں کو اندھا کر دینا چاہتا تھا۔ دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فیروز شاہ ہار گیا۔ احمد خان احمد شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اسی مہینے فیروز شاہ کا انتقال ہوگیا۔ اسی سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط پڑا۔ دوسرے سال بھی قحط کے آثار نمودار ہوئے اور انسان و جانور بھوک سے مرنے لگے۔ سب نے دعائیں کیں جو بے اثر رہیں۔ بادشاہ نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر نماز استسقاء ادا کی اور گڑگڑا کر دعا مانگی۔ اسی وقت آسمان پر بادل چھاگئے۔ اور چھم چھم مینہ برسنے لگا۔ اس واقعہ کے بعد سے وہ عوام میں احمد شاہ ولی کے نام سے مشہور ہوا۔ زندگی میں سب اس کی ولایت کو مانتے تھے۔ مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ اس کی ولایت کی قدر کرنے لگے۔ یہ ایک ذی علم بادشاہ تھا۔ اسی کے زمانے میں گلبرگہ کے بجائے بیدر کو ۱۴۲۹ء میں پائے تخت بنایا گیا اور اسی بادشاہ کے زمانے میں فخر دین نظامی نے اپنی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" تصنیف کی۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ مثنوی بیدر ہی میں لکھی گئی۔ اس عہد کے ایک بڑے شاعر شیخ آذری نے "بہمن نامہ" لکھنا شروع کیا۔ احمد شاہ حضرت نعمت اللہ کا بھی معتقد تھا۔ اسی کی درخواست پر انہوں نے اپنے پوتے شاہ نور اللہ ابن شاہ خلیل اللہ بُت شکن کو بیدر روانہ کر دیا اپنے والد کی وفات کے بعد شاہ خلیل اللہ بت شکن بھی تشریف لے آئے۔ بادشاہ نے ان کے بیٹوں شاہ نور اللہ اور شاہ حبیب اللہ سے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ اس کی مدت سلطنت ۱۴ سال ہے۔ احمد شاہ ولی بہمنی کے تین بیٹے تھے ؛ علاء الدین، محمد خاں اور داؤد خاں۔

دسواں بادشاہ: علاء الدین احمد شاہ ثانی ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء — ۸۶۲ھ / ۱۴۵۸ء

اس بادشاہ کی مدتِ سلطنت سترہ سال ہے۔ دکنی و غیر دکنی کے درمیان کش مکش کا سلسلہ اسی بادشاہ کے زمانے میں شروع ہوا اور اسی تفرقہ کی بناء پر سلطنت میں ضعف پیدا ہوگیا جو آئندہ رنگ لایا اور یہ عظیم سلطنت پارہ پارہ ہو کر پانچ سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ہمایوں، حسن خان اور یحیٰی خاں۔

گیارھواں بادشاہ: ہمایوں شاہ ۸۶۲ھ / ۱۴۵۸ء — ۸۶۵ھ / ۱۴۶۱ء

اس بادشاہ کی مدتِ سلطنت ۳ سال ہے۔ یہ بہت ظالم و جابر بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو قید میں ڈال دیا۔

حیدر کی بغاوت میں کوتوال کو لوہے کے پنجرے میں بند کر کے ہر روز اس کا ایک عضو کاٹا گیا۔ دوسرے باغیوں کو درندوں کے سامنے ڈلوایا گیا۔ اپنے بھائی حسن خاں کو شیر کے سامنے ڈلوا دیا۔ اور خود محل کے بالاخانے پر بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ اس نے بہمن شاہ کی تمام اولاد کو بھی ایک ایک کر کے قتل کرا دیا۔ شاہ حبیب اللہ اسی کے زمانے میں شہید ہوئے۔ اس کے مرنے پر لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ کسی شاعر نے کہا،

ہمایوں شاہ مُرد و رَست عالم • تعالیٰ اللہ زہے مرگِ ہمایوں

اس کے تین بیٹے تھے ؛ نظام شاہ۔ محمد شاہ اور احمد شاہ

بارھواں بادشاہ : نظام شاہ ‏ $\frac{\text{۸۶۵ھ}}{\text{۱۴۶۱ء}}$ ‏ $\frac{\text{۸۶۷ھ}}{\text{۱۴۶۳ء}}$

تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۸ سال تھی۔ خواجہ جہاں تُرک اور خواجہ محمود گاواں، ہمایوں شاہ کی وصیت کے مطابق، اتالیق بنائے گئے اور اس کی بیوی مخدومہ جہاں (والدہ نظام شاہ) مشیر خاص مقرر کی گئی۔ اس بادشاہ کی مدت سلطنت صرف دو سال ایک ماہ ہے۔

تیرھواں بادشاہ : محمد شاہ لشکری ‏ $\frac{\text{۸۶۷ھ}}{\text{۱۴۶۳ء}}$ ‏ $\frac{\text{۸۸۷ھ}}{\text{۱۴۸۲ء}}$

اپنے بھائی نظام شاہ کی وفات کے بعد نو سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ خواجہ جہاں، خواجہ محمود گاواں اور مخدومہ جہاں پہلے کی طرح کام کرتے رہے۔ اس کی تعلیم کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ اس کا دورِ سلطنت بہمنی سلطنت کا بڑا دور شمار ہوتا ہے۔ لیکن فرقہ وارانہ کشمکش زہر کی طرح ساری سلطنت کے رگ و پے میں سرایت کرتی رہی اور اس کے تدارک کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ خواجہ محمود گاواں ساری سلطنت کو سنبھالے ہوئے تھا۔ سیف الدین غوری کے بعد محمود گاواں بہمنی سلطنت کا دوسرا بڑا وزیر تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی سے اس کی خط و کتابت تھی۔ محمد شاہ نے سازشیوں کے بہکانے پر محمود گاواں کو $\frac{\text{۸۸۶ھ}}{\text{۱۴۸۱ء}}$ میں قتل کرا دیا اور اسی کے ساتھ بہمنی سلطنت کے در و دیوار بھی گرنے لگے۔

چودھواں بادشاہ : محمود شاہ ‏ $\frac{\text{۸۸۷ھ}}{\text{۱۴۸۲ء}}$ ‏ $\frac{\text{۹۲۴ھ}}{\text{۱۵۱۸ء}}$

محمد شاہ کا بیٹا محمود شاہ تقریباً بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانۂ سلطنت میں صوبے دار طاقت پکڑنے لگے اور سلطنت کی مرکزیت کمزور پڑنے لگی۔ جگہ جگہ بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس بادشاہ کی مدت سلطنت ۳۷ سال ہے لیکن آخری دنوں میں وہ صوبے داروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا۔

		ابتدا	انتہا
پندرھواں بادشاہ:	احمد شاہ ثالث	۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء	۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء
سولہواں بادشاہ:	علاء الدین شاہ سوم	۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء	۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء
سترھواں بادشاہ:	ولی اللہ	۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء	۹۳۱ھ / ۱۵۲۵ء
اٹھارواں بادشاہ:	کلیم اللہ	۹۳۱ھ / ۱۵۲۵ء	۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء

یہ سب کٹھ پتلی بادشاہ تھے۔ صوبے دار کم و بیش خود مختار ہو چکے تھے۔ ان کی مدتِ سلطنت علی الترتیب دو سال ایک ماہ، ایک سال تین ماہ، تین سال اور تین سال ہے۔

اور اس طرح وہ دریا جو علاء الدین حسن بہمن شاہ کے زمانے میں چڑھنا شروع ہوا تھا فرقہ وارانہ کشمکش و نفرت، ملکی و غیر ملکی کے جھگڑوں، بادشاہوں کی عیاشی، کردار کی پستی اور ظلم و جبر کے باعث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خشک ہو گیا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

ضمیمہ نمبر ۲

شخصیات

(جن کا ذکر مثنوی میں آیا ہے)

۱- محمد صلی اللہ علیہ وسلم — شعر نمبر ۳۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کے خاندان کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ سے ملتا ہے۔ آپ ان کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؐ کا تعلق عرب کے معزز قبیلہ قریش کی ایک اہم شاخ بنو ہاشم سے تھا۔ آپؐ کے والدِ ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ والد کی وفات کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ ابھی چھ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور جب آٹھ سال کے ہوئے تو دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے پرورش کی۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے عقد ہوا اور اسی زمانے میں آپ غارِ حرا میں جا کر شب و روز عبادات میں مصروف رہنے لگے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیلؑ نے رسالت و پیغمبری کی بشارت دی۔ رسالت سے پہلے بھی آپ پاکباز، صادق اور امین مشہور تھے۔ چنانچہ صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر جب آپ نے اہلِ قریش کو پکارا اور سب جمع ہو گئے تو اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکرِ جرار جمع ہے اور تم پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہے تو کیا تم مجھ کو صادق سمجھو گے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تجھ کو "الصادق الامین" پایا ہے تو جو کچھ کہے گا حق اور صداقت پر مبنی ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے دعوتِ اسلام دی اور ان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو تکالیف و مصائب سے پُر ہے۔

آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں جن پر کلامِ الٰہی وحی کی صورت میں نازل ہوا۔ قرآن رشد و ہدایت ہے: "محمد راشد و ہادی۔ قرآن نے جو کچھ کہا محمدؐ نے اس کو کر دکھایا۔ آپ کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی۔ آپؐ نے قرآن کے ذریعہ عقیدۂ توحید پر روشنی ڈالی جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ایک ایسی ہستی کا نام ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی اس کا ہمتا و ہمسر۔ توحید کے ساتھ رسالت کے بنیادی عقیدہ کی اصلاح کی اور بتایا کہ تعلیم کے لیے مُعلّم کی شخصیت کا بڑا دخل ہے۔ انسان نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ بشر اور انسان ہے۔ قرآن کی تیسری بنیادی اصلاح یومِ آخرت ہے کہ جب ہر انسان کے اعمال کا حساب ہو گا اور انسان اپنے کردار کی جزا و سزا پائے گا۔ اسی کو یوم القیامہ یا یوم الحساب کہتے ہیں۔ نبوت کے تیرہویں سال میں آپؐ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ اس سے کچھ عرصے پہلے آپؐ معراج پر تشریف لے جا چکے تھے۔ اور معجزۂ شق القمر بھی مکہ معظمہ ہی میں ظہور میں آ چکا تھا۔ ہجرت کے بعد انؐ کا پیغام

اور دینِ اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور اسی کے ساتھ مختلف جنگوں کا آغاز ہوا جن میں سے جنگِ بدر، جنگ اُحد، جنگِ خندق وغیرہ آنحضرتؐ کی زندگی کی اہم جنگیں ہیں۔ ۱۱ھ میں وفات پائی۔[1]

آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے جس کا ہر واقعہ محفوظ ہے۔ ثابت قدمی، استقلال، محبت، حسن اخلاق و حسنِ سلوک، بے نیازی، فقیری، باعمل زندگی، مساوات، حقوقِ انسانیت، عدل و انصاف، صداقت و امانت کے ذریعہ آپؐ نے انسانیت کو ایک ایسا درس دیا جو ہمیشہ زندہ و باقی رہے گا۔

۲۔ ابوبکرؓ — شعر نمبر ۴۵

نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور صدیق عتیق لقب تھا۔ والد کا نام عثمان تھا۔ راست بازی، حق پرستی اور اخلاص کی وجہ سے آپ کو صدیق اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ قبیلۂ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ۵۰ ق ھ میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے تو تجارت کرنے لگے۔ بردباری، تدبّر، امانت، دیانت اور حسنِ اخلاق کے باعث آپ سارے علاقے میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ آنحضرتؐ کے ہم عمر تھے۔ اور بچپن ہی سے دونوں کے تعلقات گہرے تھے۔[2] مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا۔ قریش کے معزز لوگوں میں صرف ابوبکر صدیق ایسے تھے جنھوں نے رسولِ خدا کا ساتھ دیا۔ حج کعبہ کے موقع پر جب لوگ مکہ میں جمع ہوتے تو آپ رسول اللہ کے ساتھ ساتھ ایک ایک خیمے میں جا کر ان کا اور اسلام کا تعارف کراتے۔ اس طرح ہزاروں عرب رسول اللہ کے مذہب سے واقف ہو گئے۔ یہ حضرت ابوبکر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قریش کے کئی معزز لوگ ایمان لے آئے جن میں عثمان غنیؓ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ کے نام نمایاں ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر نے اپنی ساری دولت اسلام کے لئے وقف کر دی۔[3] آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کا زمانۂ خلافت ۱۱ھ تا ۱۳ھ تقریباً سوا دو سال ہے۔ ہجرت کے سفر میں آپ آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ قرآن مجید میں آپ کی رفاقت کا ذکر آیا ہے۔[4] ہر جنگ میں آپ شریک رہے۔ ۹ھ میں آنحضرتؐ نے آپ کو امیرِ حج مقرر کیا تھا۔ بیماری کے زمانے میں امامت کے فرائض بھی آپ ہی نے انجام دیئے تھے۔ اپنے زمانۂ خلافت میں آپ نے فتنوں کو دبایا۔ ملکی انتظام کو بہتر بنایا اور ملک شام فتح کیا۔ عراق اور ایران کی طرف بھی

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۱۲ تا ص ۵۱۹ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء

[2] تاریخ اسلام حصہ اول از شاہ معین الدین ندوی ص ۳۹ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء

[3] حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط مولفہ خورشید احمد فارق ص ۴۶ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۶۰ء

[4] ثَانِیَ اثْنَیْنِ إِذْ هُمَا فِی الْغَارِ إِذْ یَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (قرآن مجید)

شائع کیجیے۔ آپ کا ایک بڑا کارنامہ تدوینِ قرآن ہے۔ آپ کے دور کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کوئی کام ایسا نہیں ہونے پایا جو رسول اللہ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو[۳]۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳۔ عمرؓ شعر نمبر ۴۵

آپ کا نام عمرؓ کنیت ابوحفص اور لقب فاروق تھا، والد کا نام خطاب تھا۔ آپ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ تقریباً ۵۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ شہ سواری، نیزہ بازی اور فنِ سپہ گری میں مہارت رکھتے تھے۔ فنِ خطابت میں بھی کمال رکھتے تھے۔ بڑے عالی دماغ اور شکوہ و دبدبہ کے انسان تھے[۱]۔ ابتدائی زمانے میں آپ اسلام کے شدید دشمن تھے ایک دن آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں کسی نے کہا کہ پہلے بہن بہنوئی کی خبر تو لو جو مسلمان ہو چکے ہیں غصہ سے بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے جو قرآن مجید پڑھ رہی تھیں کہا کہ تم کچھ بھی کرو ہم اسلام نہیں چھوڑیں گے۔ عمرؓ نے کہا اچھا جو کچھ تم پڑھ رہی ہو مجھے بھی سناؤ۔ قرآن مجید کی آیات سُنیں تو ایسا اثر ہوا کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور پھر جا کر خانۂ کعبہ میں نماز ادا کی۔ آنحضرتؐ نے اس جرأت و حوصلہ مندی پر انہیں فاروق کا لقب دیا۔ ہجرت کے بعد حضرت عمرؓ تمام بڑے بڑے معرکوں میں شریک رہے۔ قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی طرح اپنا جان و مال سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے تدبر، حق پرستی، صاف گوئی، انتظامی صلاحیت سے اسلام کو بے حساب فائدہ پہنچا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپ کا زمانہ خلافت کا بہترین زمانہ تھا۔ ان کے زمانۂ خلافت میں فتح عراق، فتح شام، فتح مدائن، فتح ایران اور فتح فلسطین و مصر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت عمر کا زمانۂ خلافت ۱۳ھ سے ۲۳ ہجری تقریباً ساڑھے دس سال ہے۔ ۶۲ سال کی عمر میں ایک ایرانی غلام نے نماز فجر ادا کرتے ہوئے قاتلانہ حملہ کیا۔ کچھ عرصے بعد آپ وفات پا گئے[۲]۔ آپ کے دس سالہ دورِ خلافت میں ایران و روم کی عظیم الشان سلطنتوں کے پرزے اڑ گئے۔ اور ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ ان ساری فتوحات میں ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا[۳]۔ سنِ ہجری کا آغاز بھی حضرت عمرؓ نے کیا۔ عدل و انصاف اور مساوات و اخوت پر مبنی نظام حکومت کی وجہ سے سارا معاشرہ خوشحال ہو گیا اور اسلام تیزی کے ساتھ پھیل کر ہر طبقے کے لئے قابلِ قبول ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان کا دورِ خلافت اسلام کا دورِ زریں کہلاتا ہے۔

---

[۱] تاریخ اسلام حصہ اول ص ۱۳۹ از شاہ معین الدین ندوی۔

[۲] تاریخ اسلام حصہ اول از شاہ معین الدین ص ۱۵۹

[۳] ایضاً ص ۱۳۰

عثمانؓ

شعر ۴۵

۴۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ۲۳ھ میں حضرت عثمان مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا نام عثمان اور والد کا نام عفّان تھا۔ ہجرت نبوی سے ۴۷ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلۂ قریش کی شاخ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے آپ کے ساتھ ہوا۔ اسی لیے آپ "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اپنی دولت اور جود و سخا کی وجہ سے "غنی" کے لقب سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ ہجرت کے بعد آپ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ نے اپنا جان و مال سب کچھ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ غزوہ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے آدھی یا تہائی فوج کے اخراجات خود برداشت کیے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد بھی دیئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں خراسان، جرجان، بلخ، ماوراءالنہر، آذربائیجان، آرمینیا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔ ان فتوحات کے بعد ایک طرف تیونس، مراکش، الجزائر کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ اور دوسری طرف اسلامی حکومت کی حدود اسپین، چین اور ہندوستان سے جا ملیں۔ آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں بحری بیڑا تیار ہوا جس نے شام کے ساحل پر رومیوں کے بیڑے کو شکست دی۔ اسی زمانہ میں رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ کر دیا تھا وہاں بھی رومیوں کو شکست ہوئی۔

حضرت عثمان کے زمانے میں جب یہ اطلاع ملی کہ مختلف علاقوں کے مسلمان قرآنِ مجید کو مختلف قرأت سے پڑھتے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوبکر والا نسخہ منگوا کر اس کی بہت سی نقلیں تیار کرائیں۔ اور مختلف علاقوں میں بھجوا دیں۔ قرآنِ مجید آج تک اسی قرأت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

فیاضی، نرم دلی، جود و سخا، صبر و تحمل، حیا اور مہمان نوازی میں آپ بے مثال تھے۔ آپ کا دورِ خلافت ۲۳ھ سے ۳۵ھ تک رہا اور ۸۲ سال کی عمر میں آپ بھی شہید کر دیئے گئے۔

علیؓ

شعر نمبر ۴۵

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ لقب اسداللہ۔ ابوطالب کے بیٹے اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنی چہیتی بیٹی فاطمہؓ کا عقد بھی آپ کے ساتھ کیا۔ ابتدا سے لے کر وفات تک آپ آنحضرتؐ کے شریک رہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قدرتاً حضرت علیؓ خلافت کے متوقع تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کے کچھ عرصے بعد یہ آزردگی دُور ہوگئی۔ اور آپ دونوں خلفاء کے زمانے میں مجلسِ شوریٰ کے رکن رہے[1]۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۳۵ھ میں آپ خلیفہ ہوئے۔ اس وقت ہر طرف فتنہ و فساد نے سر اٹھا

---

[1] تاریخ اسلام حصہ اول، از شاہ معین الدین ندوی۔ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۳۰۴

رکھا تھا اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا ضروری ہے۔ لیکن حضرت علیؓ کی مجبوری یہ تھی کہ "ایسی جماعت کے ساتھ کیا کروں جس پر میرا کوئی قابو نہیں ہے"[1] مخالفوں نے اس مسئلہ کو سیاسی مسئلہ بنادیا۔ امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود پیراہن اور ان کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں آویزاں کر دیں جس سے لوگوں کے جذبات اور بھڑک اُٹھے۔ جنگِ جمل اور امیر معاویہ سے جنگ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب امیر معاویہ کی فوجیں شکست کھانے لگیں تو انہوں نے اپنے سپاہیوں کو قرآن مجید دے کر آگے بڑھایا اور اعلان کیا کہ بہتر ہے اللہ کے کلام سے فیصلہ کریں۔ دونوں طرف سے حَکَم مقرر ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص۔ دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ ابو موسیٰ نے منبر پر کھڑے ہو کر اس امر کا اعلان کر دیا۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ ابو موسیٰ نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے آدمی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ اس سے اختلاف اور بڑھ گیا۔ اسی زمانے میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کا مخالف تھا انہیں خوارج کہا جاتا ہے۔ نہروان کے مقام پر حضرت علیؓ نے خارجیوں کو شکست دی۔ اسی زمانے میں امیر معاویہ نے مصر اور یمن پر قبضہ کر لیا اور حضرت علیؓ کے زیرِ نگیں دوسرے مقبوضات کی طرف بھی پیش قدمی شروع کر دی۔ غرض کہ مسلسل خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ ۴۰ھ میں دونوں کے درمیان صلح ہو گئی جس کی رو سے شام، مصر اور مغرب کا علاقہ امیر معاویہ کی حاکمیت میں آ گیا اور حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علیؓ کی خلافت میں رہا۔ اسی سال ایک خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم نے نمازِ فجر کے وقت کوفہ کی مسجد میں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے تین دن بعد ۶۳ سال کی عمر میں وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت علیؓ کا سارا دورِ خلافت خانہ جنگیوں میں گزرا لیکن اس کے باوجود سیستان اور کابل میں کچھ فتوحات حاصل ہوئیں اور بحری راستے سے کوکن پر بھی حملہ ہوا۔ حضرت علیؓ بہادری، جانبازی اور علم میں یکتائے روزگار تھے۔ آج بھی "یا علیؓ" کا نعرہ میدانِ جنگ میں ایک نئی روح پھونک دیتا ہے۔

۶۔ حاتم

شعر نمبر ۷۲

حاتم طائی کا نام اپنے جود و سخا کی وجہ سے ایسے ہی ضرب المثل بن گیا ہے جیسے صبرِ ایوبؑ یا خزانۂ قارون۔ حاتم طائی زمانۂ جاہلیت کا ایک شہسوار اور صاحبِ دیوان شاعر تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے نصف ثانی سے لے کر ساتویں

---

[1] طبری جلد ۶ بحوالہ تاریخ اسلام حصہ اول ص ۳۰۵

صدی کے آغاز تک زندہ رہا۔ وہ آنحضرتؐ کی پیدائش سے تقریباً نو سال پہلے مرچکا تھا۔ اس کا مزار بلا وطے کے ایک پہاڑ کے اوپر تھا[1] آنحضرتؐ کے دورِ رسالت میں حاتم طائی کا بیٹا عدی موجود تھا اور آنحضرتؐ کا شدید مخالف تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور عدی شکست کھا کر مع اپنے اہل و عیال ملکِ شام بھاگ گیا۔ اس کی بہن سفانہ گرفتار ہو کر آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوئی۔ سفانہ نے کہا کہ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ آنحضرتؐ نے اُسے چھوڑنے کا حکم دیا اور اس پر بہت کچھ احسان کیا۔ سفانہ نے ملکِ شام جا کر اپنے بھائی سے آنحضرتؐ کی بہت تعریف کی اور دونوں بہن بھائی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حاتم طائی اپنی بہادری، اپنی سخاوت اپنے ایفائے عہد اور رحم کی وجہ سے مشہور ہے۔ ابنِ اعرابی نے لکھا ہے کہ حاتم طائی شاعر تھا اور فیاض تھا۔ جیسے اعلیٰ درجہ کے اشعار تھے ویسی ہی اس کی فیاضی تھی جو کہتا کرتا۔ لڑتا تو غالب رہتا۔ کوئی دستِ سوال پھیلاتا تو اُسے دیتا[2]

۷۔ ابراہیم ادھم — شعر نمبر ۲۱۵

ابراہیم بن ادھم بلخ کے رہنے والے تھے۔ مکّہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ دوسری صدی ہجری کے صوفیائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۶۰ اور ۱۶۲ ہجری کے درمیان وفات پائی۔ روایت ہے کہ ابراہیم بن ادھم بلخ کے شہزادے تھے۔ ایک روز وہ شکار کھیل رہے تھے کہ آواز آئی "اے ابراہیم! تجھے جانوروں کا پیچھا کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا"۔ یہ سن کر ابراہیم کے اندر ایسی تبدیلی آئی کہ اپنا سب کچھ گڈریوں کو دے دیا اور گڈریوں کا لباس پہن کر زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے متعلق بہت سی روایات مشہور ہیں لیکن یہ سب بہت بعد میں ان کی ذات سے منسوب کر دی گئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی شخصیت افسانہ بن گئی ہے۔ ابراہیم بن ادھم زاہد باعمل تھے۔ قناعت کا یہ عالم کہ جو کچھ ملتا اسی پر گذر کرتے۔ محنت مزدوری سے کماتے اور رزق حلال کھاتے۔ ان کا کہنا تھا "فقر ایک خزانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان میں رکھ چھوڑا ہے اور وہ یہ خزانہ ان لوگوں کے سوا جن سے وہ محبت کرتا ہے کسی کو عطا نہیں کرتا۔" "اللہ کو پہچاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت نیکی اور عبادت کی فکر میں رہتا ہے اور اس کا بیشتر کلام حمد و ثنا پر مشتمل ہوتا ہے"[3] ترکِ دنیا اور نفس کشی ان کی فکر کے بنیادی اصول ہیں[4] مولانا فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ:۔

---

[1] اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۷ صفحہ ۷۵۳ دانشگاہ پنجاب لاہور

[2] مضامینِ شرر جلد سوم صفحہ ۱۶۰ گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو۔ ہسپتال روڈ۔ لاہور

[3] دائرۂ معارفِ اسلامیہ جلد اول صفحہ ۳۵۴-۳۵۵ دانشگاہ پنجاب لاہور

[4] تذکرۃ الاولیا صفحہ ۶۹ مطبع محمدی بمبئی ۱۲۸۰ھ

"ابراہیم ادھم متقی وقت بود وصدیق روزگار و در انواع معاملت واصناف حقائق خطی تمام داشت ومقبول ہمہ بود و بسیار مشائخ دیدہ و با امام اعظم ابوحنیفہ صحبت داشتہ بود"

مولانا فریدالدین عطار نے ابراہیم بن ادھم کے بارے میں بہت سی روایات نقل کی ہیں جن سے درویشی، فقیری، قناعت زہد و تقویٰ، عبادات اور ترکِ دُنیا کا اظہار ہوتا ہے۔ معتصم نے ابراہیم ادھم سے پوچھا۔

"کہ چہ پیشہ داری۔ گفت دنیا را بطالبانِ دُنیا گذاشتہ ام و عقبیٰ را بطالبانِ عقبیٰ و در یں جہاں ذکرِ خدا گزیدہ ام"[1]

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

چوں آخر عمر او بود ناپیدا شد چنانکہ معین خاک او پیدا نیست بعضے گویند در بغداد است بعض گویند در شام است و بعضے گویند در جوار لوط پیغمبر است"[2]

ای، جی، براؤن[3] نے تاریخ ادبیات ایران میں عطار کے حوالے ہی سے ابراہیم بن ادھم کی روایات اور اقوال نقل کئے ہیں۔

۸۔ رام — شعر نمبر ۶۶۸

سری رام یا سری رام چندر جی، ہندو دیومالا کے مطابق راجا دشترتھ کے سب سے بڑے بیٹے، سورج بنسی خاندان کے راجا، والی اجودھیا تھے۔ انہیں وشنوجی کا ساتواں اوتار بھی مانا جاتا ہے۔ بعض علماء رام کو مصر، اشوریہ اور فلسطین سے بھی منسوب کرتے ہیں[4]۔ رگ وید میں ان کا ذکر آیا ہے۔ رامائن میں رام چندر جی کی مفصل داستانِ حیات درج ہے۔

راجا دشترتھ لاولد تھے۔ اولاد کے لئے انہوں نے اشومیدھ یگیہ[5] کیا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے بعد اُن کی

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۹۰ مطبع محمدی بمبئی ۱۲۸۰ھ

[2] ایضاً صفحہ ۸۶

[3] لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد اول صفحہ ۴۲۵ مطبوعہ کیمبرج ۱۹۶۴ء

[4] AN ENCYCLOPEDIC SURVEY OF HINDUSTAN: HINDU WORLD BY BENJAMIN WALKER: GEORGE ALLEN & UNWIN LTD VOL II P. 278

[5] وہ عبادت جس میں گھوڑے کی قربانی کی جاتی تھی۔

تین بیویوں کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ کوشلیا کے بطن سے سری رام کیکئی کے بطن سے بھرت جی اور سُمترا کے بطن سے لکشمن جی اور ستر گھنا پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے سری رام میں عظمت کے آثار نمایاں تھے۔ سولہ سال کی عمر میں رشی وشوامتر کو راکششوں سے نجات دلائی۔ وشوامتر راجا جنک کے دربار میں بُلائے گئے۔ راجا کے ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام سیتا تھا۔ راجا جنک نے عہد کیا تھا کہ جو شخص شیو جی کی کمان کو موڑ دے گا اپنی بیٹی سیتا کی شادی اُس سے کر دے گا۔ سری رام نے سوئمبر کے دن کمان کو توڑ دیا اور اس طرح ان کی شادی سیتا سے ہو گئی۔

واپسی پر راجا دشرتھ سری رام چندر جی کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے لیکن رانی کیکئی کے اصرار پر وہ بھرت جی کو تخت نشین کرنے پر راضی ہو گئے اور یہ وعدہ بھی کیا کہ رام چندر جی کو چودہ برس کے لئے بن باس دے دیں گے۔ سری رام سیتا جی اور لکشمن جی کے ساتھ بن باس پر چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد راجا دشرتھ وفات پا گئے۔ بھرت جی نے چاہا کہ سری رام چندر جی کو تخت پر بٹھا دیں لیکن سری رام اس پر راضی نہیں ہوئے اور آخر میں طے پایا کہ بن باس کی مدت پوری ہونے تک بھرت جی قائم مقام راجا کی حیثیت سے حکومت کریں گے اور رام چندر جی کھڑاؤں تخت پر رکھیں گے۔

دس برس تک جنگلوں میں گھومتے گھومتے یہ چھوٹا سا قافلہ اگستی مُنی کے مقام پر پہنچا۔ اس علاقے کو راکششوں نے تاراج کر رکھا تھا۔ وہاں راون کی بہن شورپ نکھا رام چندر جی پر عاشق ہو گئی لیکن ساری کوشش کے باوجود وہ اُنہیں رام نہ کر سکی۔ ایک دن غصے میں آ کر اُس نے سیتا پر حملہ کر دیا۔ طیش میں آ کر لکشمن جی نے اس کے کان ناک کاٹ لئے۔ کچھ عرصے بعد شورپ نکھا راون کے پاس گئی۔ اور اپنی بے عزتی اور سیتا کے حسن کا ذکر کیا۔ راون راکششوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور دھوکے سے سیتا جی کو اُٹھا کر لنکا لے گیا۔ سری رام اور لکشمن جی سیتا جی کو تلاش کرتے رہے مگر بے سود۔ اس موقع پر ان کی ملاقات ہنومان جی سے ہوئی۔ انہوں نے سری رام چندر جی کی دل و جان سے مدد کی۔ سیتا جی کو تلاش کرتے کرتے سمندر پار لنکا پہنچے۔ اور سیتا جی کا پتا لگایا۔ اس کے بعد رام چندر جی نے بندروں کی فوج سے راون پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں راون کے سب بیٹے مارے گئے۔ راون بھی قتل ہوا اور سیتا جی آزاد ہوئیں۔ لیکن سیتا جی چونکہ راون کے ساتھ رہ چکی تھیں اس لئے رام چندر جی نے انہیں اپنی رانی بنانے سے انکار کر دیا۔ سیتا جی نے خود کو آگ میں ڈال کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا لیکن اس پر بھی رعایا نے سیتا جی کو گھر لانے پر اظہار ناراضی کیا۔ رام چندر جی نے سیتا جی کو اپنی بقیہ عمر والمیکی کے آشرم میں گزارنے کے لئے کہا۔

سیتا جی اس وقت حاملہ تھیں۔ آشرم میں اُن کے توام لڑکے پیدا ہوئے اور چند سال بعد جب یہ لڑکے اجودھیا آئے تو رام چندر جی نے انہیں پہچان لیا اور سیتا جی کو بلانے کے لئے کہا۔ سیتا جی نے اپنی بے گناہی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ اے زمین! تو میری بے گناہی کی تصدیق کرنے کے لیے پھٹ جا۔ زمین پھٹ گئی اور سیتا جی اس میں سما گئیں۔ سیتا جی کے زمین میں سما جانے پر سری رام چندر جی نے دیوتاؤں سے کہا کہ وہ اب زندہ رہنا نہیں چاہتے اور پھر دریائے سرجو پر جا کر وشنو جی میں داخل ہو گئے۔ رام چندر جی اپنی بہادری، استقامت، نیک دلی، ایثار اور پاکبازی کے مثالی نمائندہ ہیں۔

لکھمن یا لکشمن   شعر نمبر ۶۶۸

سری رام چندر جی کے سوتیلے بھائی' راجہ دشرتھ کے بیٹے ۔ لکشمن' رانی سُمترا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ لکشمن جی کو بھی وشنو جی کا اوتار مانا گیا ہے۔ لیکن' ادھیاتم رامائن' میں، انہیں شیش ناگ کا اوتار مانا گیا ہے۔ رام چندر جی اور لکشمن جی کی محبت مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر آڑے وقت میں وہ اُن کے ساتھ رہے اور کام آئے۔ بن باس میں وہ اُن کے ساتھ تھے۔ راون کی بہن شورپ نکھا نے جب سیتا جی پر حملہ کیا تو غصے میں آکر لکشمن جی نے اُس کے ناک کان کاٹ لئے تھے۔ جب کال اور سری رام چندر جی کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی تو لکشمن جی دربانی کر رہے تھے۔ راکششوں سے جنگ ہوئی تو وہ ساتھ تھے راون سے جنگ ہوئی تو لکشمن جی نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شادی سیتا جی کی چچازاد بہن اُرمیلا سے ہوئی تھی۔ غرض کہ لکشمن جی محبت، خلوص، رفاقت اور ایثار کے پیکر تھے۔

ہنونت یا ہنومان جی   شعر نمبر ۶۶۸

ہندو دیو مالا میں انہیں بھی دیوتا مانا جاتا ہے اور ہنونت یا ہنومان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رانی رنجنی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ راون کے خلاف جنگ میں انہوں نے سری رام چندر جی کی مدد کی اور اُن کی مدد ہی سے رام چندر جی نے فتح حاصل کی۔ ہنومان جی میں ایسی طاقت موجود تھی جو صرف دیوتاؤں میں تصور کی جاسکتی ہے مثلاً ہندوستان سے لنکا تک پھیلے ہوئے سمندر کو انہوں نے ایک چھلانگ میں پار کر لیا۔ بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ کوہ ہمالہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ آسمان سے بادلوں کو پکڑ لائے۔

پہاڑ کی طرح قد، اونچا ڈیل ڈول، گرم سونے کی طرح چمکتا ہوا سرخ زرد رنگ، لعل کی طرح سُرخ چہرہ، بے حد لمبی دُم۔ ہنومان جی نے سری رام چندر جی کے بڑے بڑے کام کئے۔ رام چندر جی کا خط سیتا جی تک پہنچایا۔ راون کے باغ کو تباہ کیا اور جب راون نے اُن کی دُم میں روئی باندھ کر انہیں جلانا چاہا تو انہوں نے اپنی دُم سے ساری لنکا کو جلا دیا۔ اسی لئے انہیں "لنکا داہی" بھی کہا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران جب اُن کی فوج کے بہت سے بندر زخمی ہو گئے تو وہ ہمالیہ پہاڑ سے جڑی بوٹیاں لائے جن سے وہ سب شفایاب ہو گئے۔ لکشمن جی کو جڑی بوٹی سونگھا کر ہوش میں لائے۔ ہنومان جی سحر اور جادو میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اسی لئے انہیں "یوگ چر" بھی کہا جاتا ہے۔ ہنومان جی ودیا کرن (صرف ونحو) کے ماہر اور بڑے عالم تھے۔ اس علم میں اُن کو نواں درجہ دیا گیا ہے۔ رامائن میں اُن کے علم کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ سری رام چندر جی جب اجودھیا واپس آئے تو ہنومان جی اُن کے ساتھ تھے۔ خدمات کے صلے میں ہنومان کو ہمیشہ رہنے والی جوانی اور غیر فانی زندگانی عطا کی گئی۔ رام چندر جی کی داستانِ حیات میں ہنومان جی مرکزی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بے لوث

محبت اور خدمت کے مثالی نمائندے ہیں۔

۱۱ - راون — شعر نمبر ۶۷۰

راون ـــــ راکششوں کا راجا، والی لنکا، وشرو کا بیٹا، نیکشا کے بطن سے پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ راون رشی پلستیہ کا پوتا تھا اور پلستیہ سب راکششوں کا جدِ امجد ہے۔ راون باپ کی طرف سے برہمن تھا وہ بڑا عالم اور مذہبی رسومات کا بڑا ماہر تھا۔ "یجر وید" کے متن کی ازسرِ نو ترتیب بھی راون سے منسوب کی جاتی ہے۔ ریاض و عبادت کے ذریعے اُس نے غیر معمولی طاقت حاصل کرلی تھی یہاں تک کہ دیو، دیوتا یا انسان کوئی بھی اُسے ہلاک نہیں کرسکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سارے دیوتاؤں کو زنجیروں میں باندھ کر سری لنکا لے آیا اور مختلف خدمات پر مامور کیا۔ دیوی اندرا اُس کے لئے ہار گوندھتی تھی "اگنی" اس کے لئے کھانا پکاتی تھی۔ اسی طرح برہما، وشنو، شیو، وایو، یایا، ورُونا اور کوریا نائی، دھوبی، بھنگی اور بہشتی وغیرہ کے فرائض انجام دیتے تھے۔

راون میں غیر معمولی قوتیں تھیں۔ وہ مختلف روپ دھار سکتا تھا۔ اُس کے دس سر اور بیس ہاتھ تھے جسم پر زخموں کے لاتعداد نشان تھے۔ ہندو دیومالا میں آیا ہے کہ وشنو جی نے راون کو تباہ کرنے کے لئے سری رام چندر جی کے روپ میں جنم لیا۔ راون کی جو تصویر ہندو دیومالا میں ملتی ہے وہ بہت ڈراؤنی ہے ـــــ دس سر، بیس ہاتھ، آنکھیں تانبے کی طرح سُرخ، دانت چاند کی طرح روشن، رنگ گہرے بادل کی طرح سیاہ۔ طاقت اتنی کہ سمندروں کو حرکت میں لاسکتا تھا۔ پہاڑوں کو اٹھا سکتا تھا۔ اگر ایک سر گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا سر نکل آیا۔ وہ ظلم و جبر، دھوکے، عیاری اور دغابازی کا نمائندہ ہے۔

۱۲ - ارجُن — شعر نمبر ۶۷۱

راجا پانڈو کا لڑکا، ارجن ـــــ رانی کُنتی کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ پانڈو خاندان کا تیسرا راجکمار تھا۔ پانچوں بھائی ـــ یدھسٹر، بھیم، ارجن، نکل، سہدیو، دیوتاؤں کے اَنس سے پیدا ہوئے۔ اسی لئے اندر کو ارجن کا باپ کہا جاتا ہے۔ راجا پانڈو کے دو بیویاں تھیں ـــــ کُنتی اور مدری۔ دیومالا میں آیا ہے کہ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے راجا پانڈو نے ایک نوجوان ہرن پر تیر مارا جو اس وقت ایک ہرنی کے ساتھ میل کھا رہا تھا۔ مرتے وقت ہرن نے بتایا کہ وہ دراصل ایک رشی تھا اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جانور "محبت" کی لذتوں سے کیسے لطف اندوز ہوتے ہیں اُس نے ہرن کا روپ دھار لیا تھا۔ ساتھ ساتھ اُس نے پانڈو کو یہ بددعا دی کہ وہ بھی اسی حالت میں مرے گا۔ بددعا کے خوف سے پانڈو اپنی بیویوں سے دُور رہنے لگا اور اُس کے کہنے پر اس کی دونوں بیویاں دیوتاؤں سے ملنے لگیں۔ نتیجے میں کُنتی کے بطن سے یدھشٹر، بھیم اور ارجن پیدا ہوئے اور مدری کے بطن سے نکل اور سہدیو۔

ارجن کو "مہابھارت" کا ہیرو کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک بہادر سپاہی، حوصلہ مند اور فیاض انسان تھا، ساتھ ساتھ خوبصورت قدآور اور ہردلعزیز بھی تھا۔ کمانداری اور تیر اندازی میں کامل۔ تیروں کی بارش برسانا اُس کا کمال تھا۔ اس میں ایسی قوت موجود تھی کہ وہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو سکتا تھا۔ ارجن نے فنِ سپاہ گری درُون سے حاصل کیا تھا۔ کمانداری کے کمال ہی کی وجہ سے سوئمبر کے دن وہ دروپدی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوارکا میں ارجن کی ملاقات سری کرشن جی سے ہوئی تھی اور وہیں اُن کی بہن سے اُس کی شادی ہوئی تھی۔ اگنی دیوتا نے ارجن کو گانڈیو دھنش دیا۔ جب راجا یدھشٹر جوئے میں اپنی سلطنت ہار گئے اور پانچوں بھائی تیرہ برس کے لئے جلاوطن ہو گئے تو ارجن تیرتھ یاترا کے لئے ہمالہ کی طرف چلے گئے اور وہیں وشنو جی سے اُن کا طاقتور ہتھیار "پشوپتھ" حاصل کیا۔ وہیں رہ کر دوسرے دیوتاؤں مثلاً کوویر، ورُون وغیرہ سے بھی اُن کے خاص ہتھیار حاصل کئے۔ یہیں سے اندر دیوتا ارجن کو رتھ میں بٹھا کر اپنے دارالسلطنت امراوتی لے گئے۔ اور ارجن کو فنِ سپاہ گری سکھایا۔ مہابھارت میں ارجن کے رتھ کی رتھ بانی کرشن جی نے کی اور کوروؤں کو شکست دینے میں ارجن نے مرکزی کردار ادا کیا۔ مہابھارت کے بعد جب قربانی کا گھوڑا چھوڑا گیا تو ارجن اس گھوڑے کے ساتھ تھے۔ اس دوران میں انہوں نے بہت سے راجاؤں سے جنگ کی۔ اسی سفر میں ارجن نے ایک کنیز کو، جسے ایک رشی نے پتھر کا بنا دیا تھا، دوبارہ انسانی روپ عطا کیا۔ وہ ایک ایسے ملک سے بھی گزرا جہاں صرف عورتیں ہی میدانِ جنگ میں حصہ لیتی تھیں۔ وہ ایک ایسے دیس سے بھی گزرا جہاں جانور اور انسان پھلوں کی طرح درختوں میں اُگتے تھے۔ ارجن نے سندھ کے راجا سے بھی جنگ کی جس کی سلطنت دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع تھی۔ اسی سفر میں اُس کے اپنے بیٹے نے اُسے قتل کر دیا لیکن اس کی ایک بیوی نے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ گجرات سے واپسی پر جب وہ کرشن جی کی وفات کے بعد اُن کے حرم کی سولہ ہزار عورتوں کو لے کر ہستناپور آ رہا تھا تو راستے میں بھیر قوم نے حملہ کیا اور ارجن کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ آخری سفر پر اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمالیہ کی طرف چلا گیا۔ ارجن بہادری اور مردانہ صفات کا نمائندہ ہے۔

۱۳۔ بھیم — شعر نمبر ۱۶۲

راجا پانڈو کا دوسرا بیٹا، یدھشٹر اور ارجن کا بھائی، کُنتی کے بطن سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارجن کے بیان میں لکھا جا چکا ہے راجا پانڈو ایک رشی کی بددعا کی وجہ سے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے ڈرتا تھا اسی لئے یہ پانچوں بھائی دیوتاؤں کے انفس سے پیدا ہوئے۔ بھیم کو "وایو دیوتا" کا انس کہا جاتا ہے۔ بھیم نہایت قدآور، خوبصورت، طاقتور اور بہادر تھا لیکن ساتھ ساتھ تند مزاج اور بے رحم بھی تھا۔ گرز، انگنی اور کشتی میں بے مثال تھا۔ طاقت کا یہ عالم کہ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا تھا۔ ہاتھ کے پنجے کے زور سے ہاتھی کا منہ پھیر دیتا تھا۔ ہوا کا بیٹا ہونے کے تعلق سے بھیم کو "ہنومان" کا بھائی بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں یہ طاقت تھی کہ وہ تیزی کے ساتھ ہوا میں اڑ سکتا تھا۔ اس کی زبردست طاقت سے جل کر

ایک دن دریودھن نے اُسے زہر دے کر گنگا میں ڈال دیا جہاں سے وہ ناگ دیس پہنچا اور دوبارہ زندگی اور طاقت حاصل کر کے ہستنا پور واپس آیا۔ مہابھارت میں اُس نے بڑے بڑے معرکے انجام دیے۔ پہلے روز وہ بھیشم سے لڑا۔ دوسرے روز مگدھ کے راجا اور اس کے دونوں بیٹوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ میدان جنگ میں دروُن سے مقابلہ کیا۔ جنگ کے سترھویں روز دوھساسن کو ہلاک کر کے اس کا خون پیا کیونکہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ دروپدی کی بے عزتی کا بدلہ لے گا۔ جنگ میں ہر قسم کے غلط ہتھکنڈے استعمال کرنے کی وجہ سے اسے "جیم یودھن" بھی کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ نکُل — شعر نمبر ۶۹۱

نکُل راجا پانڈو کا چوتھا بیٹا جو مدری کے بطن سے سہدیو کے ساتھ پیدا ہوا۔ یہ بھی نیزہ بازی، تیغ زنی اور فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھا۔ گھوڑوں کے علاج اور ان کی تربیت میں مہارتِ کامل رکھتا تھا۔ فن سپہ گری اور گھوڑوں کے علاج کا فن اُس نے درون سے حاصل کیا تھا۔

۱۵۔ سہدیو — شعر نمبر ۶۹۱

راجا پانڈو کا پانچواں اور سب سے چھوٹا بیٹا جو مدری کے بطن سے نکُل کے ساتھ پیدا ہوا۔ یہ بھی نیزہ بازی، تیغ زنی اور فن سپہ گری میں یکتا تھا۔ اُس نے درون سے علم ہیئت و نجوم سیکھا تھا۔ مہابھارت میں یہ بھی شریک تھا۔

۱۶۔ نوحؑ — شعر نمبر ۶۹۶

حضرت آدمؑ کے بعد یہ پہلے نبی ہیں جن پر وحی نازل ہوئی اور رسالت سے نوازا گیا۔[۱] اسے نوحؑ تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنایا گیا۔[۲] "تورات" کے مطابق خلقِ آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کے درمیان ۱۰۵۶ سال کی مدت ہے اور وفاتِ آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کے درمیان ۱۰۲۶ سال کی مدت ہے۔[۳] "قرآن مجید" میں حضرت نوحؑ کے واقعہ کا اجمالی و تفصیلی ذکر ۴۳ جگہ آیا ہے۔[۴] حضرت نوحؑ کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید سے ناآشنا ہو چکی تھی۔ اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دی لیکن قوم نے نفرت و حقارت کے ساتھ انکار کیا۔[۵] قوم کے سرداروں نے کہا "ہم تو تم میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری طرح کے ایک آدمی ہو اور جو لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں ان میں

۱۔ بحوالہ قصص القرآن جلد اول مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۵ء ص ۶۳

۲۔ ایضاً ص ۶۴ ۳۔ ایضاً ص ۶۵ ۴۔ ایضاً ص ۶۶

بھی ان لوگوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا جو ہم میں ذلیل و حقیر ہیں اور بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہو لئے ہیں۔ ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔[۱] حضرت نوحؑ نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اُن کی قوم راہِ راست پر آجائے لیکن وہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ حضرت نوحؑ نے انہیں دردناک عذابِ الٰہی سے ڈرایا لیکن وہ پھر بھی اسی طرح گمراہ رہے اور قوم کے سرداروں نے کہا کہ اگر عذابِ الٰہی آنے والا ہے تو اُسے جلد لے آ۔ حضرت نوحؑ نے دعا فرمائی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور حضرت نوحؑ کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اور اُن کے پیروکار عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں۔ جب کشتیِ نوحؑ بن کر تیار ہوگئی تو نوحؑ نے دیکھا کہ زمین کی تہ سے پانی کا چشمہ اُبلنا شروع ہوگیا ہے۔ وحی نازل ہوئی کہ کشتی میں اپنے خاندان کو بٹھاؤ اور تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں بٹھاؤ اور اللہ پر ایمان لانے والوں کو بھی اسی کشتی میں سوار کرو۔ جب حکمِ ربی کی تعمیل ہوگئی تو آسمان سے پانی برسنے لگا اور زمین سے چشمے پھوٹنے لگے یہاں تک کہ تمام قوم غرق ہوگئی اور سفینۂ نوحؑ اسی طرح محفوظ پانی میں تیرتا رہا۔ اور کوہ جودی پر جاکر ٹھہرا۔ پھر رفتہ رفتہ پانی کم ہونا شروع ہوا اور اہلِ سفینہ نے زمین پر دوبارہ قدم رکھا۔ اسی لئے حضرت نوحؑ کو "ابوالبشر ثانی" یا "آدمِ ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔[۲] واضح رہے کہ طوفانِ نوح صرف ایک مخصوص علاقے تک محدود تھا جس میں خصوصیت کے ساتھ قومِ نوح آباد تھی۔ اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ طوفان عام تھا اور اس نے سارے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہ واقعہ آج سے تقریباً سات ہزار سال پہلے ظہور میں آیا تھا۔

۱۷۔ ایوبؑ

شعر نمبر ۹۹

حضرت ایوبؑ ایک نبی ہو گزرے ہیں۔[۳] "توراۃ" میں آپ کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورہ نساء، سورہ انعام، سورہ صٓ اور سورہ انبیاء۔ نساء اور انعام میں تو صرف انبیاء کی فہرست میں آپ کا نام مذکور ہے لیکن سورہ انبیاء اور صٓ میں اجمال کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ "عوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔"[۴] شیطان نے ایک دن خدا سے کہا کہ وہ تجھ سے اس لئے ڈرتا ہے کہ تو نے اُسے سب کچھ دیا ہے۔ خدا نے شیطان کو اجازت دی کہ وہ آزما کر دیکھ لے۔ اس آزمائش میں حضرت ایوبؑ کا سارا مال و متاع جاتا رہا۔ پھر سارا خاندان تباہ ہوگیا۔ لیکن حضرت ایوبؑ حرفِ شکایت

۱۔ قرآن مجید سورۂ ھود (۲۷)

۲۔ قصص القرآن جلد اول ص۹۲   ۳۔ ایضاً ص۸۳

۴۔ کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی۔ لاہور، ۱۹۹۲، ص۴۹۳

زبان پر نہیں لائے اور کہا "ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا۔ خداوند نے دیا اور خداوند نے لیا"[۱] پھر شیطان نے خدا سے کہا کہ "انسان اپنا سارا مال اپنی جان کے لئے دے ڈالے گا"[۲] اب اس نے "ایوبؑ کو تلوے سے چاند تک دردناک پھوڑوں سے دکھ دیا اور وہ کھجانے کے لئے ایک ٹھیکرا لے کر راہ پر بیٹھ گیا"[۳] حضرت ایوبؑ یہ دکھ بھی بھوگتے رہے اور کہتے رہے کہ "کیا ہم خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں اور دکھ نہ پائیں"[۴] اور پھر ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ ان کو گھورے پر پھینک دیا گیا لیکن وہ اس آزمائش پر بھی پورے اترے پھر خدا نے آپ کی دعا قبول کی۔ وہ شفایاب ہوئے اور خدا نے "جتنا اس کے پاس پہلے تھا اس کا دوچند دیا"[۵] قرآن مجید میں آیا ہے کہ "بے شک ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا"[۶] صبر ایوبؑ کی ترکیب ادب میں بطور ضرب المثل کے مروج ہے اور آج تک حضرت ایوبؑ صبر کے مثالی نمائندے ہیں۔

حضرت ایوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ حضرت ایوبؑ کی ماں حضرت لوطؑ کی بیٹی تھیں۔ المسعودی نے لکھا ہے کہ ۳۳۲ھ میں دمشق کے نزدیک آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام تھا۔[۷] سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن[۸] میں ان کا زمانہ ایک ہزار قبل مسیح اور سات سو سال قبل مسیح کے درمیان لکھا ہے۔ مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی نے لکھا ہے کہ ایوبؑ کا زمانہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت اسحٰق و یعقوب کے زمانے کے درمیان ہے اور یہ تقریباً ۱۵۰۰ ق م اور ۱۳۰۰ ق م کے حدود میں تلاش کرنا چاہیئے۔[۹]

۱۸- قارون

شعر نمبر ۹۹

قارون کا نام بخل اور کنجوسی کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا ہے۔ قارون بنی اسرائیل کا ایک بہت دولت مند شخص تھا۔ اس کے خزانوں کی کنجیوں کا وزن اتنا زیادہ تھا کہ انہیں بہت سے مزدور مل کر اٹھاتے تھے۔ دولت کی وجہ سے وہ بہت مغرور ہو گیا تھا اور ہر شخص کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ مفسرین اسے حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد بھائی بتاتے ہیں۔[۱۰] بعض مورخین لکھتے ہیں کہ وہ قیام مصر کے زمانے میں فرعون کے دربار سے وابستہ تھا اور یہ کثیر دولت اس نے وہیں جمع کی تھی۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ نے اسے نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے شمار دولت میں سے

۱؎ ۲؎ کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۷۰ء ص ۴۹۴ - ۳؎ ۴؎ ایضاً ص ۴۹۵ - ۵؎ ایضاً ص ۵۲۸ -

۶؎ قرآن مجید سورہ ص ۷؎ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد سوم ص ۵۰۲ دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۹ء

۸؎ ارض القرآن جلد دوم ص ۲۳ دار المصنفین اعظم گڑھ ۹؎ قصص القرآن جلد دوم ص ۱۸۱ دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۰ء

۱۰؎ قصص القرآن حصہ اول ص ۵۲۸

غربا اور مساکین کی مدد کر۔ قارون نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! میری یہ دولت تیرے خدا کی دی ہوئی نہیں ہے۔ جب قارون کا غرور اور اس کا لالچ بہت بڑھ گیا تو قدرت نے اس کے سارے خزانوں کو اور ان محلات کو جن میں یہ خزانے محفوظ تھے زمین میں دھنسا دیا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ آیا ہے کہ "ہم نے قارون اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس اس کے لئے کوئی جماعت مددگار ثابت نہیں ہوئی جو خدا کے عذاب سے اس کو بچاتی اور وہ بے یار و مددگار ہی رہ گیا۔"[1]

توریت میں اس واقعہ کا بیان تفصیل سے آیا ہے۔ "حضرت موسیٰ نے ابھی یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین ان کے پاؤں تلے پھٹ گئی اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور ان کو اور ان کے گھر بار کو اور قورح (قارون) کے ہاں کے سب آدمیوں کو اور ان کے سارے مال و اسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور ان کا سارا گھر بار جیتے جی پاتال میں سما گئے۔ اور زمین ان کے اوپر برابر ہو گئی اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے۔"[2]

---

[1] سورۂ قصص (ع ۹) [2] کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی ۱۹۷۰ء ص ۱۴۲

فہرست مآخذ

قدیم اُردو	مولوی عبدالحق	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۶۱ء
معراج العاشقین	مرتبہ مولوی عبدالحق	حیدرآباد دکن، تاج پریس	۱۳۴۳ھ
اُردوئے قدیم	سید شمس اللہ قادری	لکھنؤ، نولکشور پریس	۱۹۳۰ء
دکن میں اُردو	نصیرالدین ہاشمی	کراچی، اردو اکیڈمی سندھ	۱۹۶۰ء
سیر محمدی	شاہ محمد علی سامانی	الہ آباد، یونانی دواخانہ پریس سبزی منڈی	۱۳۴۷ھ
معراج العاشقین کا مصنف	ڈاکٹر حفیظ قتیل	حیدرآباد، نیشنل پرنٹنگ پریس چارکمان	۱۹۶۴ء
دیباچہ غرۃ الکمال	امیر خسرو	دہلی، مطبوعہ قیصریہ	
مقالات حافظ محمود شیرانی حصہ اول	مرتبہ مظہر محمود شیرانی	لاہور، مجلس ترقی ادب	۱۹۶۶ء
حصہ دوم	"	" " "	۱۹۶۶ء
پنجاب میں اُردو	محمود شیرانی	لاہور، مکتبہ معین الادب	
علمی نقوش	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان	کراچی، اعلیٰ کتب خانہ، ناظم آباد	۱۹۵۷ء
کیفیہ	برج موہن دتاتریہ کیفی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۵۰ء
قدیم اُردو حصہ اول	مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خان	حیدرآباد دکن، شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی	۱۹۶۵ء
قدیم اُردو حصہ دوم	" "	" " "	۱۹۶۷ء
قدیم اُردو حصہ سوم	" "	" " "	۱۹۶۹ء
دکنی ادب کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر محی الدین زور	کراچی، اردو اکیڈمی سندھ	۱۹۶۰ء
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	علی گڑھ، انجمن ترقی اُردو	۱۹۵۵ء
مضامین شرر حصہ سوم	عبدالحلیم شرر	لاہور، گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو	۱۹۶۵ء

شاخِ زریں حصہ اول	سرجمیس فریزر	لاہور، مجلس ترقی ادب	۱۹۶۵ء
شاخِ زریں حصہ دوم	[ترجمہ سید ذاکر اعجاز		۱۹۶۵ء
دیوانِ حسن شوقی	مرتبہ جمیل جالبی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۷۱ء
دیوانِ نصرتی	مرتبہ جمیل جالبی	لاہور، سہ ماہی "صحیفہ" شمارہ ۵۹ اور مکتبہ قوسین، تھورنٹن روڈ	۱۹۷۲ء
دکنی و گجراتی ادب	جمیل جالبی	لاہور (تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند) اردو ادب جلد اول	۱۹۷۱ء

تاریخ بہمنی سلطنت	عبدالمجید صدیقی	حیدر آباد دکن، ادارہ ادبیات اردو	۱۹۵۲ء
محبوب الوطن [تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول	عبدالجبار خاں ملکاپوری	حیدر آباد دکن، فخر نظامی پریس	
برہان مآثر (فارسی)	سید علی طباطبا	حیدر آباد دکن، مجلس مخطوطات فارسیہ	۱۹۳۶ء
مرآۃ احمدی (فارسی)	مرزا محمد حسن علی محمد خان بہادر، مرتبہ سید نواب علی	کلکتہ، بیپٹسٹ پریس	۱۹۳۰ء
تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ) جلد اول۔	مترجم امیر علی	لکھنؤ، نولکشور پریس	۱۹۳۳ء
لباب الالباب جلد دوم	عوفی	کیمبرج یونیورسٹی پریس	۱۹۰۲ء
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطار	بمبئی، مطبع محمدی	۱۲۸۰ھ

قرآن مجید		کراچی، تاج کمپنی		۱۹۶۵ء
قصص القرآن جلد اول	حفظ الرحمٰن سیوہاروی	دہلی، ندوۃ المصنفین اردو بازار	طبع چہارم	۱۹۶۵ء
قصص القرآن جلد دوم		کراچی، دارالاشاعت، بندر روڈ		۱۹۷۲ء

کتاب	مصنف	مقام و ناشر	سنہ
قصص القرآن جلد چہارم	حفظ الرحمٰن سیوہاروی	دہلی، ندوۃ المصنفین اردو بازار	طبع ہشتم ۱۹۷۰ء
سیرۃ النبیؐ حصہ سوم	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ، مطبع معارف	طبع سوم ۱۹۴۷ء
تاریخ اسلام حصہ اول	شاہ معین الدین ندوی	〃 〃 〃	۱۹۵۲ء
حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فارق	دہلی، ندوۃ المصنفین	۱۹۶۰ء
کتاب مقدس		لاہور، پاکستان بائبل سوسائٹی	۱۹۶۷ء
ارض القرآن جلد دوم	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ، مطبع معارف	
ہندو کلاسیکل ڈکشنری	سردار دیوی سہائے	لاہور، مطبع خادم التعلیم پنجاب	۱۸۹۴ء
سمپورن مہابھارت (اردو)	پنڈت جے گوپال	دلّی، دیہاتی پستک بھنڈار	۱۹۶۸ء
تلسی رامائن (اردو)		〃 〃 〃	

کتاب	مصنف	مقام و ناشر	سنہ
اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد اول	زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب	لاہور، رجسٹرار دانش گاہ پنجاب	۱۹۶۴ء
〃 〃 جلد دوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۶۶ء
〃 〃 جلد سوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۶۸ء
〃 〃 جلد ہفتم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۷۱ء

کتاب	مصنف	مقام و ناشر	سنہ
دکنی زبان کا آغاز و ارتقا	ڈاکٹر سری رام، ترجمہ غلام رسول	حیدرآباد، آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی	
جامع القواعد	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	لاہور، مرکزی اردو بورڈ	۱۹۷۱ء
نور اللغات۔ جلد اول	نور الحسن نیر	لکھنؤ، نیر پریس	۱۹۲۴ء
〃 جلد دوم	〃 〃	〃 〃	
〃 جلد سوم	〃 〃	〃 〃	تا
〃 جلد چہارم	〃 〃	〃 〃	۱۹۳۱ء
قدیم اردو لغت	ڈاکٹر جمیل جالبی	مرکزی اردو بورڈ لاہور	۱۹۷۳ء

مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول	مرتبہ افسر صدیقی امروہوی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۶۵ء
″ ″ جلد دوم	″ ″	″ ″ ″	۱۹۶۷ء
اردو مخطوطات آصفیہ جلد اول	مرتبہ نصیر الدین ہاشمی	حیدرآباد دکن، خواتین دکنی انسٹی ٹیوٹ	۱۹۶۱ء
″ ″ جلد دوم	″ ″	″ ″ ″	۱۹۶۱ء
تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو جلد اول	ڈاکٹر محی الدین زور	حیدرآباد دکن، ادارہ ادبیات اردو	۱۹۴۳ء
″ ″ ″ جلد دوم	″ ″	″ ″ ″	۱۹۵۱ء
″ ″ ″ جلد سوم	″ ″	″ ″ ″	۱۹۵۷ء
″ ″ ″ جلد چہارم	″ ″	″ ″ ″	۱۹۵۸ء

خزائن رحمت اللہ فاروقی (قلمی)	شاہ باجن	مخزونہ کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان
خوف نامہ (قلمی)	نظامی	″ ″ ″

مجلہ مکتبہ جلد ۲ شمارہ ۱	مدیر عبدالقادر سروری	حیدرآباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ	اپریل ۱۹۲۸ء
سہ ماہی اردو ادب (مضمون سخاوت مرزا)	مرتبہ آل احمد سرور	علی گڑھ، شمارہ ۲	۱۹۶۶ء
اردوئے معلی (لسانیات نمبر) شمارہ ۴، ۵	مرتبہ خواجہ احمد فاروقی	دہلی، دہلی یونیورسٹی	
اردوئے معلی (قدیم اردو نمبر) شمارہ ۹	″ ″	دہلی، دہلی یونیورسٹی	
اورینٹل کالج میگزین	ایڈیٹر محمد شفیع	لاہور، پنجاب یونیورسٹی	۱۹۳۸ء
اورینٹل کالج میگزین	ایڈیٹر محمد شفیع	لاہور، پنجاب یونیورسٹی	۱۹۳۹ء

انگریزی کتب

	Title	Author	Publication
1.	Indo Aryan & Hindi	S. K. Chatterji	Calcutta 1942
2.	Linguistic Survey o. India Vol 8 & 9	Sir G. A. Greirson	Delhi, Motilal 1968.
3.	Dictionary of Hindustani & English	Shakespear	London Cox 18.
4.	A Smaller Hindustani & English Dictionery	Duncan Forbes	London Crosby, nd
5.	Urdu Classical Hindi & English Dictionery	Platts.	Oxford, OUP, 1968.
6.	Dictionery of Hundustani Language	Duncan Forbes	London India Office 1866
7.	Dictionery English Gujrati.	Shaproiji Edalji	Bombay Union Press 1866.
8.	Literary History of Persia Vol. 1.	E. G. Brown.	Cambridge 1964.
9.	An Encyclopedic Survey of Hinduism: Hindu World Vol. I & II.	Benjamin Walker.	London - George Allen & Unwin 1968

اُردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مُصنفہ

فخر دین نظامی